

ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ایک نو دریافت مجموعہ کی اشاعت

# ملفوظاتِ چہل روزہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۲۰ھ / ۱۸۲۲ء)

خلیفہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)

جامع

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری

(ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء)

تحقیق و تعلق و ترجمہ

محمد قسبال مجددی





ملفوظاتِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ایک نو دریافت مجموعہ کی اشاعت

## ملفوظاتِ چہل روزہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)  
خلیفہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)

جامع

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری  
(ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء)

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی

ناشر

تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ

۲۰۱۶ء

جُمْلہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ

کتاب ..... ملفوظاتِ چہل روزہ شاہ غلام علی دہلوی

جامع ..... حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری

تحقیق و تعلق و ترجمہ اردو ..... محمد اقبال مجددی

297, 654

ع ۶۷ م

طبع اول ..... ۱۹۷۸ء

طبع جدید ..... ۲۰۱۶ء

۱۷۳۵



ناشر

تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

**Tanzeem-ul-Islam Publications**

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan

Ph:+92 55 3841160, Fax:055 3731933 Mob: 0333 7371472

Web: www.tanzeemulislam.org

E-mail: tanzeemulislam@yahoo.com

## انتساب

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی

(۱۲۰۱-۱۲۲۹ھ/۱۷۳۶-۱۸۳۳ء)

کے نام

جنہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی

کے مکتوبات و ملفوظات جمع کر کے

علمی و روحانی دنیا پر احسان کیا

مخلص

محمد اقبال مجددی

مخلص



## نقش دوم

ملفوظات چہل روزہ کا پہلا ایڈیشن ملفوظات شریفہ کے نام سے ۱۹۷۸ء کو مکتبہ نبویہ، لاہور نے شائع کیا تھا، عرصہ دراز سے اس کی دوسری طباعت کا تقاضا ہو رہا تھا، لیکن اس پر نظر ثانی کی اشد ضرورت تھی، مکتبہ کے مالک علامہ اقبال احمد فاروقی مرحوم نے اس کے فارسی متن کی تصحیح و تقابل تو دور کی بات ہے، انہیں اس کے پروف پڑھنے کی فرصت بھی میسر نہیں تھی، انہوں نے اس کا ایک خطی نسخہ پیرسید شبیر حسین شاہ مرحوم سے لے کر ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا کتابدار مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کو دیا کہ اس کی ایک نقل تیار کروادیں، موصوف نے اس کی اپنے ادارہ میں ٹائپ کاپی تیار کروائی اور علامہ صاحب کے حوالہ کردی انہوں نے وہی اٹھا کر کاتب کو دے دی، علامہ مرحوم کو اس کی تصحیح کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

اب راقم مسکین نے اس کے خطی نسخوں مکتوبہ مولوی امام دین سال ۱۲۷۶ھ اور نسخہ مکتوبہ محمد ابراہیم بسال ۱۳۱۰ھ اور اپنے ذاتی ذخیرہ (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) سے جب تقابل کیا تو علامہ صاحب کے شائع کردہ متن میں بہت سے خلا اور اسقام کا احساس ہوا، بہر حال اختلافات نسخہ کو نظر انداز کرتے ہوئے مذکورہ نسخوں کی بنیاد پر اب اس کا متن تیار کیا گیا ہے۔

علامہ موصوف نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا ظاہر ہے کہ جب متن ہی غیر صحیح

تھا تو ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا تھا (۱)، لہذا اب اس کا اردو ترجمہ بھی اسی تصحیح شدہ متن کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

علامہ صاحب نے اس پر ایک مفصل مقدمہ مجھے عاجز سے لکھوایا تھا، جب ان کا متن اور ترجمہ کتابت ہو گیا تو مجھے مقدمہ لکھنے کے لئے کتابت شدہ کاپیاں دی گئیں، جنہیں دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا کہ حضرت علامہ نے یہ علمی کام کیسے انجام دیا؟ میں نے عرض کی کہ حضرت اس کے متن میں بہت سی خامیاں ہیں اسی طرح ترجمہ بھی نظر ثانی کا محتاج ہے، میں اس کی تصحیح اور ترجمہ کی اصلاح کر کے اس کا انڈیکس بھی بنا دیتا ہوں تو مسکرا کر فرمایا کہ تم نے اس کا مقدمہ پہلے ہی اتنا علمی و تحقیقی لکھ دیا ہے کہ کتاب کی فروخت مشکل ہو جائے گی، مجھے یہ سن کر کوئی صدمہ نہ ہوا کیوں کہ میں بخوبی جانتا تھا کہ حضرت علامہ صاحب کی نظر کتاب کے علمی پہلو پر کبھی نہیں گئی بلکہ اس کی فروخت اور آمدنی پر مرحوم کی توجہ تھی، یہ ملک خداداد پاکستان کے ایک اس ناشر کا حال تھا جن کے پاس علامہ کی سند بھی تھی، اس سے ان ناشرین کتب دینیہ کا تصور کیجئے جو محض جلب زر کے لئے کتابیں چھپواتے اور بیچتے ہیں۔

راقم مسکین حضرت ابوالبیان مولانا محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی کا شکر گزار ہے کہ موصوف نے اسے اپنے ادارہ کی مطبوعات میں شامل کر کے علمی دنیا کو اس کیاب کتاب تک رسائی دی، جناب محمد جاوید مجددی نے بڑی توجہ سے کمپوزنگ کا فریضہ انجام دیا اور اس کے مہتمم اشاعت جناب محمد شبیر مجددی نے اس کی خوبصورت طباعت میں دلچسپی لی، رب کریم ان احباب کو جزائے خیر دے، آمین

(۱) علامہ فاروقی صاحب کا یہ ترجمہ کتاب انوار محی الدین کے دوسرے ایڈیشن میں بغیر حوالہ کے نقل

کر لیا گیا ہے



## فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۷	رشحات عنبریہ	۱۰	مقدمہ نوشتہ محمد اقبال مجددی
۶۸	حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی	۱۱	صاحب ملفوظات کا سیاسی و سماجی ماحول
۷۰	تالیفات	۲۱	معاشرتی زندگی
۷۲	حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی	۳۰	مذہبی بے راہ روی
۷۷	احوال و کرامات شاہ درگاہی رام پوری	۳۴	علماء و صوفیہ کی حالت
۷۷	مثنوی اسرار	۳۹	صوفیہ کی اصلاحی کوششیں
۷۷	دیوان غزلیات	۴۶	حضرت شاہ غلام علی دہلوی
۷۸	مراتب الوصول	۴۶	ابتدائی حالات
۷۸	در المعارف	۴۹	حضرت میرزا مظہر سے بیعت
۷۹	ملفوظات شاہ غلام علی	۴۹	معمولات
۷۹	مکاتیب شریفہ	۵۰	حضرت شاہ غلام علی اور ملکی سیاست
۷۹	جواہر علویہ	۵۲	وصال
۸۰	مکتوبات حضرت شاہ رؤف احمد	۵۳	حضرت شاہ غلام علی کے اکابر خلفاء
۸۰	مجموعہ ادعیہ ماثورہ	۵۶	حضرت شاہ ابوسعید مجددی
۸۱	دیوان رافت	۶۰	حضرت شاہ احمد سعید دہلوی
۸۲	تفسیر رؤفی	۶۵	حیات شاہ احمد سعید کے مآخذ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۳	ملفوظاتِ چہل روزہ	۸۴	حضرت مولانا خالد کردی رومی
۱۱۳	حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری	۸۹	مولانا سید اسماعیل مدنی
۱۱۶	حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں	۸۹	شاہ غلام علی کے دیگر خلفاء
۱۱۶	مرشد و مرید	۹۲	تصانیف حضرت شاہ غلام علی دہلوی
۱۲۶	ارشاد نامہ	۹۳	مقاماتِ مظہری
۱۲۸	حضرت شاہ عبدالعزیز سے تلمذ	۹۵	ایضاح الطریقت
۱۳۰	قیامِ دہلی	۹۷	احوالِ بزرگان
۱۳۲	سلسلہ ارشاد	۱۰۰	رسالہ طریق بیعت و اذکار
۱۳۲	وفات	۱۰۱	رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند
۱۳۳	اولادِ امجاد	۱۰۲	رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند
۱۳۵	خلفاء	۱۰۲	رسالہ اذکار
۱۳۷	کتب خانہ	۱۰۲	رسالہ مراقبات
۱۳۸	تصانیف		رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق
۱۴۴	ملفوظاتِ چہل روزہ	۱۰۳	بر حضرت مجدد
۱۴۴	در المعارف	۱۰۵	رسالہ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانی
۱۴۵	سال تدوین	۱۰۶	رسالہ مشغولیہ
۱۴۶	چند اہم نکات	۱۰۷	کمالاتِ مظہری
۱۴۸	مولوی محمد صالح کنجاہی نقشبندی	۱۰۸	سلوکِ راقیہ نقشبندیہ
۱۵۰	آباؤ اجداد	۱۰۸	مکاتیب شریفہ
۱۵۴	محمد صالح کنجاہی	۱۱۱	در المعارف



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۱	ملفوظاتِ چہل روزہ (فارسی متن)	۱۵۳	میاں محمد قاسم ابوالوفاء
۲۶۳	ماخذ مقدمہ و حواشی	۱۵۶	سید محمد بقاء
۲۷۱	عکسیات	۱۵۷	سید شاہ میر پشاوری
۲۷۲	فہرست عکسیات	۱۵۸	وفات
	ضمیمہ (ملفوظات ہفت روزہ شاہ غلام)	۱۵۹	تصانیف
۲۷۹	علی دہلوی (مرتبہ ڈاکٹر عارف نوشاہی)	۱۵۹	سلسلۃ الاولیاء
۲۷۹	اردو۔ فارسی	۱۶۰	مجمع التواریخ
		۱۶۱	نغمہ توحید
		۱۶۱	مجموعہ وظائف
		۱۶۱	مکتوبات
		۱۶۱	دو بیاضیں
		۱۶۲	ذوقِ شعرو سخن
		۱۶۲	خطاطی
		۱۶۳	حافظ غلام محمد الدین کنجاہی
		۱۶۵	مصنف کافن تاریخ گوئی
		۱۶۶	وفات حافظ کنجاہی
		۱۶۸	مجمع التواریخ
		۱۷۳	ملفوظاتِ چہل روزہ (اردو ترجمہ)

مقدمہ



## صاحبِ ملفوظات کا سیاسی و سماجی ماحول

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آنکھ کھولی تو سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب ڈھل رہا تھا، زندگی کے ہر شعبہ میں زوال و انحطاط کے اثرات نہایت سرعت کے ساتھ کام کر رہے تھے، سلطنت کا سارا نظام کھوکھلا ہو چکا تھا۔

دہلی کے وہ باشندے جنہوں نے شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد میں امن و امان کی زندگی بسر کی تھی پیہم ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آگئے تھے، ان کو اپنی عزت و ناموس کا بچانا محال نظر آتا تھا، زمین و آسمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ان پر مایوسی، وحشت، کم ہمتی اور خود فراموشی کے مہیب اثرات طاری تھے اور ایک عظیم قوم سیاسی طور پر بیکار اور مفلوج ہو رہی تھی۔

ان حالات میں چند بوریائشینیوں نے بادشاہ کو اس کے گہوارہ عیش و عشرت میں بیدار کرنے کی کوشش کی چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بادشاہ، وزیر اور امراء کے نام دس کلمات کا ایک اعلان جاری کیا جس میں مطالبہ کیا:

آنکہ بادشاہِ اسلام و امراء کبار بہ عیش حرام مشغول نشوند، از گذشتہ توبہ نصوح بجا آرند و آئندہ اجتناب نہائند (۱)

اور حضرت شاہ فخر جہاں نے ہدایت کی:

پس اول مقدم این است کہ آن صاحب بذات خود مستعد محنت کشی و ملک گیری شوند (۲)

(۱) شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۶۹ء

(۲) عماد الملک: غازی الدین نواب: مناقب فخریہ ص ۳۶-۲۵ مجتبیائی دہلی ۱۳۱۵ھ

اگر شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقیت تھی (۱) نیز اقتصادی انحطاط کو انہوں نے زوال کا سبب قرار دیا ہے، اس کے باعث ہی تمام سیاسی انتشار اور بد نظمیاں پیدا ہوئی تھیں فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

نیز اگر حضرت شاہ ولی اللہ کے مکتوب کا مطالعہ کیا جائے تو زوال کے یہ اسباب متعین ہوتے ہیں۔

۱۔ خالصہ (شاہی) کے علاقہ کا محدود ہونا۔

۲۔ خزانہ کی قلت (۳) جاگیرداروں کی کثرت (۴) اجارہ داری کے مسموم اثرات (۵) افواج کے مواجب کا بروقت نہ ملنا وغیرہ۔ (۲)

بادشاہ سازشوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی شخصیتوں کا انتخاب کیا جن کے ذریعہ سے مفسد عناصر کی سرکوبی ممکن تھی یعنی نجیب الدولہ اور احمد شاہ درانی۔

شاہ صاحب نے ان دونوں کے انتخاب میں بے پناہ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا تھا اور ان دو طاقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام مسلم دشمن طاقتیں کچل کر رکھ دی گئیں۔ اس موقع پر اگر مغلیہ حکومت میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان پر دوبارہ قائم کر سکتی

(۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۲۳

(۲) ایضاً..... ص ۳۶



تھی لیکن مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی، جنگ پانی پت کا اصل فائدہ فاتحین جنگ پلاسی نے اٹھایا۔

بعض حلقوں کا یہ تصور غلط ہے کہ شاہ ولی اللہ اور احمد شاہ درانی انگریزوں کے خطرے سے بے خبر تھے، حقیقت یہ ہے کہ انہیں ڈرتھا کہ کہیں مغل بادشاہ کے تباہی سے انگریزوں کو اپنا اقتدار قائم کرنے کا موقع نہ مل جائے چنانچہ جس وقت احمد شاہ درانی نے حملہ کیا شاہ عالم ثانی، بہار میں تھا جنگ پانی پت کے بعد احمد شاہ درانی نے شاہ عالم کو دہلی بلانے کی بے حد کوشش کی اور اپنا آدمی بھیجا جب وہ نہ آیا تو احمد شاہ درانی نے شاہ عالم کی والدہ نواب زینت محل سے خط لکھوایا کہ تم اپنے ہی خواہوں کی سنے بغیر دہلی چلے آؤ، یہاں تک کہ احمد شاہ درانی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہ عالم کو دہلی پہنچنے کے لیے ہر قسم کی سہولت مہیا کریں، وینسی ٹارٹ، احمد شاہ کو لکھتا ہے: (۱)

“If it should be shahenshah(Aldal's) pleasa (Shah Alam) will be escorted by some (British) Troops to Delhi.”

شاہ عالم کو وہاں سے بلانے کی کوشش اس لیے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور دہلی آ کر احمد شاہ کی موجودگی میں اپنی طاقت مستحکم کر لے لیکن شاہ عالم اس وقت دہلی نہ آیا اور حالات انگریزوں کے موافق ہو گئے، صوبائی خود مختاری کے رجحانات تیزی سے سرایت کرنے لگے اور شاہ ولی اللہ نے جن مسلم دشمن قوتوں کو کچلنے کے لیے احمد شاہ درانی کو مدعو کیا تھا وہ پھر سے قوت پکڑنے لگیں۔

مرہٹے، جاٹ اور سکھ..... ان تینوں کی ہنگامہ آرائی نے زندگی کو ایک مصیبت بنا دیا پھر افغانوں کے حملوں نے تو رہی سہی جان ہی نکال لی۔

(۱) یہ معاصر دستاویز اسلاک کلچر، حیدرآباد، دکن، ج ۱۱ ص ۵۰۳ تا ۵۰۴ شائع ہو چکی ہے۔

صوبائی خود مختاری کے عام ہو جانے سے انگریزوں نے فائدہ اٹھا کر الحاق کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ایک ایک صوبہ کو اپنے پنجہ اقتدار میں جکڑ لیا۔ اس دوران طبقہ علماء و مشائخ جس سے اصلاح سیاست، مذہب اور معاشرہ کی لوگوں کو توقع ہوتی ہے، اپنے منصب کی ذمہ داریوں کو فراموش کر چکا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے صوفیہ خام اور علماء سو صدہا قسم کی گمراہوں کا شکار تھے اور ان کی گمراہی کا اثر ہر کہومہ پر پڑتا تھا۔

دنیا پرستی سے زیادہ بڑی کوئی لعنت علماء کے لیے نہیں ہو سکتی، اس دور کے اکثر علماء اسی میں گرفتار تھے اور مختلف امراء اور روسا سے منسلک ہر کو سیاست میں حصہ لے رہے تھے، ایسی سیاست جس کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ اپنے لیے جاہ و منزلت کا حصول تھا، اکبر کے زمانے میں ایسے ہی علماء کی دنیا پرستی کے خلاف حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز اٹھائی تھی۔

اس دور میں حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، میرزا مظہر جانان جانان، خواجہ میر درد، شاہ غلام علی دہلوی اور مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس رجحان کے خلاف صدا بلند کی اور علماء کو ان کے اعلیٰ فرائض یاد دلانے۔ یہ علماء دراصل یونانی علوم کے اثرات میں پھنسے تھے، ان کا سارا وقت دوران کار بختوں میں صرف ہوتا تھا، قرآن و حدیث سے ان کا رابطہ تقریباً ٹوٹ چکا تھا، شاہ ولی اللہ نے اس ماحول میں للکارا اور اعلان کیا کہ

”یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنتِ ثابتہ قائم کا۔“ (۱)

حضرت شاہ غلام علی نے بھی یونانی فلسفہ کے مسموم اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”ایک مرتبہ ہم نے بوعلی سینا کی ایک کتاب کے صرف ایک ہی ورق

(۱) خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت۔ ۳۵۹



کا مطالعہ کیا تھا، ہمارے قلب پر ظلمت چھا گئی تو کلمہ شہادت کا ورد کرنے سے اس کا ازالہ ہوا، فرماتے ہیں:

”روزی مطالعہ کتاب بو علی سینا مقدار ایک صفحہ نمودہ بودم کہ ظلمتی بر قلب آمد کلمہ شہادت خواندم و ازالہ آن نمودم“ (۱)

اس دور میں عملی زندگی سے افرار کا عام رجحان تھا فرار کی دو نمایاں صورتیں تھیں، مذہب کا سہارا لے کر انفرادی نجات کی کوشش کی جائے، مادی دنیا کی ناکامی کے احساس کو مٹانے کیلئے عالم آخرت کے لیے جدوجہد کی جائے، اور دوسرا راستہ تھا کہ انسان دین و دنیا سے بے نیاز ہو کر راسخ رنگ و بو میں ڈوب جائے۔

لیکن سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ فرار کے یہ دونوں راستے ایک دوسرے میں ضم ہو گئے، اس عہد میں تصوف کے جس نظریہ کو مقبولیت تھی وہ وحدت الوجود کے فلسفہ کی بگڑی ہوئی شکل تھی، بعض صوفیہ کرام نے اس نظریہ کو خواص تک محدود رکھا تھا (۲) لیکن اس دور میں اس کی تعبیر یہ کی گئی۔

”ہر چیز خدا ہے یہ فلسفہ مذہب کی ظاہری رسوم، دیر و حرم کی تفریق وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتا، جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان بھی خدا ہے تو پھر یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا خدا کی عبادت کرے ایسی صورت میں کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا کیونکہ گناہ کا مرتکب خود خدا ہے جب خدا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خدا خود اپنی ذاتی کو سزا دے۔“

(۱) رافت، روف احمد: در المعارف، استنبول ۱۹۷۴ء ص ۱۳۸

(۲) وحدت الوجود کی تصریح و تعبیر کے لیے ملاحظہ ہو علامہ بحر العلوم کا رسالہ وحدت الوجود مترجم و مرتب

مولانا زید ابوالحسن فاروقی، دہلی۔ ۱۹۷۱ء

سماج پر اس فلسفہ کے اثرات یہ ہوئے کہ عوام میں مذہبی رواداری کے نام پر دین سے بے اعتنائی پیدا ہو گئی، مندر اور مسجد کا فرق ختم ہونے لگا اس کے ساتھ ہی عام سماجی زندگی میں بے اعتدالیاں پیدا ہو گئیں۔

اس فلسفے کی غلط تعبیرات نے حرم اور میکدے کی سرحدیں ختم کر دیں، لوگ خدا اور اپنے نفس دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے صوفیہ انفرادی نجات حاصل کرنے میں کوشاں ہو گئے، عوام محض ان کی خدمت میں نجات کا راستہ دیکھنے لگے (۱)۔ چنانچہ پیش نظر مجموعہ ملفوظات میں نظریہ وحدت الوجود پر بحث کا مقصد بھی اس کی صحیح تعبیر پیش کر کے غلط فہمیاں دور کرنا ہے۔

وحدت الوجود کی تعبیریں کرنے والوں نے اس کا حلیہ تو پہلے ہی بگاڑ کر رکھ دیا تھا اب تصوف کے سرچشمے ویدانت اور اُپنشد کو باور کروانے کی کوششیں کی جانے لگیں۔ عملیات اور تعویذ گنڈوں میں حد سے زیادہ اعتقاد بڑھ گیا، پیر کی غیر شرعی حرکات حجت سمجھی جاتی تھیں، اس قسم کے صوفیہ خام نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ ملت کے قوائے عمل کو شل کر دیا تھا۔

اگرچہ اس دور کے ہر سلسلہ کے راسخ العقیدہ مشائخ نے اس قسم کے صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی لیکن تصوف کو خالص اسلامی صورت میں نکھار کر پیش کرنے والوں میں میرزا مظہر جانِ جانان، حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور جامع ملفوظات حاضر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

اس زوال و انحطاط کے اثرات سارے ہندوستان میں نمایاں تھے، تمام صوبوں میں ان اثرات کا جائزہ اس مختصر مقدمہ میں پیش کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کتاب حاضر کے جامع کے مولد و منشاء پنجاب کے حالات و ماحول پر کچھ روشنی ڈالنا ہے۔

(۱) خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء، ص ۴۱..... ۴۷ (بہ تغیر قلیل)

پنجاب میں ہمیشہ امن و امان کا فقدان رہا، جو نہی مرکز میں معمولی سا ضعف پیدا ہوتا تھا، پنجاب بغاوتوں میں گھر جاتا تھا یہاں کے باشندوں کو کبھی مسلسل امن نصیب نہیں ہوا۔

جب مرکزی حکومت اپنی حیثیت کھو چکی تو یہاں کی مسلم دشمن طاقتوں خصوصاً سکھوں نے ایک سیاسی نظام کے تحت امرتسر کو عسکری مرکز بنا لیا پھر اورنگ زیب کے کمزور جانشینوں نے ان کی طاقت پر نظر نہ رکھی اور ان کی چیرہ دستیوں اور مظالم اس حد تک پہنچ گئے کہ۔

”زبان ہائے حاملہ را شکم دریدہ و جنین را کشیدہ می  
کشتند“ (۱)

باند سنگھ کے مظالم سے تو تمام شمالی ہندوستان تھرا اٹھا ۱۷۱۰ء میں جب سر ہند پر سکھوں کا حملہ ہوا تو بہت سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے گھروں میں بھیس بدل کر پناہ لی (۲)۔

ان کے مظالم زندوں تک محدود نہ رہے بلکہ حضرت شاہ قمیص قادری کا مزار خود ان کی اولاد سے جبراً کھدوایا گیا (۳)۔

مرکزی حالات کی ابتری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکھوں نے ۱۷۶۳ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور جہلم سے جمنا تک اپنا تسلط قائم کر لیا ۱۷۶۵ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان ان کا اقتدار اور بڑھ گیا انک سے کرنال تک اور جموں سے ملتان تک ان کے قبضہ میں آ گیا، اس طرح اٹھارویں صدی میں سکھوں نے جو حالات پیدا کر دیئے تھے

(۱) طباطبائی، غلام حسین: سیر المتاخرین ص ۲۰۲

(۲) ارون: لیڈر مغلز جلد اول ۹۶

(۳) وارد، محمد شفیع: مرآت واردات، قلمی بحوالہ خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ۳۱۹

ان سے لوگوں کے مصائب میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا یہ حقیقت بھی ماہرین تاریخ نے تسلیم کی ہے کہ وہ ایک کل ہند سیاسی نظام قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ (۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز نے انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے چچا کو کہا تھا:

ایام بردات فالقلب منجزع... من قوم سکھ وان الخوف معقول  
سردی کا موسم آ گیا اور دل پریشان ہے سکھ قوم سے اور دل کا یہ اندیشہ مبنی بر  
حقیقت ہے (۲) ۱۷۹۹ء تک پنجاب پر چھوٹے بڑے سرداروں کی حکمرانی رہی جن کا  
آپس میں کبھی اتحاد نہ ہوسکا، خود لاہور میں رنجیت سنگھ کے حملہ سے پہلے متعدد سرداروں  
کی حکمرانی تھی جو الگ الگ خراج وصول کرتے تھے رعایا ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ  
چکی تھی ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے بڑھ کولاہور پر قبضہ کر لیا جس سے یہ فائدہ ہوا کہ  
لاہور بیک وقت متعدد سرداروں کی سرداری اور ظلم سے نجات پا گیا، یہاں قوت جمع کر  
کے رنجیت سنگھ نے سارے پنجاب کو زیر نگین کرنا شروع کر دیا، بہت قلیل عرصہ میں  
اس کی حکمرانی پنجاب کے بڑے بڑے شہروں پر ہو گئی جس سے سکھ حکومت اپنے  
پورے عروج پر آ گئی۔

اگرچہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں پنجاب میں امن و امان قائم ہو گیا، چونکہ  
سکھوں کو مسلم حکومت کی طرف سے کافی پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں اس لیے اب اس  
دور اقتدار میں انہوں نے دل کھول کر اس کا بدلہ لیا اور مسلمانوں کے آثار کی تباہی کے  
علاوہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کر دیں، اذان کی متعدد  
مرتبہ بندش، مساجد کا اصطبلوں میں تبدیل ہونا، اور پھر مسلمانوں کی آنکھوں میں

(۱) خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۹

(۲) ایضاً ص ۳۱۹



دھول جھونکنے کے لیے موراں سے ایک مسجد بنوانا، چند مسلم امراء کو دربار میں معزز عہدے دینا کسی مسلم درگاہ کو سرکاری طور پر امداد مل جانا اس قسم کے واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ مسلمان سکھ دور میں خوش حال تھے، خام خیال ہے۔ کتاب حاضر کے جامع کا مولد و منشاء پنجاب کا ایک معروف قصبہ قصور ہے، جس کی سیاسی و سماجی حالت اس دور زوال میں خاصی ابتر تھی خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد یہاں گورنروں اور نائبین کا مسلسل تبادلہ اور پھر حملہ آوروں کے عاملوں سے قصور کے عوام کی زندگی گزارنا دشوار ہو گیا تھا۔

حاکم قصور حسین خان بن سلطان احمد خویشگی نے ناظم لاہور عبدالصمد خان کو بہت پریشان کیا، حضرت شاہ عنایت قادری نے اس کے عہد میں قصور سے لاہور ہجرت کی تھی، اس کے قتل کے بعد جھلے خان حاکم رہا ۱۷۳۵ء میں نواب زکریا خان کی وفات کے بعد جاسنگھ نے سکھ مشلوں کی مدد سے قصور پر حملہ کیا، جس سے قصور کے چار ہزار افغان مارے گئے اور اس نے قصور کو نذر آتش کر دیا۔

اب قصور پر بھنگیوں کا قبضہ ہو گیا، سکھ گردی کی خبریں سن کر زمان شاہ نے ہندوستان کا قصد کیا جس سے بھنگیوں کی فوجیں روپوش ہو گئیں، اس سے فائدہ اٹھا کر ۱۲۱۱/۱۷۹۶ء میں نظام الدین خان نے قصور پر قبضہ کر لیا لیکن زمان شاہ کے جاتے ہی پھر وہی ہوا جو احمد شاہ درانی کے بعد ہوا تھا ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر کے قصور پر کئی حملے کیے آخر افغانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے وہ ۱۸۰۶ء میں قصور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔

قصور پر پہلی مرتبہ ۱۱ فروری ۱۸۳۶ء کو انگریزوں کا قبضہ ہوا (۱) اور اس کے بعد ۱۸۳۹ء میں الحاق پنجاب کا واقعہ پیش آیا۔

(۱) محمد لطیف: ہسٹری آف دی پنجاب ص ۵۴۰

اسی انگریزی دور میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہی سہی بساط بھی لٹ گئی، سیاسی و مذہبی محفلیں سرد پڑ گئیں، مسجدیں مسارا اور خانقاہیں تباہ و برباد ہوئیں مدرسوں میں کھیتی باڑی ہونے لگی، مسجد اکبری (دہلی) کا نشان تک باقی نہ رہا، مدرسہ رحیمہ دہلی جہاں سے ولی اللہی حکمت کا چشمہ ابلا تھا اور جہاں سے شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر وغیرہ قرآن و حدیث کے درس دیتے تھے وہاں مدرسہ رائے بہادر لالہ کشن داس کا تختہ لگ گیا (۱)۔ عوام کا تو حال ہی قابل ذکر نہیں بڑے بڑے اور عالم دہلی جیسا مرکزی شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، حضرت شاہ فخر الدین کی خانقاہ سونی پڑ گئی، شاہ احمد سعید نے حرمین الشریفین کا رخ کیا اور حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ کا چراغ گل ہو گیا، ہر طرف حسرت اور مایوسی چھا گئی جو اس ہنگامہ سے بچاؤہ کا فور کفن (۲) کی تمنا کرنے لگا گویا پوری قوم پر نکبت اور افسردگی کا عالم طاری ہو گیا (۳)۔

(۱) بشیر الدین احمد: واقعات دارالحکومت دہلی ۲/۱۶۷

(۲) غالب: اردوئے معلیٰ ص ۲۱۳

(۳) خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ۳۳۲

## معاشرتی زندگی

اٹھارھویں صدی عیسوی میں پاکستان و ہند کے معاشرتی اور تمدنی حالات کا جائزہ لینے کے لیے دہلی کے معاشرتی حالات پر ایک نظر ڈالنا اس لیے لازم ہے کہ حضرت مظہر اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی ساری زندگی اسی مرکزی شہر میں گزری تھی۔

پاکستان و ہند کے اسلامی عہد حکومت میں دہلی نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے ایک علمی و دینی مرکز بن گیا تھا، دراصل اس کی بنیاد ایسے زمانے میں رکھی گئی جب وسط ایشیاء میں مسلمانوں کے تمام مراکز تباہ و برباد ہو رہے تھے اور منگولوں کے حملوں نے سارے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا، بغداد و بخارا وغیرہ سے کثیر تعداد میں ہجرت کی، اس قافلے کا جو فرد جہاں ٹھہر گیا وہاں ایک علمی مرکز بن گیا۔

سلاطین دہلی میں سے سلطان علماء الدین خلجی کا عہد حکومت اسلامی ہند کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے، برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے اور روم وغیرہ میں بھی ان کا ثانی نہیں تھا، حدیہ ہے کہ بخارا، سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء اس پر مہر توثیق مثبت کرتے تھے گویا دہلی ”ریشک بغداد اور عزت

مصر بنی ہوئی تھیں“ (۱)۔

لیکن اٹھارھویں صدی میں تو اس کی بساط ہی الٹ گئی، اس وقت سلطنت مغلیہ پر نزع کا عالم طاری تھا، یہ شہر بقول شاہ ولی اللہ ”لعب صبیان“ ہو گیا، مختلف اطراف و صوبوں سے جو طوفان اٹھتے اور بغاوتیں ہوتیں ان تمام ہنگامہ آرائیوں کے زلزلے دہلی میں محسوس کیے جاتے تھے۔

امن و امان کے دور میں علماء و صوفیہ اس شہر کی طرف کشاں کشاں چلے آتے تھے اور ایک مرتبہ یہاں آ کر پھر جانے کے لیے سوچنا تو درکنار بڑی سے بڑی سختی بھی انہیں یہاں سے نہ نکال سکی نہ لیکن اٹھارھویں صدی میں اس طبقہ کے افراد خود دہلی سے دل برداشتہ ہو کر اس کی ہنگامی زندگی سے بچنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہنے لگے۔

حضرت مظہر نے اپنے کئی مکاتیب میں دہلی کے ہنگاموں کو موثر طور پر بیان کرنے کے بعد خود مع متعلقین دور افتادہ علاقہ میں سکونت کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ان مقامات کو سمجھنے کے لیے چند اہم نکات ذیل میں دیئے جا رہے ہیں:

حادثہ نادر شاہی کے معاصر مولف نے نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے وقت دہلی کے باشندوں کے بارے میں عینی شاہد کی حیثیت سے لکھا ہے:

الحال، جمیع ساکنان شہر خدا را فراموش کردہ اند و از خاص و عام لباس زنانہ اختیار کردہ، بہ جای نماز و روزہ بہ حرام کاری و شراب خواری و اغلام بازی مطلق العنان

(۱) جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی تالیفات میں دہلی کی علمی حیثیت نہایت تفصیل سے بیان کی ہے، اس سلسلہ میں موصوف کی یہ کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں:

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مشائخ چشت، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، اوراق مصور (عہد وسطیٰ کی دہلی)

۱۷۳۹



شدہ اند، غرض درین ایام در بلده دار الخلافت شاہ جهان آباد این اطوار شنیعہ و افعال ناشائستہ و اعمال فاعل و مفعول بہ حدی رواج یافتہ بود اگر خدا نخواستہ ازین نعمت عظمی کسی محروم ماندہ باشد بر او ریشخند ہامی کردند (۱)

لیکن جب نادر شاہ کا حملہ ہوا تو امن و امان کی زندگی بسر کرنے والے انہیں باشندوں نے بدحواسی میں دوسروں کی حالت زار دیکھ کر خود کو خنجر مار کر ہلاک کر لیا اور بہت لوگوں نے زہر کھا کر جان دے دی۔ (۲)

دہلی پر نادر شاہ کے حملے سے پہلے ہی لوگوں کو اس کے بازاروں سے وحشت چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، ایک معتقد کے بیان پر حضرت شاہ ولی اللہ نے دہلی کے مشہور بازار ”سوق سلطانی“ کے متعلق پیش گوئی کی تھی:

یہ بازار زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہاں خون کے دریا رواں ہوں گے۔ (۳)

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حملہ نادری سے پہلے سلاطین و امراء اور بے راہ رو عوام کا راہ راست پر آنا تو درکنار بلکہ درگاہ قلی خان کے روز نامچے سے جو نادر شاہ کے حملے کے وقت اور اس کے چند سال بعد کے واقعات پر مشتمل ہے سے عیاں ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی حالات ویسے ہی رہے اور ہر طبقے میں خود فراموشی اور عاقبت نا اندیشی پورے طور پر مسلط نظر آتی ہے۔

(۱) حادثہ نادر شاہی، متن مشمولہ حدیث نادر شاہی، مرتبہ رضا شعبانی، تہران، ص ۲۲

(۲) وارد تہرانی: تاریخ نادر شاہی، مرتبہ رضا شعبانی، ص ۲۱۴

(۳) نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، بحوالہ القول الجلی، ص ۲۴

دہلی دھوپ اور چھاؤں کا شہر تھی، یہاں خانقاہیں بھی تھیں، شراب خانے بھی، مدرسے بھی تھے اور قمار بازی کے اڈے بھی۔

لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ خانقاہوں اور مزارات پر حاضر ہوتے تھے پھر اسی جوش کے ساتھ طوائفوں کی محفلوں میں شرک کرتے تھے، ان کی رندی اور مذہبیت ساتھ ساتھ چلتی تھی، یہ مذہبیت فسق و فجور سے زیادہ متعفن تھی جو ضمیر کی آواز کو کچلنے کا ایک ظالمانہ انداز تھا۔ (۱)

چونکہ معاشرے کے تمام افراد ان حوادث سے یکساں طور پر متاثر ہو رہے تھے اس لیے عوام کے سامنے ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا ”فرار“ زندگی اور اس کے تلخ حقائق سے فرار۔

فرار کی کئی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی تھی کہ مادی دنیا کی ناکامی کے احساس کو ہلکا کرنے کے لیے دین اور دنیا سے بے نیاز ہو کر عیش و عشرت میں ڈوب جائے۔

اس مقدمے میں سلاطین و امراء کے ”عیش حرام“ کی جو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان کے تمام اعمال و افعال کا عوامی زندگی پر براہ راست اثر پڑتا تھا۔

نواب درگاہ قلی خان تین سال (۱۱۵۱ھ تا ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۳۸-۱۷۴۰) دہلی میں مقیم رہے انہوں نے اپنے مرقع میں اس دور کی جو قلمی تصویر کشی کی ہے وہ اس عہد کی معاشرتی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت مفید ہے۔

بعض امیرزادوں نے عوامی زندگی کو کئی طرح آلودہ کرنے کی کوشش کی اعظم خان ابن فدوی خان کا حال لکھا ہے:

اس کی طبیعت امارد پسند ہے، مزاج میں سادہ رویوں کی محبت ہے.....

(۱) نظامی: تاریخ مشائخ چشت، ص ۲۴۱ (ملاحظہ)۔

اس کی تمام تر آمدنی اس طبقہ پر خرچ ہوتی ہے، جہاں کہیں رنگیں امرد کی خبر پاتا ہے..... اس پر کمند ڈال دیتا ہے..... غرض جہاں کہیں کوئی سبزہ رنگ نظر آئے وہ اعظم خان سے منسوب ہوتا ہے (۱)۔

مرزا منو کے حالات میں وضاحت کی ہے کہ بعض امیرزادے اس سے امرد پرستی کا فن سیکھتے ہیں اور اس کا شاگرد ہونے پر فخر کرتے ہیں، اس کا گھر حسین پری زادوں کا گھر ہے..... اس کی محفل گل رخوں کی کسوٹی ہے (۲)

کسل سنگھ نام کے ایک امیرزادے نے عیش و عشرت کا جو بازار گرم کیا تھا وہ اس دور کی عوامی زندگی کو سمجھنے کے لئے بہت اہم ہے:

اس نے کسل پورہ بڑے اہتمام سے آباد کیا، اس میں ہر طرح کی طوائفیں اور بازاری عورتیں اکٹھی کیں..... محتسب اس کے قریب انہیں پھٹک سکتا..... یہاں ہر راستے میں عورتیں رنگارنگ لباس پہنے خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہر کوچے میں دلالوں کی وساطت کے بغیر لوگوں کو بلاتی ہیں، وہاں کی ہوا شہوت آمیز اور فضا باہ انگیز ہے، خاص طور پر شام کو عجب طرح کا مجمع ہوتا ہے..... ہر گھر میں رقص اور ہر جگہ نغمہ و ساز ہے (۳)

ان ایام میں حضرت مظہر دہلی کے حالات سے اور یہاں کی ہوا سے تنگ آجاتے ہیں، آپ اپنے متعلقین کو لکھتے ہیں:

دہلی سے دل وحشت زدہ ہو گیا ہے اور پانی پت کی ہوا موافق نہیں،

(۱) درگاہ قلی خان: مرقع دہلی مرتبہ حکیم مظفر حسین، مطبوعہ دکن (س۔ن)، ص ۲۷

(۲) ایضاً، ۲۷-۲۸

(۳) ایضاً ۲۸-۲۹

حیران ہوں کہ کیا کروں (۱)

حضرت مظہر اپنے آخری ایام حیات میں انتہائی ”ناتوانی“ کے باوجود دہلی کے حالات سے متاثر ہو کر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں:

دل باہمہ ناتوانی ازین شہر و مردم شہر خوش ندارد (۲)  
دہلی کے عوام کے مزاج کی تبدیلی جس کا سابقہ اوراق میں تفصیلی ذکر ہوا،  
حضرت مظہر اس سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں، یہ مکتوب ملاحظہ ہو:

تبدیلی اخلاق مردم شہر و ملاحظہ اضطرار معاش آن  
مردم و ہجوم امراض متعددہ طرفہ لشکری از مکروہات  
گراں رو باین ناتوان آوردہ (۳)

ایک خط میں دہلی کے ناکارہ اور خود غرض امراء کی سیاسی حرکات کا ذکر کرتے  
ہوئے دہلی سے بے زاری اور راہ فرار کا ذکر فرماتے ہیں لیکن:

دل از دہلی تنگ است و راہ رفتن طرفی بنظر نمی آید،  
مشکل است (۴)

ایک اور مکتوب میں دہلی سے اپنی ترک اقامت کا جو سبب بیان کیا ہے وہ اس  
شہر کی اس زندگی کی تصدیق کرتا ہے جس کی تفصیلات مرقع دہلی میں دی گئی ہیں یعنی:

سبب ترک اقامت دہلی آنست کہ طالبان خدا در شہر  
کمترند و در قصبات بیشتر، اسباب تنعم و تجمل کہ  
سرمایہ غفلت است در شہر بسیار ترمی باشد و در دہات  
وقری کمتر (۵)

(۱) قریشی، مکاتیب ۷۲-۱۰۳ (۲) ایضاً، ۷۹/۱۱۵

(۳) ایضاً، ۸/۱۱۷ (۴) ایضاً، ۱۲۷/۱۸۶ (۵) ایضاً، ۱۳۷/۲۱۳



(یعنی دہلی کی اقامت ترک کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان دنوں شہروں میں طالبانِ خدا کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے لیکن دیہات میں زیادہ ہے، شہروں میں ”تنعم و تجمل“ کے اسباب زیادہ ہیں جو صرف غفلت کا سرمایہ ہیں لیکن دیہات میں یہ ذرائع کم ہیں۔)

مقاماتِ مظہری میں ہے:

ان ایام میں رزقِ حلال نایاب ہے اور جہالت کا دور دورہ ہے، اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ ہے، عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا ہو گیا ہے۔ (۱)

عام طور پر جاہل مسلمان مرد اور عورتیں ہندوؤں کے مراسم بھی ادا کرتے تھے خصوصاً عورتیں ان کے تہواروں میں شریک ہوتی تھیں، حضرت مظہر نے مسلمان عورتوں کے دیوالی منانے کی بری رسم کا نفرت سے ذکر کیا ہے:

چنانچہ در ایامِ دیوالی کفارِ جہلہ اہلِ اسلام علی الخصوص زنانِ ایشان رسومِ اہلِ کفر را بجامی آرند و عید خود می سازند و ہدایا شبیہ بہ ہدایای اہلِ کفر بہ خانہ ہای دخترانِ خواہران در رنگِ اہلِ شرک می فرستند (۲)

جن دنوں چیچک کی وبا پھیلتی تھی تو مسلمانوں کے گھروں میں طرح طرح کے ٹونے ٹوکے عمل میں آتے تھے، اس موقع پر بالعموم سیتلا دیوی کی پوجا ہوتی تھی (۳)، حضرت مظہر فرماتے ہیں:

(۱) شاہ غلام علی: مقاماتِ مظہری، ص ۴۹ (فارسی متن)

(۲) نعیم اللہ بہز اپچی: معمولاتِ مظہریہ، کانپور، ۱۲۷۵ھ، ص ۳۸

(۳) محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان دہلی، دسمبر ۱۹۶۹ء، ص ۴۱۱

در وقت عروض مرض جدری کہ در زبان ہندی سیتلا معروف است مشہود و محسوس ست کم زنی باشد کہ از دقائق این شرک خالی بود و بر سعی از رسوم آن اقدام نہ نماید۔ (۱)

ان ایام میں نہ صرف دہلی بلکہ سارے ہندوستان میں جادوگر، شعبدہ باز اور عجیب و غریب حرکتیں کرنے والے افراد بھی بکثرت موجود تھے، میرٹھس، تلی بھگتیا اور نمود و انمود جیسے جادوگر موجود تھے، انہوں نے اپنی شعبدہ بازی کے ذریعے اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ بادشاہ تک ان کے معتقد ہو گئے تھے (۲) عورتوں میں ان کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔

حضرت مظہر نے خاص طور پر عورتوں میں افسوں گری کے عقائد کے قلع قمع کرنے کی بے حد کوشش کی، ان کو بیعت کرنے کی دیگر شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی تھی کہ وہ جادوگری پر عقیدہ نہ رکھیں (۳)۔

گویا ان حضرات نے معاشرے کے ہر طبقے کی اصلاح کی پوری سعی کی اور اس قنوطیت کے دور میں بھی ان کی اصلاح و تبلیغ کے مثبت اثرات ہوئے۔

عیاشی کے قصے بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس ماحول کی عکاسی کرنا لازم ہے جن حالات میں حضرت مظہر نے عوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔

اس دور میں چند راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کو چھوڑ کر باقی تمام طبقات اسی قسم کی

(۱) نعیم اللہ: معمولات، ص ۳۸

(۲) محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان دہلی، نومبر ۶۹، ص ۳۴۳-۳۴۷

(۳) نعیم اللہ: معمولات، ص ۴۳

رنگ رلیوں میں مصروف تھے (۱)۔

اٹھارھویں صدی میں مسلمانوں کی اخلاقی حات بعینہ وہی تھی جو قوموں کے انحطاط اور حکومتوں کے زوال کے موقع پر ہوتی ہے، فسق و معصیت ان کی معاشرت کا جز بن گئی تھی، انشاء اللہ خان کی دریائے لطافت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ارباب نشاط کا ہر طرف دور دورہ تھا..... دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلسی و خانگی زندگی کا جو نقشہ ”دریائے لطافت“ میں نظر آتا ہے اس سے تہذیب کی آنکھیں نیچی اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہے (۲)۔

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ نے مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب ان کی مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقی قرار دیا ہے، آپ امت مسلمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمہارے اخلاق سوچکے ہیں، تم پر بے جا حرص و آرزو کا ہوکھا سوار ہے، عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں، حرام کو تم نے اپنے لیے خوش گوار بنا لیا ہے، حلال تمہارے لیے بے مزدہ ہے، چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پوری کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ کرنا پڑیں..... اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہے..... تم نے نمازیں برباد کیں، تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے، تم میں بعض نے روزے چھوڑ رکھے ہیں خصوصاً فوجی ملازم (۳)۔

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد عمر: میر کا سیاسی و سماجی ماحول (رقص و سرور کی محفلیں) برہان،

جون ۱۹۶۵ء ص ۳۶۸-۳۷۰

(۲) ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱/۱۳۹

(۳) شاہ ولی اللہ: تہذیبات الہیہ (مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس خطاب کا مکمل اردو ترجمہ دیا ہے

جس کا یہ خلاصہ بلفظ نقل کیا گیا ہے)۔ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۵۱-۱۵۲

لیکن مایوسی کے اس دور میں راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ (۱) نے نہایت ثابت قدمی سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کو باقاعدہ مرتب کیا۔

### مذہبی بے راہ روی

اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی جسے غیر متعصب مورخین نے رواداری سے تعبیر کیا ہے، دور رس اثرات کی حامل تھی، اس کے ندیموں، علمائے سوا اور صوفیہ خام نے اس سلسلے میں جو کردار ادا کیا تھا اس کے اثرات اٹھارھویں صدی تک محسوس ہو رہے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد و خلفاء نے اس کے مسموم اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جہانگیر سے اورنگ زیب کے عہد تک وہ ”تختم الحاد“ جس کا بیج اکبر نے بویا تھا، بار آور نہ ہوسکا، اگرچہ اس نے داراشکوہ کی فطرت میں متشکل ہونے کی سعی کی لیکن اورنگ زیب جیسے دور اندیش اور دین پناہ بادشاہ نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا (۱)۔

لیکن اورنگ زیب کے مرتے ہی جہاں سیاسی و اقتصادی مسائل و مصائب انسانی اعصاب پر سوار ہوئے وہاں اسلامی یک جہتی کو پارہ پارہ کرنے والی دشمن طاقتوں نے پھر سے وہ لایعنی بحث شروع کر دیے جنہیں روکنے کی مصلحین امت نے انتہائی کوشش کی تھی، ان حالات کا شاہ ولی اللہ نے نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا ہے، وہ

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کا عنوان ”صوفیہ کی حالت“، اس دور کے معاشرتی و ثقافتی حالات کے لیے دیکھیے:

Malik, Zahirudin: Reign of Muhammad Shah, Aligarh, 1977, pp.342 - 405.

(۱) ہم نے حسنت الحرمین کے مقدمہ میں ان امور کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے



سلطنت کے زوال کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو وہاں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں اور مذہب بھی اپنا اچھا اثر نہیں ڈال سکتا (۱)، نیز انہوں نے مسلم معاشرے کے زوال کا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے لاتعلقی قرار دیا ہے۔ (۲)

خود حضرت شاہ ولی اللہ نے اس دور کی مذہبی بے راہ روی کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض ملخصاً درج کی جاتی ہیں جو آپ کی کتاب تفہیمات سے لی گئی ہیں:

تم نمازوں سے غافل ہو..... کوئی اپنے کاروبار میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت ہی نہیں پاتا، اور کوئی اپنی تفریحوں اور خوش گپیوں میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ نماز فراموش ہو جاتی ہے۔

تم زکوٰۃ سے غافل ہو..... تم میں کوئی مال دار ایسا نہیں جس کے ساتھ بہت سے کھانے والے لگے ہوئے نہ ہوں وہ ان کو کھلاتا اور پہناتا ہے، مگر زکوٰۃ و عبادت کی نیت نہیں کرتا، تم رمضان کے روزے بھی ضائع کرتے ہو اور اس کے لیے طرح طرح کے بہانے بناتے ہو..... چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ پڑیں۔

اے بنی آدم! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کر لی ہیں جن سے دین متنفر ہو گیا ہے۔ (۳)

(۱) نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ، ص ۳۳

(۲) ایضاً، ص ۳۳

(۳) یہ تمام تراقتباسات تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۱-۳۶۳ سے ملخصاً ماخوذ ہیں

حضرت مظہر اپنے دور کے مذہبی ماحول کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں:

ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے، معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت سی غنیمت ہے (۱)۔

سلاطین اسلام کے عہد کا ایک اہم عہدہ محتسب شہر بھی ہوتا تھا جو اپنے علاقے کی اخلاقی اقدار کے تحفظ کا ذمہ دار تھا، یہ محتسب اٹھارہویں صدی میں موجود تھے لیکن جب سلاطین و امراء خود لہو و لعب میں مستغرق ہوں تو محتسب عوام سے باز پرس کیسے کر سکتا ہے؟

مرقع دہلی میں اس دور کی مذہبی بے راہ روی اور عیش کوشی کے واقعات تفصیل سے لکھے گئے ہیں عیش و عشرت کے کئی واقعات کے ضمن نواب صاحب نے لکھا ہے کہ امراء و عوام محتسب کی پروا کیے بغیر داد عیش میں مصروف ہیں یہاں تک کہ اس دور کے محتسب میں قوت احتساب ہی نہیں رہی:

قدرت احتساب در خود نمی یابد (۲)۔

(۱) غلام علی دہلوی: مقامات مطہری، ص ۴۲ (فارسی)

ان ایام میں جو مذہبی فتنے پیدا ہوئے ان میں نمود و انمود کا فتنہ بھی تھا، جس نے عوامی زندگی کو خاصا متاثر کیا تھا، اس فتنہ کا بانی اپنی کتاب کو الہامی خیال کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ نبوت اور وصیت کے درمیان ایک اور لاہوتی عہدہ ہے جسے وہ ”بیگوکت“ کے لفظ سے تعبیر کرتا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا گیلانی کا مقالہ مشمولہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۶۶-۱۶۸)

(۲) درگاہ قلی نواب: مرقع دہلی، ص ۳۸

اس قسم کے اقدام سے بعض صوبوں میں مسلمانوں کی زندگی انتہائی تلخ ہو گئی تھی، حضرت مظہر کے معاصر جید عالم شاہ عنایت قادری قصوری (۱) نے بعض علاقوں کو غلبہ، ہنود کے باعث دارالحرب قرار دیا تھا (۱) حضرت مظہر کے خلیفہ اجل قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام ضعیف ہو چکا ہے، کفر کے ظہور اور مغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے، بادشاہوں میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی (۲)۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے بادشاہ کے نام ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جاٹوں کے زیر اثر علاقوں میں کسی کو اذان دینے کی مجال نہیں ہے (۳)۔ اسی قسم کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد حضرت مظہر نے تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس وقت سارا ہندوستان ”کفرستان“ بن گیا ہے: ہر چہار طرف کفرستان است (۴)

اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی جداگانہ ملی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے، اس دور کے بہت سے بااثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے، صوفیہ خام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندومت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان سے قریب تر کر دیا تھا (۵)۔

(۱) شاہ عنایت قادری شطاری، پنجاب کے نامور علماء اور مشائخ میں سے تھے، حدود ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء میں انتقال ہوا۔ (حدیقۃ الاولیاء، ص ۶۳-۶۴)

(۲) شاہ عنایت نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ”در مسئلہ حربی و دارالحرب“ کے نام سے تالیف کیا تھا

(۳) غلام مصطفیٰ خان: لواح، ۱۷۵/۲۳۹ (۴) نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۸۸/۲

(۵) قریشی، عبدالرزاق: مکاتیب میرزا مظہر، ۵۵/۷۵

(۶) اس موضوع پر ڈاکٹر محمد عمر نے ”ہندو تہذیب اور مسلمان“ کے عنوان سے ایک ضخیم مقالہ لکھا ہے جو رسالہ برہان میں بالاقساط چھپا تھا۔ (دیکھیے مآخذ مقدمہ و حواشی)

## علماء و صوفیہ کی حالت

اس مذہبی بے راہ روی کے دور میں علماء و صوفیہ جن کا مقصد حیات سلاطین، امراء و عوام کی اصلاح تھا، خود ان کی حالت افسوسناک تھی، یہاں اس ماحول کا تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین صاحب ملفوظات اور دیگر راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی دعوت و عزیمت کی کوششوں کو باسانی سمجھ سکیں۔

حضرت مظہر کے معاصر اور اس عہد کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ نے علماء، فقہاء اور واعظوں کو خطاب کر کے جس طرح انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے اس دور کے علماء کی افسوس ناک حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں:

اے بد عقلو! جنہوں نے اپنا نام ”علماء“ رکھ چھوڑا ہے، تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو اور صرف و نحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے، یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنت ثابتہ قائمہ کا..... لیکن ان دنوں جن چیزوں میں تم الجھے ہوئے ہو اور جس میں سر کھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ یہ دنیا کے علوم ہیں..... علم کا پڑھنا تو اسی لیے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں..... تم نے اپنے حالات سے عام مسلمانوں کو یہ باور کر دیا ہے کہ علماء کی بڑی کثرت ہو چکی ہے حالانکہ ابھی کتنے بڑے بڑے علاقے ہیں جو علماء سے خالی ہیں اور جہاں علماء پائے جاتے ہیں وہاں بھی دینی



شعار کو غلبہ حاصل نہیں ہے..... تم لوگوں کو جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سنا تے ہو، اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر دی ہے حالانکہ تم تو اس لیے پیدا کیے گئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے (۱)

شاہ ولی اللہ کے اس خطاب سے اس اس دور کی مذہبی فضا اور علماء کی زندگی واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ کس طرح علماء اپنے منصب کی حقیقت کو فراموش کر کے یونانی علوم کی ترویج اور صرف و نحو میں مستغرق تھے۔

شاہ صاحب اس عہد کے فقہا کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں فقیہ اس شخص کا نام ہے جو باتونی ہو زور زور سے ایک جبرے کو دوسرے جبرے پر پٹکتا ہو، جو فقہا کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کر کے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے، کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جبروں کے زور سے چلتا کرتا ہے..... فقہا جو پہلے عوام کے مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے اور سلاطین اور بادشاہوں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے اب بادشاہوں کے آستانوں پر جھک کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں (۲)

اگر احبار یہود کی حالت دیکھنا چاہو، تو آج کل کے علماء کو دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو تو آج کل کے مشائخ کے سامنے بیٹھ کر

(۱) شاہ ولی اللہ: تہہیمات الہیہ مترجمہ اقتباسات مشمولہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی، الفرقان، شاہ

ولی اللہ نمبر، ص ۱۴۹-۱۵۰

(۲) شاہ ولی اللہ: الانصاف بحوالہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر،

ص ۱۲۳-۱۶۵

کھینچ لو (۱)

بے شک اس عہد میں صوفیہ خام کی حالت بھی بہت ہی افسوس ناک تھی، کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے، سید عبدالولی عزت نے داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کر لی تھی، اس طرح مرزا گرامی لباس صوفیہ کے باوجود قلندر مشرب اور ہر مذہب کو پسند کرتے تھے (۲) کئی صوفیہ ہندوؤں کو اعلانیہ مرید کرتے تھے چنانچہ شاہ آل محمد (۱۱۶۳ھ) کے کئی ہندو مرید تھے، ان میں جین بیراگی، کشن داس اور شامی کے نام ملتے ہیں۔

دہلی کے ایک صوفی خواجہ محمد اشرف کے گھر پر بسنت کا میلہ ہوتا تھا۔ شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے، نامی رقاصائیں کیسری لباس زیب تن کر کے وہاں برائے رقص آتی تھیں (۳)، اسی طرح شاہ کمال الدین حسین صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن راجہ بلاس رائے کے دربار سے وابستہ تھے (۴)۔

شاہ وارث الدین کے گھر میں اکثر راگ و رنگ کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں (۵) مجنون نانک شاہی کی حرکات ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے جاذب نظر تھیں (۶) شاہ کمال دہلوی خرقہ پوشی، نفاست لباس، پر تکلف خوارک میں بے نظیر تھے، وجد و سماع کے حد سے زیادہ شائق تھے، وہ ”اصطلاحات تصوف اور استعارات مشائخ“ کو رنگین پیرایہ بیان میں سناتے تھے (۷) شاہ غلام محمد راول پور (نواح

(۱) شاہ ولی اللہ: الفوز الکبیر بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۵۹

(۲) محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان، مئی ۱۹۶۸ء ص ۳۵۴۔ بحوالہ تحفۃ الشعراء و سفینہ ہندی

(۳) محمد عمر: ایضاً مقالہ مشمولہ برہان، نومبر ۱۹۶۸ء ص ۳۵۴

(۴) ایضاً، جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۵۱ (۵) قاسم، قدرت اللہ: مجموعہ نقرہ ۲/۲۹۱

(۶) درگاہ علی خان: مرقع دہلی، ص ۳۳ (۷) ایضاً، ص ۲۵

دہلی) سماع کے اس قدر شائق تھے کہ اقوال ان کے ہاں ملازم تھے (۱)۔  
 خانقاہی نظام جو کہ تعلم و تربیت کا بہت بڑا منبع تھا، تباہ ہو گیا تھا۔ مرقع دہلی کے  
 مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مزارات عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے،  
 بسنت کے روز عوام و خواص قدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (دہلی) کے مقام  
 پر جمع ہوتے تھے، قوالی، مجرا اور پری پیکر نازنین بھی شامل ہوتی تھیں، یہاں سے  
 فارغ ہو کر لوگ مع ساز و سامان راگ و رنگ، دیگر مزارات پر جاتے تھے (۲)  
 بزرگان دین کے عرس محض ان کی یاد تازہ کرنے اور ان کی تعلیمات کے پرچار  
 کیلئے کیے جاتے تھے لیکن اس دور کے اکثر عرس لہو و لعب کا مرکز بن کر رہ گئے، دہلی  
 کے تقریباً ہر عرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے اور موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے  
 لیے جانے والوں کا یہ عالم تھا کہ صبح سے وہاں پہنچ کر نشست پر قبضہ کیا جاتا تھا بصورت  
 دیگر انہیں وہاں جگہ ہی نہیں ملتی تھی (۳)۔

جٹا قوال نہ صرف عرسوں بلکہ مجالس صوفیہ کی جان تھا (۴) حضرت مظہر نے  
 اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بے گانگی کا بھی ذکر کیا ہے، وہ بزرگوں  
 کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں (۵)

جہلا اولیاء کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے اور انہوں نے ان کی  
 قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا (۶) اس بے راہ روی کے بقیہ اثرات زائل کرنے کے لیے  
 چودھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کو عورتوں کے عرسوں

(۱) ایضاً، ص ۲۰ (۲) ایضاً، ص ۳۰، ۳۱

(۳) ایضاً، ص ۵۵ (۴) ایضاً، ص ۶۸

(۵) نعیم اللہ بہرائچی: معمولات مظہریہ۔ ص ۳۹

(۶) شاہ ولی اللہ: تفہیمات بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۱

میں شمولیت اور مزارات پر جانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دینا پڑا (۱)  
ان حالات میں حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ نے صوفیہ پر کڑی تنقید  
کی (۲)۔

تعلیم سلوک کا معیار بھی بہت گر گیا تھا، حضرت مظہر لکھتے ہیں:

(کشف کی) یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں کیوں  
کہ پیروں میں کشفی نسبت بہت کمیاب ہے، پھر مریدین بھی ضعف ہمت  
کے باعث اجازت ارشاد اور بشارات کے لیے بے چین رہتے  
ہیں (۳)۔

حضرت مظہر نے ایک اور مقام پر اپنے زمانے کا تیس سال پہلے کے روحانی  
عروج سے تقابل کیا ہے:

اس آخری زمانہ میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہو گئی، ہیں  
جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر  
میں سرعت تھی، ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا (۴)۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے علماء و صوفیہ صدہا قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے اور  
ان کی حرکات کا اثر ہر کس و ناکس پر پڑتا تھا، بقول پروفیسر نظامی:  
اس قسم کے صوفیہ نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ ملت کے

(۱) احمد رضا خان: (رسالہ) جمل النور فی نبی النساء عن زیارة القبور، طبع لاہور (س۔ن) ایضاً:

حرمت سجدہ تعظیم، لاہور ۱۹۷۷ء

(۲) تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”صوفیہ کی اصلاحی کوششیں“ ملاحظہ کریں

(۳) مظہر: مکاتیب (مکتوب نمبر ۲ شامل مقامات مظہری)

(۴) غلام علی دہلوی: مقامات مظہری، ص ۳۸ (فارسی)

قوائے عمل کو بھی شل کر دیا تھا (۱)

اس عہد کے راسخ العقیدہ صوفیہ خصوصاً حضرت مظہر نے ایسے صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی اور تصوف کی صحیح اسلامی روح پیش کرنے کی سعی کی۔

### صوفیہ کی اصلاحی کوششیں

پاکستان و ہند کی معاشرتی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرنے والے مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ یہاں معاشرہ کی اصلاح، تبلیغ دین، اخلاقی قدروں کی حفاظت معاشرے کے جس طبقے نے کی ہے وہ صوفیہ کرام ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے راسخ العقیدہ امراء اور اعیان سلطنت کو خط و کتابت کے ذریعے اپنا ہم خیال بنا کر دین کی تبلیغ کے لیے قدم اٹھایا، اس اقدام سے جہاں بہت سے مفید نتائج برآمد ہوئے وہاں اس نتیجے کا خصوصیت سے ذکر کیا جا رہا ہے کہ کم از کم معاشرے میں سلاطین و امرا کی بد اعمالیوں سے جو برے اثرات پڑتے ہیں معاشرہ بہت حد تک اس سے بچا رہا، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کی اولاد اور خلفاء نے ہندوستان کی معاشرت کے اس نفسیاتی راز کو بخوبی جان لیا تھا کہ اگر اس ملک میں اسلام کو سیاسی برتری حاصل نہیں ہوگی تو یہاں اس دین کا قائم رہنا دشوار ہے (۲)۔

(۱) نظامی: تاریخ مشائخ چشت - ص ۳۶۰

(۲) نقشبندی صوفیہ کے سلاطین سے روبرو کے لیے ملاحظہ ہو:

Nizami, K.A : Naqshbandi influence of mughal Rulers and Politice, islamic Culture, Deccan January, 1965.

اورنگ زیب کے نقشبندی مشائخ سے گہرے روابط کی تفصیل کے لیے حسانت الحرمین پر ہمارا

مقدمہ ملاحظہ کریں



: ملفوظات پہلے روزہ :

پہنچا ستر ۲۰ کہہ دیا

لیکن اٹھارھویں صدی کے حالات اس سے مختلف تھے، مسلم حکومت کا اثر و نفوذ تیزی سے ختم ہو رہا تھا، پہلے صوبے ہاتھوں سے نکلے، پھر مرکزی حکومت بھی متزلزل ہو گئی تو اس دور کے صوفیہ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اس پالیسی کی اصل روح اور اہمیت کا پتہ پلٹا جب یہاں سے "اسلام کی سیاسی برتری" کو شدید نقصان پہنچنا شروع ہوا، اس دور کے مختلف سیاسی واقعات سے مترشح ہوتا ہے کہ دشمن کا مقصد یہ بھی اس امر سے بخوبی آگاہ تھیں کہ جب تک ہندوستان کی مسلم حکومت مضبوط ہے، یہاں مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ناممکن ہے لہذا ان کے منہلے براہ راست دین اور دینی یادگاروں پر ہوتے تھے وہ اس میں اختلافات کو ہودینے میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت کام کر رہی تھیں۔

لیکن اسلام کی اس زبوں حالی اور ضعف کے باوجود بعض راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں عرب و وطن اعیان سلطنت کو منطوط نکھر کر اپنا اہم خیال بنایا، پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ زوال و انحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا، عوام کی حالت کا اندازہ لگایا، اعیان حکومت کی انفرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا (۱) اپنا نچہ انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس سیاسی زوال کو مذہبی اور ذہنی زوال کا پیش خیمہ نہ بننے دیا جائے، اس دور زوال میں پاکستان و ہند میں صوفیہ کی کمی نہیں تھی، بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صرف دہلی میں محمد شاہ کے عہد میں بائیس بزرگ صاعب ارشاد موبود تھے، ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے (۲) ان تمام بزرگان مزین دین کی اصلاحی کوششوں کا تذکرہ کرنا اس مقدمے میں ناممکن ہے۔

(۱) تفصیل کے ساتھ ہو: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ نوشتہ پروفیسر ضیاء احمد دہلوی، ص ۱۹

(۲) عبدالعزیز دہلوی، شاہ: ملفوظات عزیز یہ، ص ۱۰۱

ان میں سے حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مظہر، خواجہ میر درد، شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (سندھی)، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، شاہ فخر الدین دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمات کا مجمل سا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

شاہ ولی اللہ نے سیاسی زوال کے دور میں مایوسی اور قنوطیت کو پاس نہ آنے دیا، انہوں نے یہاں کے سلاطین و امراء کی صلاحیتوں کو بخوبی برکھنے کے بعد اپنے روحانی جد اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تقلید میں ”اسلام کو سیاسی برتری“ دلانے کے لیے جب مقامی سلاطین و امراء کو اس قابل نہ پایا تو دین کی حفاظت اور مسلم حکومت کے تحفظ کے لیے انہوں نے ایک غیر ملکی (احمد شاہ درانی) کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دے دی۔

شاہ ولی اللہ جیسے مصلحین کو تائید ایزدی سے کامل تھا کہ اصلاح کے تمام مطالبات انہی کے ذریعے پورے ہوں گے چنانچہ انہوں نے ان حالات میں صوفیہ کو اس طرح مخاطب کیا:

دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں، عابدوں اور کنج نشینوں سے سوال ہے جو خانقاہوں میں بیٹھے ہیں کہ جبراً اپنے اوپر دین کو عاید کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمہارا ایمان ہے..... اے وہ لوگو! جو اپنے آبا و اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو یعنی گزشتہ بزرگان دین کی اولاد میں ہو..... ہر ایک اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈلی میں الاپ رہا ہے..... جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے نازل فرمایا تھا..... اسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں ایک مستقل

پیشوا بنا ہوا ہے..... ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو

اس لیے مرید کرتے ہیں کہ ان سے ٹکے وصول کریں (۱)۔

اسی طرح حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (۲) نے ہدایت کی۔

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ خود سلاطین محنت کریں اور ملک گیری کو <sup>مطمح</sup>

نظر بنائیں، دوسرے ان کے امراء بھی مسلمان ہونے چاہئیں (۳)۔

حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی

اصلاحی کوششیں اس دور میں آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

حضرت میرزا مظہر جنہوں نے خود تیس سال حصول علم کے لیے صرف کیے تھے

اور تیس سال ہی آپ سالکان طریقت کی تربیت میں مصروف رہے تھے، سلاطین،

امراء اور دیگر اعیان سلطنت کی اصلاح کے علاوہ معاشرے کی اصلاح اور تربیت کی

طرف بھی کامل توجہ فرماتے۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے وہ بیگانگی کے باوجود

ایک ایک امیر کے حال سے باخبر تھے (۴)۔

حضرت مظہر ملک کی سیاسی قیادت میں کمی کے علاوہ ملک کی معاشی بد حالی کو بھی

زوال کا ایک بنیادی سبب تصور کرتے تھے، آپ تنگ دستی اور عسرت کا بار بار تذکرہ

فرمانے کے باوجود محب وطن امراء کو مالی بحران کا شکار دیکھ کر فرماتے ہیں:

(۱) شاہ ولی اللہ: تفہیمات، مترجمہ اقتباس مشمولہ مقالہ مولانا گیلانی، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر،

ص ۱۶۵-۱۳۸

(۲) حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۰-۵۲۹

(۳) نظام، غازی الدین خان: مناقب فخریہ، دہلی مطبع احمدی ۱۳۱۵ھ، ۱۸،

(۴) ملاحظہ ہو: تاریخ مشائخ چشت، حصہ چہارم، ص ۳۶۶-۲۵۹

(۴) مظہر: مکاتیب (کلمات طیبات)، مکتوبات نمبر ۴۵

اگر میرے پاس دولت ہوتی تو ان مایوس سرداروں پر خرچ کرتا اور انہیں بھیج دیتا کیوں کہ ہر قسم کے سردار ہم سے روابط رکھتے ہیں، کیا کروں: ع

بے زری کر دہمن آنچہ بقاروں زر کرد (۱)

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (۲) (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) جن کا ذکر احمد شاہ درانی کے سلسلہ میں گذر چکا ہے ان کے مکتوبات میں بھی وہی مسائل زیر بحث آئے ہیں جن کا حل مکاتیب مظہر میں پیش کیا گیا ہے۔

مصلحین صوفیہ میں حضرت خواجہ میر درد (۱۷۱۹-۱۷۸۵ء) کا خاص مقام ہے، وہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کی اولاد سے تھے ان کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب (۱۶۹۲-۱۷۵۹ء) سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور خود ”طریقہ محمدیہ“ کے بانی تھے خواجہ میر درد اپنے والد کے خلیفہ تھے، شریعت و طریقت میں صوفیہ نے جو تفریق پیدا کر دی تھی وہ اس کے پر جوش مخالف اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے حقیقی معانی و مفہوم سمجھانے والے تھے، انہوں نے مسائل تصوف کی توضیحات جس طرح کی ہیں، ان سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اسے ہر قسم کے غیر اسلامی

(۱) مظہر: ایضاً، کلمات طیبات ۶۹/۶۰

(۲) حضرت شاہ فقیر اللہ علوی، سندھ کے معروف شیخ طریقت اور سلسلہ نقشبندیہ کے مایہ ناز محقق تھے۔ ان کا سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے: شاہ فقیر اللہ، شیخ محمد مسعود پشاوری، حاجی محمد سعید لاہوری، شیخ سعد اللہ وزیر آبادی، شیخ آدم بنوڑی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم (مکتوبات شاہ فقیر اللہ ۷۴ / ۳۱۳-۳۱۴) مکتوبات کے علاوہ قطب الارشاد اور فتوحات غیبیہ، شاہ فقیر اللہ کی بلند پایہ کتب تصوف ہیں، ان میں سے فتوحات غیبیہ کے ابتدائی حصے کو پروفیسر سعید اللہ جان نے مرتب کیا اور ان کے احوال و آثار پر پروفیسر امین اللہ علوی نے مقالات لکھے۔

اثرات سے پاک کرنا چاہتے تھے، وہ فارسی و اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے (۱) ان کے دواوین کے علاوہ ”علم الکتاب“ اور ”رسائل اربعہ“ کے مطالعے سے ان کے افکار واضح ہو سکتے ہیں۔

دیگر مشائخ کی طرح خواجہ درد بھی حالات کی دگرگونی سے متاثر اور عوام کی معاشی عسرت سے بخوبی آگاہ نظر آتے ہیں، اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں:

پریشان خاطر ی ابنای زمان ناحق من فارغ بال را متردد  
میگرداند و دردناک می سازد و بے روزگاری محبان  
و دوستان عبث من خوش حال را صدمہ غم خواری  
ایشان رساند در فکر می اندازد کہ از چار طرف عجب  
عجب گردباد غبار خاطر ہا بر می خیزد... این و شہر و  
شہر یاران را در حفظ و امان خود دارد و فوج بے گانہ را  
باین سمت نیارد و باشندگان این جا از بلای غارت و  
عسر معیشت محفوظ مانند (۲).....

صوفیہ کرام کے اس گروہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت مظہر کے

(۱) حال ہی میں اپنی میری شمل کی ایک اہم کتاب طبع ہوئی ہے جس کا نصف حصہ خواجہ میر درد سے متعلق ہے۔ ملاحظہ ہو:

Annemarie Shimmel : Pain and Grace, E.J. Brill, 1976.

نیز اردو میں بھی دو کتابیں اس سلسلے کے افکار کے لیے ملاحظہ کریں:

اول: قدیر احمد کی خواجہ میر درد (ذکر و فکر) دہلی ۱۹۶۳ء۔

دوم: وحید اختر کی تالیف میر درد (تصوف و شاعری) علی گڑھ ۱۹۷۱ء۔ نیز مقدمہ دیوان درد

(اردو) نوشتہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور

(۲) درد، خواجہ میر: درد دل (رسالہ) مطبوعہ بھوپال (شامل رسائل اربعہ درد)، ص ۱۸۱



جانشین شاہ غلام علی دہلوی کی اصلاحی و تبلیغی کوششیں بھی لائق صد آفرین ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹-۱۲۳۹ھ ۱۷۲۶-۱۸۲۲ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک تبحر عالم تھے، ان کی علمی قابلیت سے سارا ہندوستان مستفید ہوا، عرب سے بہت سے علماء علم حدیث کے حصول کے لیے حاضر خدمت ہوئے، ان کے عہد میں علوم دینیہ میں ایک خاص وقار قائم ہو گیا، شاہ صاحب بلند پایہ کتابوں کے مولف تھے جن میں سے ”تفسیر عزیزی“ اور ”تحفہ اثناء عشریہ“ زیادہ مشہور ہیں۔

شاہ صاحب کے ملفوظات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے دل میں مذہب سے متعلق بہت سے شبہات پیدا ہو گئے تھے اور یہ انہی کا تبحر اور قابلیت تھی کہ ان کو مطمئن کر دیتے تھے، ایک انحطاط پذیر سوسائٹی میں عوام کے مذہب و ذہن اور شعور کو انتشار سے بچالینا شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ ہے، وہ عوام کی نفسیات سے واقف تھے، مرض کی تشخیص کر چکے تھے اس لیے علاج بھی ہمیشہ کارگر ہوتا تھا، شاہ صاحب کی مساعی کے یہ چار پہلو تھے:

- (۱) علوم دینی یعنی قرآن و حدیث کا چرچا کرنا اور ان کا صحیح معیار قائم کرنا۔
- (۲) اس زمانے کے غلط مذہبی نظریات کی تصحیح اور مسلمانوں کو ذہنی انتشار سے بچانا۔

- (۳) ہندوستان کے عرب کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرنا۔
- (۴) ہندوستان کو دارالحدیث قرار دے کر جہاد کی روح پھونکنا اور مجاہدین کی سرفروش جماعت پیدا کرنا (۱)۔

(۱) نظامی: مکتوبات، ص ۲۴۲-۲۴۴ (ملخصاً)

## حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

### ابتدائی حالات

آپ علوی سادات میں تھے، امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے، آپ کے والد ماجد شاہ عبداللطیف کبرائے عصر میں تھے، حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی (۱) سے بیعت تھے، قادری، چشتی اور شطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے۔ (۲)

بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے اور تنہا اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے (۳) حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی، خاندانِ فاضلی کے ایک فرد سید حسن شاہ نے نقشبندی فیض حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے پایا تھا، انہوں نے انہیں خالی محترم رکھا لکھا ہے۔ (۴)

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ (۵)

(۱) شاہ ناصر الدین قادری کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے۔

(۲) رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۱۳۹

(۳) ایضاً ۱۴۰ (۴) ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ ص ۱۸، ۱۲۴

(۵) رافت: جواہر علویہ ۱۳۹۔ سالِ ولادت میں اختلاف ہے، حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے ضمیرہ

مقامات مظہری میں سالِ ولادت ۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص ۱۴۰) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ

ضمیرہ جواہر علویہ کی تلخیص ہے، (ص ۱۳۹) نیز حضرت رافت نے درالمعارف میں بھی سالِ ولادت

۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ص ۱۵۳ مطبوعہ ترکی)

آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام فقیر عبداللہ عرف غلام علی لکھتے ہیں (۱) لیکن عوام و خواص میں آپ کی شہرت حضرت شاہ غلام علیؒ کے اسم گرامی سے ہے۔

آپ کے والدین اور عم بزرگ نے اپنے خوابوں کی بشارت کے مطابق آپ کے مختلف نام رکھے چنانچہ والد محترم نے آپ کا اسم شریف علی، والدہ محترمہ نے عبدالقادر اور عم بزرگوار نے عبداللہ رکھا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں قیاس ہے کہ بٹالہ ہی میں ہوئی ہوگی، دہلی میں بھی اپنے پنجابی نژاد ہونے کا احساس تھا، فرمایا کرتے تھے۔

”من ہموں یک مرد پنجابی نالائق کہ بودم ہستم“ (۲)

آپ کے والد چاہتے تھے کہ آپ کو اپنے مرشد شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت کروادیں چنانچہ اسی ارادہ سے آپ کے والد نے آپ کو بٹالہ سے دہلی بلایا، آپ روز شنبہ ۱۱ رجب (۳) ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو دہلی پہنچے (۴) لیکن اتفاق سے اسی روز حضرت شاہ ناصر الدین کا انتقال ہو گیا، آپ کے والد نے فرمایا کہ ہم تو تمہیں

(۱) شاہ غلام علی: ایضاح الطریقۃ مطبوعہ ۱۲۸۲ھ ص ۲ (رسائل سب سے زیادہ)

(۲) رافت: در المعارف ۳۵

(۳) حضرت شاہ غلام علی کے ورود دہلی کا سنہ ۱۱۷۴ھ تو تذکروں میں مذکور ہے لیکن تاریخ ورود ہم نے آپ کے اس ملفوظ مبارک سے اخذ کی ہے۔ ”حضرت ایشاں فرمودند کہ امروز (روز شنبہ یازدہم رجب) روز وصال حضرت شاہ ناصر الدین قادری است... مرشد والد بزرگوار این ذرہ بے مقدار بودند کہ شب گذشتہ این روز ازین سرای فانی رخت بر بسته بودند و من ہم ہموں روز از وطن خود آمدہ بودم چون درین مکان کہ حضرت دہلی ست رسیدم و الدم بسیار خوش شدند کہ مرا از مرشد خود بیعت نمایند، اتفاقاً بعد از چند ساعات جناب مرشد ایشاں ارتحال فرمودند“ (در المعارف ص

(۴) ایضاً (۹۷)

اپنے پیر سے بیعت کروانا چاہتے تھے لیکن خدا کی رضا یہی تھی اب تم جہاں اپنی باطنی کشاکش معلوم کرو وہاں بیعت کر لو۔ (۱)

۱۱۷۴ھ کو آپ کی عمر تقریباً سترہ یا اٹھارہ سال تھی (۲) اس کے بعد ۱۱۷۸ھ میں جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے بیعت ہوئے، ۱۱۷۴ھ تک چار پانچ سال آپ نے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر، خواجہ میر درد، حضرت شاہ فخر الدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی اسی دوران استفاضہ کیا۔ (۳)

خود فرماتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت میرزا مظہرؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔ (۴)

حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لی اور ان سے بخاری شریف پڑھی۔ (۵)

(۱) رافت: جواہر علویہ ص ۱۳۰ (۲) رافت: درالمعارف ۱۵۳

(۳) شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری

(۴) رافت: جواہر علویہ ۱۳۱

(۵) عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷/ ۳۵۶، عبدالرحیم: مقالات طریقت ۱۲۹۱ھ۔ مطبوعہ حیدرآباد ۱۲۹۲ھ (بحوالہ معارف ستمبر ۱۹۶۵ء) حضرت شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے فرزندوں میں سے کسی سے شاہ غلام علیؒ نے حدیث کی سند حاصل کی تھی (ضمیمہ مقامات مظہری ۱۳۲) ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علیؒ درس دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے تبحر علم سے متاثر ہو کر کہا کہ آپ کی وقت نظر شاہ عبدالعزیز سے زیادہ ہے، تو آپ نے جواباً فرمایا: ”توبہ! ایشان بحر علم و دریائے بیان انداز گل گلدستہ مہیا سازند و من گل آن غنچہ میکنم“ (درالمعارف ۷۵-۷۶) اس ملفوظ گرامی سے بھی آپ کے شاہ صاحب سے استفادہ کرنے کی روایت کو تقویت ملتی ہے، نیز آپ نے شاہ صاحب کو استاد من بھی لکھا ہے۔ (رسالہ رد اعترافات بر حضرت مجدد، رسائل سبع سياره ص ۳۶)

شاہ غلام علی اور شاہ عبدالعزیز محدث کے مابین مراسلت بھی تھی (۱)۔

## حضرت میرزا مظہرؒ سے بیعت

بائیس سال کی عمر میں ۱۱۷۸ھ / ۱۷۹۴ء کو آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناؒ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو میرزا صاحب نے فرمایا کہ جہاں ذوق و شوق ہو اور کیفیات میسر آئیں وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک کے پتھر کھانا ہے۔ آپ نے عرض کیا مجھے یہی منظور ہے، پھر مبارک ہے بیعت کریں (۲)۔ اس کے بعد آپ نے شدید مجاہدات کئے اور ہر قسم کا تعلق منقطع کر کے شب و روز تنہائی اور ذکر و اذکار میں بسر کرنے لگے۔

آخر آپ کے احوال تبدیل ہوئے اور دنیا کے چپے چپے سے بڑے بڑے اکابر مشائخ مشیخت کے حلقہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے فیض یاب ہو کر سارے عالم اسلام کو اپنے قلوب کی حدت اور نورِ ایمان سے منور کیا۔

## معمولات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناؒ کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے، آپ کے شب و روز یادِ الہی میں کچھ اس طرح بستر ہوتے تھے کہ: صبح کی نماز اول وقت میں لمبی قرأت و قنوت سے ادا کرتے اور پھر طالبوں کو توجہ دیتے اور ذکر کے حلقہ میں اشراق تک مشغول رہتے، پھر تفسیر و حدیث کا درس دیتے، پھر انوارِ الہی کے القایں زوال تک سرگرم عمل رہتے، زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے، پھر ضروری تحریرات کی طرف توجہ کرتے۔

(۲) رافت: جواہر علویہ ۱۴۱

(۱) فتاویٰ عزیز یہ ۲۳۳-۲۳۶



ظہر کی نماز کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے، عصر کی نماز اول وقت میں ادا کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پڑھاتے تھے، نماز مغرب تک حلقہ و مراقبہ ہوتا، شام کے بعد خاص مریدین کو توجہ دیتے، پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر نماز سے فراغت کے بعد ساری رات ذکر و مراقبہ میں گزار دیتے اگر نیند غلبہ کرتی تو کچھ وقت سو لیتے، چارپائی پر شاید ہی لیٹے ہوں یا کبھی پاؤں پھیلائے ہوں، عموماً آپ بیٹھے رہتے تھے اور آپ کا انتقال بھی اسی حالت میں ہوا۔

اپنی ذات کے لیے کچھ خرچ نہ کرتے تھے لباس ہمیشہ موٹا اور سادہ پہنا کرتے

تھے۔ (۱)

## حضرت شاہ غلام علیؒ اور ملکی سیاست

حضرت شاہ غلام علیؒ کے زمانے کے سیاسی حالات اور فضا ایسی مکرر فضا تھی کہ حضرت شاہ غلام علیؒ نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات بحال رکھے تاکہ ان کے ذریعہ حتی الامکان مسلمانانِ ہند کے احوال کی اصلاح کی جاسکے۔

چنانچہ سید اسماعیل مدنیؒ کے کہنے پر جامع مسجد دہلی میں تبرکات کے ساتھ تصاویر کی موجودگی کے سلسلہ میں حضرت شاہ غلام علیؒ نے بادشاہ ہند محمد اکبر (ثانی) کو تنبیہ کی اور اسے بڑی پرستی قرار دے کر تصاویر وہاں سے نکلوا دیں، ایک مکتوب کے ذریعہ بادشاہ کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں، یہ مکتوب آپ کے مجموعہ مکاتیب میں شامل ہے (۲)، اس مکتوب کے بارے میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے لکھا ہے:

امر بالعمر و ف و نہی عن المنکر شیوہ شریف بود بہ بادشاہ

(۱) رافت: جواہر علویہ ۱۳۳-۱۳۴

(۲) شاہ غلام علی دہلوی: مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی، مکتوب نمبر ۶۰ ص ۴۴

چہ قدر احتساب فرمودہ اند و برگز درین امر خوف  
 نداشتند مکتوبی کہ بادشاہ اکبر شاہ در احتساب نوشتہ  
 اند در مکتوبات شریف موجود است  
 نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ایک مرتبہ (ہیلیمٹ) کلاہ نصاریٰ سر  
 پر رکھے حاضر ہوئے آپ نے طیش میں آ کر اُسے منع فرمایا، اس نے عرض کی کہ اگر  
 یہی احتساب ہے تو میں پھر نہیں آؤں گا، وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور ان کے صفہ  
 کی سیڑھیوں تک پہنچا تھا کہ اپنی کلاہ خدمت گار کو دے کر حاضر خدمت ہو کر بیعت  
 کی (۱)۔

آپ کا ترک و تجرید اس درجہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور امراء ہمیشہ تمنا کرتے  
 رہے کہ خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ منظور فرمائیں لیکن اکثر یہی قطعہ زبان مبارک پر  
 رہتا تھا۔ (۲)

خاک نشینی است سلیمانیم یک بود افسر سلطانیم  
 ہست چہل سال کہ مے پوشم کھنہ نہ شد خلعت عریانیم  
 نواب امیر خان والی ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی، حضرت شاہ رؤف  
 احمد سے فرمایا کہ یہ شعر لکھ دو:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم

بامیر خان بگوئی کہ روزی مقرر است (۳)

ایک مرتبہ نواب شاہ نظام الدین کی تعزیت کے لئے دہلی میں لوگوں کا اجتماع

(۱) شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۴۴

(۲) جواہر علویہ

(۳) ایضاً ص ۱۴۴-۱۴۵

ہوا آپ بھی تشریف لے گئے، وہاں دہلی کا انگریز ریڈنٹ میٹکالف (۱) بھی آیا تو سب حاضرین اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن آپ نہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اُس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا تا کہ آپ کی نظر اس کے چہرہ بد پر نہ پڑے، اس نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا، تو اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی، جس سے آپ بہت آزرده خاطر ہوئے، آپ نے زجر و توبیخ کرتے ہوئے اُسے کتے کی طرح دھتکار دیا، وہ پھر آپ کی طرف لپکا آپ نے تلخ کلامی سے منع کیا، جب وہ اپنے مکان پر پہنچا تو اس نے اپنے ملازمین میں سے کسی سے کہا کہ ”میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔“ (۲)

## وصال

آپ کو ہمیشہ شہادت کی موت کی آرزو رہی، عمر شریف کے آخری حصہ میں آپ پر بواسیر کا مرض غالب آ گیا، ان ایام میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب بھی مرض بڑھتا وصیت نامہ تحریر فرماتے تھے۔

آپ نے تکلیف کے دنوں میں حضرت شاہ ابوسعیدؒ کو کئی خط لکھے کہ آپ جلد از جلد دہلی پہنچیں چنانچہ شاہ ابوسعیدؒ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر دہلی حاضر ہو گئے۔

ہفتہ کے روز مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو جلدی بلاؤ یعنی حضرت شاہ ابوسعیدؒ کو طلب فرمایا، مولوی صاحب جا کر میاں صاحب کو بلا لائے، جب اندر گئے تو نظر مبارک اُن پر جمائی اُسی وقت اسی استغراق و مشاہدہ

(1) Charles Theophilus Baron Metcalf (1785-1846), Dictionary of Indian Biography p.287

میں رُوحِ قفسِ مبارک سے پرواز کر گئی ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء بعد اشراقِ یہ واقعہ ہوا، اس مصرعہ سے تاریخِ وفات نکلتی ہے:

جان بحق، نقشبند ثانی داد (۱)

حضرت شاہ ابوسعیدؒ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنہیں آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اکابر خلفاء

آپ کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے ۹ سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جب کہ حضرت شاہ روف احمد مجددیؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبانِ حق آپ کے حلقہ بگوش تھے، فرماتے ہیں:

”حلقہٴ مستفیدانِ طریقت کہ حلقہٴ اخلاص بہ گردن ارادت داشتند، می گشتند چون نظر فرمودند کہ مجمع معتقدان باخلاص و مخلصان بے شمار ست کہ مردمان از سمرقند و بخارا و غزنی و تاشکند و حصار و قندھار و کابل و پیشور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امر وہہ و سنبھل و بریلی و رام پور و لکھنو و جائیس و بھڑائچ و گورکھپور و عظیم آباد و ڈھا کہ و بنگالہ و حیدر آباد و پونہ و غیر بابہ طلب حق جل و علاء او طان خود گذاشته آمدہ بودند“ (۲)

(۱) شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۵۶-۱۵۸

(۲) رافت روف احمد مجددی: در المعارف ص ۶۵-۶۶ ترکی ۱۹۷۳

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لا تعداد تھے، آپ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومیؒ کے مریدین کی تعداد سنہ مذکور تک ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے متبحر علماء جوان سے فیض یاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ ان کا نہایت درجہ ادب کرتے تھے:

”مولانا درآن دیار اظہار ساخت کہ قریب صد ہزار مردمان حلقہ ارادت بگردن اخلاص نہادہ اندا و دست بیعت دامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند“ (۱)

یہ تو شاہ صاحب کے معتقدین کے بیانات تھے فکر جدید کے علم بردار سرسید احمد خان کی اپنی شہادت بھی ملاحظہ ہو:

میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم و شام اور بغداد اور مصر اور چین اور جیش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح اُڈے تھے۔“ (۲)

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ ملفوظات چہل روزہ میں فرماتے ہیں کہ ایک روز خود حضرت شاہ غلام علیؒ فرمانے لگے:

(۱) ایضاً ۱۰۸۔ جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سہواً بحوالہ جواہر علویہ ص ۲۴۱۔ مریدین و خلفاء کی یہ تعداد حضرت شاہ غلام علیؒ سے منسوب کردی ہے۔ (تاریخی مقالات ص ۲۱۵) حالانکہ یہ تعداد تو مولانا خالد رومی کے معتقدین کی ہے۔

(۲) احمد خان، سرسید: آثار الصنادید۔ دہلی ۱۹۶۵ء ص ۴۶۳-۴۶۵



ہمارا فیض دُور دُور تک پہنچ گیا ہے، حضرت مکہ معظمہ، حضرت مدینہ منورہ،

بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔ (۱)

آپ کے چند اکابر خلفاء کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے جن سے ہندوستان

میں اسلامی اقدار محفوظ رہیں باوجودیکہ کہ اسلامی سلطنت کا خاتمہ اور دشمن اسلام فرنگی

کا تسلط ہو چکا تھا۔

(۱) غلام محی الدین قصوری مولانا: ملفوظاتِ چہل روزہ

## حضرت شاہ ابوسعید دہلوی مجددی

حضرت شاہ ابوسعید دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی کے جانشین اول اور معروف شیخ طریقت تھے۔

حضرت شاہ ابوسعید کا نام زکی القدر بن شیخ صفی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۹۷۱-۱۰۳۴ھ/ ۱۵۶۳-۱۶۶۳ء) سے ملتا ہے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۹) شاہ ابوسعید کی ولادت ۲ ذی القعدہ ۱۱۹۶ھ/ ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور (Rampur) میں ہوئی (ایضاً ۵۹، ہدیہ احمدیہ ص ۷۳) غالب گمان ہے کہ جب ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۳ء میں سکھوں اور مرہٹوں نے سرہند پر مشترکہ حملہ کیا تو اس وقت اس خانوادے کے افراد نے کثیر تعداد میں سرہند سے ہجرت کی (مقامات مظہری، حاشیہ ۱۹۱) اس قافلہ مہاجرین میں شیخ ابوسعید کے دادا شیخ عزیز القدر بھی تھے۔ (ہدیہ احمدیہ، حاشیہ ص ۷۳) نجیب الدولہ اور حافظ رحمت خان جو اس خانوادے کے عقیدت مند تھے ان حضرات کے مکلف ہوئے ہوں گے، شیخ عزیز القدر کا ۱۱۸۷ھ میں انتقال ہوا (جو اہر علویہ ص ۲۷۰) اور انہی کے علاقے نجیب آباد (Najeebabad) ضلع بجنور میں دفن ہوئے (ہدیہ احمدیہ ص ۷۳) شاہ ابوسعید کے والد صفی القدر رام پور اور لکھنؤ میں مقیم رہے (مقامات خیر ۷۰) شاہ ابوسعید کی ابتدائی تعلیم و تربیت والد کے زیر سایہ ہوئی، گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور ۱۹ سال کی عمر میں مروجہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۹) مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ)، شاہ رفیع الدین دہلوی (ف ۱۲۳۳ھ) اور شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) سے شرف تلمذ رہا (انساب الطاہرین،

برگ ۹۲۔ الف، نزہۃ الخواطر ۶ / ۱۳ - ۱۴، مقامات خیر ۷۱) ابتداء میں اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے پھر شاہ درگاہی (ف ۱۲۲۶ھ) کے خلیفہ شاہ جمال اللہ رام پوری، کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ باطنی کیا اور بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے، انہوں نے اپنا جانشین بنایا، لیکن انہیں سلوک کے مزید مدارج طے کرنے کی تمنا برابر رہی، اپنے استاد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ) کی تحریک پر شاہ غلام علی دہلوی خلیفہ میرزا مظہر جان جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء کا واقعہ ہے اور پندرہ سال تک مسلسل شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی انہوں نے اپنی ضمنیت سے نوازا۔ (مناقب احمدیہ ۶۱، مقامات خیر ۷۱-۷۲)

شاہ غلام علی دہلوی مجددی نے اپنے آخری ایام حیات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کو نقشبندی مجددی سلسلہ کی خلافت دیکر اپنا جانشین بنایا بے شمار عقیدت مندوں نے اخذ فیض کیا شاہ غلام علی کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی رومی (ف ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء) اور سید اسماعیل مدنی نے انہی سے توجہات لیں۔ (مناقب احمدیہ ۶۱-۶۲)

۱۲۴۹ھ / ۳۴ - ۱۸۳۳ء کو اپنے نامور فرزند شاہ احمد سعید کو اپنی مسند پر بٹھا کر حریم الشریفین لے لیے رخصت ہوئے آپ کے بیٹے شاہ عبدالغنی محدث بھی آپ کے ہمراہ تھے، اس وقت کے علماء حریمین شیخ عبداللہ سراج، شیخ عمر شافعی، میر مفتی، سید عبداللہ غنی حنفی اور سید یسین نے بہت تعظیم و تکریم کی، اس سفر سے واپس آ رہے تھے کہ ٹونک (Tonk) پہنچ کر مرض نے شدت اختیار کر لی اور بروز عید الفطر ۱۲۵۰ھ / ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو وہیں انتقال ہوا، نعش دہلی لا کر مرشد کے پہلو میں دفن کی گئی (مناقب احمدیہ ۶۳) یہ مقام دہلی میں اب چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے، شاہ ابوالخیر اس خانوادے کے آخری سجادہ نشین تھے اور انہی کے نام سے یہ جگہ اب شاہ ابوالخیر

مارگ کہلاتی ہے ان کے فرزند مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) آخری ذی علم بزرگ تھے، شاہ ابوسعید مجددی کے تین فرزند تھے شاہ احمد سعید مجددی شاہ عبدالغنی محدث دہلوی اور شاہ عبدالغنی (ہدیہ احمدیہ ۷۲-۷۸، مقامات خیر ۷۴، انساب الطاہرین ۹۳)

ان میں سے اول الذکر دو فرزند ان گرامی بہت نامور علماء اور مشائخ ہوئے، شاہ احمد سعید مجددی آپ کے جانشین کی حیثیت سے بہت شہرت کے مالک بنے اور شاہ عبدالغنی مجددی پاکستان و ہند اور حرمین الشریفین میں مسند وقت کہلائے (فہرس الفہارس ۸۵، ۹۰، و بامداد اشاریہ)

شاہ ابوسعید کی فارسی نثر میں صرف ایک ہی تالیف ہدایت الطالبین ہے، یہ کتاب مؤلف نے اپنے مرشد شاہ غلام دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ) کے حین حیات تالیف کی تھی، انہوں نے اس پر ایک تقریظ بھی لکھی ہے جو کتاب کے آخر میں شامل ہے، دراصل یہ کتاب عرفان عمومی اور سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ کے طالبوں کے لیے بنیادی کتاب کا درجہ رکھتی ہے، اس سلسلے کے مریدین میں اسے بطور سبق پڑھا جاتا ہے، مولانا نور احمد امرتسری نے ۱۹۲۶ء میں اس کتاب کا فارسی متن مع اردو ترجمہ کے شائع کر دیا تھا، اسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ۱۳۷۵ھ میں حیدرآباد سندھ سے دوبارہ طبع کروایا ہے، اس کا عربی اور ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ (قافلہ اہل دل ص ۲۲۸)

شاہ ابوسعید کا بہت پاکیزہ خط تھا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک کا ایک ضخیم خطی نسخہ رباط مظہر (مدینہ منورہ) میں ہے۔ (مقامات خیر ۷۳)

شاہ ابوسعید دہلوی کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے چند نام ہمیں معلوم ہیں یعنی:

۲۔ ملا حسن بخاری

۱۔ میاں محمد اصغر

- ۳۔ مولوی حسان احمد ہراتی  
 ۴۔ مولوی محب اللہ افغان  
 ۵۔ میاں محمد جو  
 ۶۔ میاں عظیم اللہ  
 ۷۔ امیر باجوڑی  
 ۸۔ مولوی محمد شریف  
 ۹۔ ملا ازہری  
 ۱۰۔ ملا علی الدین  
 ۱۱۔ ملا غلام محمد (ضلع اٹک)  
 ۱۲۔ ملا عبدالکریم ترکستانی  
 ۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی  
 ۱۴۔ عنبر شاہ

(مناقب احمدیہ ۶۷-۶۸، مقامات خیر ۷۳-۷۴، مقامات مظہری، ضمیمہ

۶۰۹-۶۱۰)

ٹونک کے نواب وزیر الدولہ (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۳ء) مؤلف وصایا الووزیر  
 علی الطریقہ النذیر والبشیر جو خود ایک ذی علم بزرگ تھے، شاہ ابوسعید سے گہری  
 ارادت رکھتے تھے (مقامات مظہری، ضمیمہ ص ۶۰۹) شاہ غلام علی دہلوی کے مندرجہ  
 ذیل مکتوبات شاہ ابوسعید کے نام ہیں:

۳، ۱۱، ۲۰، ۲۲، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۹، ۵۰، ۵۲،

۵۷، ۵۹، ۶۳، ۱۲۵



## حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی

آپ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید اور کنیت ابوالکارم ہے، آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ف ۱۶۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کی اولاد مبارک سے تھے یکم ربیع الاخریٰ ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رام پور میں پیدا ہوئے اور وفات ظہر و عصر کے مابین بروز سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپرد خاک ہوئے، آپ کی عمر ۵۹ سال تھی، قرآن پاک کے حافظ تھے۔

جب آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ سے بیعت ہونے کے لئے دہلی گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے، اس وقت آپ کی عمر دس سال پوری نہیں ہوئی تھی شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا کسی نے نہیں دیا ابوسعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھے دے دیا۔“

حضرت شاہ احمد سعید نے حضرت شاہ غلام علی سے کتب تصوف سبقاً پڑھی تھیں اور مروجہ علوم کی تحصیل مفتی شریف الدین، شاہ سراج احمد مجددی، مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے کی۔

حضرات مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب سے حاصل کیا اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلعت عطا کی لیکن چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والد بزرگوار سے بھی توجہات لیں اس شجرہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی بھی لیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنے ایک رسالہ کمالات مظہریہ تالیف ۱۲۳۷ھ میں شاہ احمد سعید کے بارے میں لکھا ہے۔

”حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود۔“

۱۲۲۹ھ کو آپ کے والد بزرگ جب حج کے لئے روانہ ہوئے تو خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی جہاں آپ نے طالبان حق کو چوبیس سال تک فیضیاب کیا۔ (۱)

۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بے شمار علماء و مشائخ نے بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کی ان میں حضرت شاہ احمد سعید کا اسم گرامی سرفہرست ہے، ان انتہائی خراب حالات میں بھی آپ چار ماہ تک کامل استقامت کے ساتھ دہلی میں مقیم رہے، جب کوئی آپ سے ہجرت کے لئے کہتا تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے مشائخ کرام کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہیں جاسکتے، ان حالات میں آپ خود مع فرزند ان و مریدین، سراج الدین محمد ابو ظفر بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور کتاب و سنت کے موافق بادشاہ کی فہمائش کی (۲) ہندوستان کے مقتدر علماء نے اس وقت جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ کے اولین محرک اور دستخط کنندہ آپ ہی تھے کہ ”ان حالات میں جبکہ انگریز دہلی پر چڑھ آئے ہیں اور مسلمانوں کی جان و مال خطرہ میں ہے، اس صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں۔“؟

جہاد کا دہلی میں سب سے پہلے حضرت شاہ احمد سعید نے ہی چرچا کیا اور فتویٰ

(۱) حضرت شاہ احمد سعید کے یہ حالات مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی

کی کتاب مقامات خیر: ص ۸۲-۹۴ سے ملخصاً ماخوذ ہیں

(۲) محمد معصوم، شاہ: ذکر السعیدین فی سیرة الوالدین ص ۲۳

جہاد پر اپنے دستخط ثبت کیے۔ (۱)

آخر استخارہ مسنونہ کے بعد آپ مع اہل و عیال حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود آپ اپنے خلیفہ نامدار حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (۲) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عبداللطیف: روزنامہ ۱۸۵۷ء مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۱۸۸، کمال الدین حیدر: قیصر التواریخ ۲/۲۵۰ غالب: خطوط ۲/۵۲، محمد ایوب قادری، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کراچی ۱۹۷۶ ص ۲۰۷-۲۰۸ عتیق صدیقی: اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں، دہلی ۱۹۶۶ء ص ۱۹۹

(۲) حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء) حضرت شاہ احمد مجددی کے مشہور ترین خلفاء میں سے تھے، پاکستان و ہند، خراسان عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبان حق ان کے دست حق پرست پر بیعت کر کے خاصانِ خدا میں شامل ہوئے، حضرت حاجی صاحب کی کئی مقامات پر خانقاہیں تھیں لیکن آپ کا زیادہ قیام موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، پاکستان میں ہوتا تھا، وصال کے بعد آپ اسی خاک پاک میں دفن ہوئے، حضرت حاجی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان قدس سرہ (متوفی ۱۳۱۳ھ) ان کے بعد حضرت خواجہ مولانا سراج الدین قدس سرہ (ف ۱۳۳۳ھ) اور ان کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ (ف ۱۹۵۷ء) اور آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خواجہ محمد اسماعیل خانقاہ شریفہ کے سجادہ ہوئے۔ موصوف ذی علم، نہایت متقی اور پابند شرع شیخ طریقت تھے۔ حضرت کے چار صاحبزادے بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں، راقم الحروف کے ان صاحبزادگان میں سے جناب محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ سے بہت اچھے مراسم ہیں موصوف خانقاہ احمد سعیدیہ کے کتب خانہ کی نہایت اچھے طریقے سے حفاظت کر رہے ہیں، رسالہ رشحات عنبریہ صاحبزادہ موصوف ہی کی مہربانی سے ہمیں دستیاب ہوا ہے، موصوف نے اپنے سلسلہ کی کتابیں شائع کرنے کے لئے ایک ادارہ نشر و اشاعت بھی مکتبہ سراجیہ کے نام سے موسیٰ زئی شریف ہی میں قائم کیا ہے کئی قابل قدر کتب شائع کی ہیں، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے بزرگان کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔ مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری اور مقامات عثمانیہ، تلخیص و ترجمہ فوائد عثمانیہ صاحبزادہ مرشد بابا جو مطبوعہ اور مشہور ہیں، نیز ملاحظہ ہو: محمد مظہر مدنی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۲۰-۲۴۱

خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے، حضرت حاجی صاحب نے بطریق احسن خیر مقدم کیا۔

حضرت شاہ احمد سعید نے اپنے مریدین اور خانقاہِ دہلی حضرت حاجی دوست محمد کے سپرد کی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی۔

..... مریدانِ خود کہ در ہندوستان و خراسان سکونت میدارند کہ بجائے من مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہء من اند بدانند و توجہات از ایشان گرفتہ باشند ..... و بہ ضمانت خویش ہم ایشان را مخصوص گردانیدند و خانقاہ و مکانات محل سرائے خود و تسبیح خانہ حوالہ ایشان نمودند (۱)

حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی رحیم بخش اجمیری ہر صوری (ف) ۱۲۸۳ھ) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید کی موجودگی میں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا، وہ اسی وقت روانہ ہو گئے۔

چنانچہ حضرت شاہ احمد سعید کا جہاز آخروال میں جدہ پہنچا آپ نے ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء کا حج ادا کیا اور ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ آپ کی اولاد میں چار صاحبزادے عبدالرشید، عبدالحمید، محمد عمر، محمد مظہر اور ایک صاحبزادی روشن آرا تھیں۔

آپ کے خلفاء میں سے حضرت شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں اسی (۸۰) حضرات کے نام لکھے ہیں، انساب الطاہرین میں حضرت شاہ محمد عمر نے لکھا ہے کہ سیکڑوں افراد آپ سے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

(۱) محمد مظہر: مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ ص ۲۳۰-۲۳۱

آپ کے علم ظاہری کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب سیر الکالمین نے لکھا ہے:

بسیارے از علمای زمان شاگرد حضرت ایشان بودند مثل

مولوی عبدالقیوم بن مولوی عبدالحی و مولانا محمد

نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی

ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری

و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم و غیر ہم (۱)

مرت شاہ احمد سعیدؒ کی تصانیف میں پانچ رساں ہیں یعنی

۱..... سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو) مطبوعہ

۲..... الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)

۳..... اثبات المولد والقیام (عربی) مرتبہ محمد اقبال مجددی۔ مطبوعہ استنبول، ترکی/

لاہور

۴..... الفوائد الضابطہ فی اثبات الربطہ (فارسی)

۵..... انہار اربعہ (فارسی) مطبوعہ

۶..... تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی) مطبوعہ

۷..... مکتوبات، آپ کے تمام مکاتیب تا حال جمع نہیں کئے گئے، صرف ایک سو

سینتیس ۱۳۷ مکاتیب آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری نے جمع کئے

جنہیں جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے تحفہ زواریہ کے نام سے ۱۳۷۳ھ

میں کراچی سے شائع کیا۔

۸..... فتاویٰ: آپ احیاناً فتویٰ بھی دیتے تھے لیکن کسی نے انہیں جمع نہیں کیا



## حیات شاہ احمد سعید کے مآخذ

پاکستان و ہند کے سوانحی ادب میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم خدمات ہیں، تصنیفی اعتبار سے اس سلسلہ طریقت کو دیگر سلاسل پر ترجیح حاصل ہے، خصوصاً تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں اس سلسلہ مبارکہ کے سوانحی ادب میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ اس دور کے تقریباً ستر تو صرف تذکرے ہی ہماری نظر سے گزرے ہیں۔

حضرت شاہ احمد مجددی دہلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) اور آپ کے متعلقین کے احوال کے مآخذ کی مجمل فہرست یہ ہے۔

- ۱۔ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۲۱ء شاہ غلام علی دہلوی، حضرت: کمالات مظہری
- ۲۔ ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۶ء رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ
- ۳۔ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء محمد بن عبداللہ خالدی: البہجة السنیہ
- ۴۔ ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء عبدالغنی محدث، شاہ: تکملہ مقامات مظہری
- ۵۔ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۵۲ء دوست محمد، حاجی، خواجہ (تحفہ زواریہ مکتوبات حضرت شاہ احمد سعید)

- ۶۔ ۱۲۷۷ھ محمد مظہر مجددی، مدنی: رشحات عنبریہ
- ۷۔ ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ
- ۸۔ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۷ء محمد عمر مجددی: انساب الطاہرین
- ۹۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء محمد عادل کاکڑی: مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری

- ۱۰۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء معز الدین بن عبدالکریم: مجموعہ فضائل الباری فی مناقب دوست محمد قندھاری، نیز جوہر ملفوظات (خلاصہ فضائل الباری)

۱۱۔ امان اللہ: مناقب حضرت شاہ احمد سعید (فارسی نظم)

۱۲۔ ۱۲۸۶ھ/۱۳۰۶ھ محمد محبوب علی: خلوت در انجمن

۱۳۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۹۲ء محمد حسن کرپوری: ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ

۱۴۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء محمد حسن کرپوری: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

۱۵۔ ۱۳۰۱ھ/۱۲۹۸ھ نامعلوم: سیر الکاملین

۱۶۔ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء عبدالمجید خالدی: الحرائق الوردیہ فی اجلاء نقشبندیہ

۱۷۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء محمد مراد قزانی: نفائس السانحات فی تزییل الباقیات

الصالحات (تکملہ رشحات عین الحیات کاشفی)

۱۸۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء ابوالحسن نقشبندی: مقامات گل محمدیہ فی احوال مشائخ

نقشبندیہ

۱۹۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء محمد معصوم، شاہ: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین

۲۰۔ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء احمد ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ

۲۱۔ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء عبدالمجید خانی خالدی: السعادة الابدیہ

۲۲۔ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء اکبر علی نقشبندی: فوائد عثمانیہ (ملفوظات و مکتوبات حضرت

خواجہ محمد عثمان دامانی ف ۱۳۱۴ھ)

۲۳۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء عبداللہ شاہ ابوالحسنات: گلزار اولیاء

۲۴۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء محمد حسن مجددی: انساب الانجاب

۲۵۔ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء زید، ابوالحسن، فاروقی: مقامات خیر

یہ چند بنیادی مآخذ ہیں، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے حوالہ سے اکثر کتب میں

آپ کا ذکر خیر آتا ہے

مذکورہ مآخذ میں شمارہ ۱، ۲، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۵ غیر مطبوعہ ہیں، باقی سب چھپ کر

شائع ہو چکے ہیں، انہیں ماخذ میں سے نمبر چھ کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو۔

## رشحات عنبریہ

یہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم نکی (۱۳۰۱ھ) کی تصنیف ہے، اس کی زبان عربی نثر و نظم ہے، رسالہ ہذا کے مطالعہ کے فوراً بعد جو سوال ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ جب انہیں مصنف کی اسی موضوع پر مفصل کتاب مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں موجود ہے تو اس مختصر رسالہ کی تالیف کی کیا ضرورت تھی؟

مناقب احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر انہیں مصنف نے حضرت کے حالات پر ایک عربی رسالہ مناقب صغریٰ تالیف کیا تھا جس سے مراد یہی رسالہ رشحات عنبریہ ہی ہے کیونکہ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ اور رسالہ حاضر کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کچھ اقتباسات مناقب احمدیہ میں پائے جاتے ہیں (۱)۔ اس کے عربی ترجمہ میں اسی رشحات عنبریہ کو ”المناقب الصغریٰ“ کہا گیا ہے (۲) گویا یہ رسالہ مناقب احمدیہ کی تالیف ۱۲۸۱ھ سے قبل وجود میں آچکا تھا، ہمارا خیال ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کی وفات ۱۲۷۷ھ کے موقع پر ہی اہل عرب کو اس عظیم شخصیت سے متعارف کروانے کے لئے عربی میں ایک رسالہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ و مسجع انداز میں رسالہ حاضر تحریر فرمایا۔ گویا رشحات عنبریہ کا سال تالیف ۱۲۷۷ھ ہے۔

(۱) مناقب احمدیہ ص ۲۰۲، رشحات عنبریہ ورق ۱۱۔ الف

(۲) المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ ص ۲۳

اگرچہ مؤلف نے اس رسالہ کا نام وضاحت سے نہیں لکھا لیکن فقرہ ”اما بعد فہو رشحات عنبرية يتعطر بها حواس السامعين و رائحات مسكية اذفريية (ورق ۲ ب) سے قیاس کر کے ہم نے اس کا نام رشحات عنبرية تجویز کر لیا ہے، مؤلف نے رسالہ کے متن میں اپنا نام نہیں لکھا لیکن دیباچہ میں صاف بتایا ہے کہ یہ رسالہ میرے والد حضرت شاہ احمد سعید کے حالات پر مشتمل ہے لیکن رسالہ کے خاتمہ میں اپنا نام واضح طور پر بتایا ہے کہ اس رسالہ کے کاتب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مدینہ منورہ ہی میں تالیف ہوا اور وہیں سے حضرت مؤلف نے خود اپنے دست مبارک سے کتابت کر کے حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ اول خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہما کے مطالعہ کے لئے موسیٰ زئی شریف ارسال فرمایا (ورق ۱۳ ب) اس نسخے کی دریافت کا سہرا خانقاہ شریفہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سراجی مجددی مدظلہ کے صاحبزادہ جناب محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ کے سر ہے جنہوں نے اس گوہر نایاب کی نشاندہی فرمائی اور عکس برداری کے لئے نسخہ عنایت کیا۔

### حضرت شاہ محمد مظہر مجددی مدنی

رسالہ رشحات عنبرية کے مؤلف حضرت شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی ثم مدنی ہیں، آپ صاحب سوانح حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے صاحبزادے اور ذی علم مصنف تھے، آپ کا فیضان نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں خاصا پھیلا ہے، حضرت مؤلف نے اپنے حالات اپنی سب سے مشہور تالیف مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں خود تحریر کئے ہیں بعد کے تذکرہ نویسوں نے انہیں کے اعادہ پر اکتفا کیا ہے، فرماتے ہیں:

”میری ولادت ۳ جمادی الاولیٰ کو ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء کو خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی، میرے والد حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہارے دادا جو کہ صحیح کشف رکھتے تھے۔ تمہارے حق میں عظیم بشارات دیں اور تمہارا نام مظہر محمد اور تاریخ ولادت مظاہر محمدی فرمائی، میں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے اپنے والد بزرگوار سے اکثر دینی و درسی کتب پڑھیں، کم سنی میں حضرت والد نے ایک خاص وقت میں مجھے بلایا اور بیعت سے سرفراز فرمایا اور مراقبہ احدیت کی تلقین کی، سن بلوغت کے قریب تھا کہ باطن کی دائمی نگرانی جو کہ دوام حضور کے مبادیات میں سے ہے پر فائز کیا اور شرح ملا جامی (در علم نحو) کی تعلیم دی۔ اس طرح بائیس سال کی عمر میں مجھے ظاہری اور باطنی علم سے فارغ کر کے اجازت مطلقہ دی اور مریدین کو توجہ دلانا شروع کی اور چند احباب میرے حوالہ کئے اور کتب تصوف خصوصاً مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ دوبار پڑھائے۔

سرہند شریف کی حاضری کے بعد والدین کی اجازت سے حرین الشریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوا اور عرصہ کے بعد واپس آیا، اس دوران حضرت والد نے بہت سے گرامی نامے مجھے لکھے اور میں نے بھی مکشوفات حرین پر بہت سے عریضے حضرت کی خدمت میں ارسال کئے۔“ (۱)

جن میں سے مولف نے دس خطوط اپنی کتاب مناقب احمدیہ و مقامت سعیدیہ میں نقل کئے ہیں۔ (۲)

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ ابتدائی کتب آپ نے مولوی حبیب اللہ ملتانی سے

(۱) شاہ محمد مظہر، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی ۱۲۸۲ھ ص ۲۶۱ ملخصاً

(۲) ایضاً ص ۲۶۱-۲۷۲



اور صحاح ستہ اپنے عم اکبر حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۱) سے بالاستیعاب پڑھیں (۲)  
اپنے والد کے ہمراہ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں حرمین الشریفین کو آپ نے بھی  
ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، آپ نے مدینہ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ  
رباط ۱۲۹۰ھ میں بنائی، حضرت شاہ محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سعید نے اس کی تاریخ  
کہی

چوں اَخ محمد مظہر عالی ہمم ساخت خوش بنیاد زیبا خانقاہ احمدی  
سال تاریخش دعائیہ عمر گفت اے الہ تا ابد آباد بادا خانقاہ احمدی  
یہ خانقاہ رباط مظہر کے نام سے مشہور ہے اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے  
قریب واقع تھی، حضرت شاہ محمد مظہر نے دوشنبہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔  
جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں قبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب مدفون ہیں۔  
آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

## تالیفات

حضرت شاہ محمد مظہر کی کئی تالیف یادگار ہیں، ابھی تک آپ کی تمام تالیفات

- (۱) حضرت شاہ عبدالغنی مجددی (۱۲۳۴ - ۱۲۹۲ھ / ۱۸۱۹ - ۱۸۷۸ء) بن حضرت شاہ ابوسعید  
مجددی، حضرت شاہ محمد اسحق کے شاگرد اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے، حرمین الشریفین میں  
انہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی، حضرت شاہ احمد سعید کے ساتھ آپ نے بھی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں  
حرمین الشریفین کو ہجرت کی، حاشیہ سنن ابن ماجہ (انجاء الحاجہ) تکملہ مقامات مظہری، تحفہ تیموریہ، شفاء  
السائل، اردو ترجمہ نصاب الاحساب اور تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات آپ کی تصانیف  
سے ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقامات خیر ص ۷۲-۸۱  
(۲) محمد معصوم، شاہ: ذکر السعید فی سیرة الوالدین ص ۴۰

منظر عام پر نہیں آئی ہیں، صرف مفصلہ ذیل کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ رشحات العنبر یہ (رسالہ ذرا حوال حضرت شاہ احمد سعید) مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ۱۹۷۹ء

۲۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، تکمیل بسال ۱۲۷۷ھ، مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی ۱۲۸۲ھ

۳۔ المناقب الاحمدیۃ والمقامات السعیدیۃ، عربی ترجمہ کتاب مذکورہ مطبوعہ قزان ۱۸۹۶ء

۴۔ الدر المنظم فی القیام تجاۃ القبر المکرم باسم تاریخ الدر المنظم ۱۲۹۶ء  
یہ رسالہ مع شرح مسعی بہ السملک المنظم از سید محمود مدراسی، مطبع احسن المطابع، مدراس سے ۱۲۹۴ھ میں چھپ چکا ہے۔ (۱)

آپ کی اولاد نے اب شارع قربان پر رباط کے عوض جو رقم حکومت سے ملی تھی اس سے ایک ہوٹل دیا ہے، ایک کمرہ میں نہایت دیمک خوردہ مخطوطات رکھ دیئے ہیں۔ مؤلف کو ۲۰۱۳ء کے حج کے دوران زیارت نصیب ہوئی۔

(۱) زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر ص ۱۰۴

## حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ

حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۹۷۱-۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کی اولاد میں سے تھے (۱) موصوف مفسر، محدث صوفی اور فارسی و اردو کے شاعر بھی تھے۔

حضرت رافت نے خود لکھا ہے کہ میری ولادت ۱۴ محرم ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ھ کو مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی، میرے جد بزرگوار نے میرا تاریخی نام رحمن بخش رکھا، سن شعور میں داخل ہوتے ہی میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عہد کے ایک مشہور ولی حضرت فیض بخش ملقب بہ شاہ درگاہی قدس سرہ کے آستانہ پر پہنچ گیا، شاہ درگاہی (۲) (۱۱۶۰-۱۲۲۶ھ / ۱۷۴۷-۱۸۱۱ء) کے حضور رہ کر شدید ریاضتیں کیں اور سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل کی، آپ پندرہ سال تک ان کی خدمت میں رہے دیگر سلاسل میں بھی اجازات ملیں اور ایک عرصہ تک شیخ طریقت کی حیثیت سے عوام

(۱) شاہ رؤف احمد رافت بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن شیخ رضی الدین ابن شیخ زین العابدین

عرف شاہ فقیر اللہ بن شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی (ہدیہ احمدیہ، ص ۸۶-۱۰۷)

(۲) حضرت شاہ درگاہی رام پوری کا نام فیض بخش تھا، حافظ جمال اللہ رام پوری کے خلیفہ تھے، جو سید

قطب الدین محمد اشرف کے خلیفہ اور وہ خواجہ محمد زبیر سرہندی کے اور وہ حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی ملقب بہ

حجتہ اللہ کے اور وہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے اور آپ اپنے والد بزرگوار حضرت امام ربانی مجدد

الف ثانی کے خلیفہ نامدار تھے، حالات کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) جواہر علویہ ۲۷۱-۲۷۲ (۲) مجمع

الکرامات مؤلفہ امام الدین ترجمہ حامد حسن قادری، دہلی ۲۰۰۲ء (۳) تذکرہ کاملان رام پور، مؤلفہ: احمد علی

شوق، پٹنہ

کی رہنمائی کرتے رہے۔ (۱)

حضرت شاہ رؤف احمد کے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابوسعید مجددی (ف ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۳ء) پہلے ہی حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کر رہے تھے، انہوں نے شاہ درگاہی کے وصال (۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کو خط لکھا کہ میں آپ سے استفادہ باطنی کرنا چاہتا ہوں، جس پر آپ نے جواب دیا کہ آپ شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں جائیں جس پر آپ مشیخت چھوڑ کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہی معاملہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت کا تھا کہ آپ بھی شیخ طریقت تھے اور مشیخت ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت بابرکت میں دہلی حاضر ہوئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، آپ نے خود لکھا کہ میں القائے ربانی سے آپ کے حضور حاضر ہوا۔ (۲)

حضرت رافت نے آپ کے مکتوبات اور ملفوظات کے مجموعے بھی جمع کیے اور آپ کے مبارک احوال پر ایک کتاب جو اہر علویہ کے نام سے لکھی یہ سب کچھ نہ صرف حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات کے لیے ناگزیر مآخذ ہیں بلکہ اس عہد کا نہایت قابل قدر لٹریچر بھی ہے جس میں عصری تاریخ کے معاشرتی نکات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ رؤف احمد نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے ماموں حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (۳) کی خدمت میں کی پھر مفتی شرف الدین

(۱) رافت، رؤف احمد: جو اہر علویہ ۲۷۱-۳۰۰

(۲) رافت: جو اہر علویہ ۲۹۸

(۳) شاہ سراج احمد مجددی (۱۱۷۶-۱۲۲۰ھ / ۱۷۶۲-۱۸۰۵ء) بن شیخ محمد مرشد بن شیخ محمد ارشد

بن علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی اپنے عہد کے نامور عالم اور کئی اہم کتابوں کے مؤلف تھے (جو اہر علویہ ۲۸۳)

رام پوری (۱) اور حضرت شاہ عبدالعزیز (ف ۱۲۳۹ھ) کی خدمت میں بھی پڑھا۔ (۲)  
ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ رؤف احمد بھی اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ  
ابوسعید مجددی کی طرح شاہ درگاہی کے وصال کے بعد ہی دہلی آ کر حضرت شاہ غلام  
علی کی خدمت میں رہ کر باطنی استفادہ میں مصروف ہو گئے ہوں گے، خود لکھتے ہیں۔  
۱۴ محرم الحرام ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو حضرت شاہ غلام علیؒ نے مجھے مراقبہ کمالات  
نبوت تلقین فرمایا اور اس سے چند روز قبل مجھ فقیر پر عنصر خاک کی توجہات فرمائیں،  
جس کا اثر فقیر نے اپنے اندر محسوس کیا۔ (۳)

اس کے بعد پھر تحریر فرماتے ہیں: ۱۰ صفر ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مجھے مراقبہ  
کمالات اولی العزم تلقین فرمایا (۴)

مزید نوازشات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے، بروز دو شنبہ ۲۱ ذیقعد  
۱۲۳۱ھ / ۱۵۱۶ء کو عناصر ثلاثہ کی توجہ دے کر مراقبہ الباطن تلقین کیا۔ (۵)

پھر ایک سال کے بعد صفر ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو مجھے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور  
سہروردیہ سلاسل کی اجازت دوبارہ عنایت فرما کر رام پور جانے کا امر فرمایا، اس  
دوران راقم کے باطنی احوال کی خطوط کے ذریعہ مسلسل پرسش کرتے رہے اور صرف نو  
ماہ کے بعد ہی گرامی نامہ لکھ کر مجھے دہلی طلب کیا، میں شوال میں حاضر خدمت ہوا تو  
مجھے لطیفہ قلب کی توجہات فرمائیں اور چند ماہ کے بعد ہی مجھے حقیقت کعبہ کی توجہات

(۱) مفتی شرف الدین رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء) نامور سنی عالم اور غیر مقلدین کے سخت

مخالف تھے۔ (تذکرہ علمائے ہند ۲۳۲-۲۳۳)، نزہۃ الخواطر ۷ / ۱۸۸ء

(۲) حدائق الحنفیہ ۴۹۰

(۳) رافت، رؤف احمد: در المعارف، استنبول، ۱۹۷۴ء ص ۱۵۵

(۴) ایضاً ۱۵۶ (۵) ایضاً ص ۱۵۰



میں بھی شامل کر لیا اور پھر مجھے حقیقت کعبہ تا سلوک مجددیہ یعنی لائین سے ہمکنار کیا اس طرح ہر مقام کے مراقبات بھی تلقین کئے..... اسی قیام کے دوران ہی مجھے کلاہ رضا بھی عطا فرمایا۔ (۱)

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے شاہ رؤف احمد کو پھر جمادی الثانی ۱۲۳۳ / ۱۸۱۸ء میں دہلی طلب فرمایا اور اجازت (مطلقہ) دے کر بلدہ کوٹہ (۲) و سرونج کے عوام کی دعوت و ارشاد کے لیے روانہ فرمایا (۳)۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی اور مقامات پر بھی اپنے قیام کا ذکر کیا ہے (۴) آپ کا آخری قیام بھوپال میں تھا جہاں آپ کو قبول عام حاصل ہوا، بہت سے اصحاب نے آپ سے باطنی فیض فرمایا۔ آپ نے اپنی اسناد مصافحہ، سند حدیث اور دیگر اجازت نامے بھی نقل کئے ہیں (۵) شاہ غلام علی کا اجازت نامہ بھی آپ نے اپنے خود نوشت حالات میں دے دیا ہے۔ (۶)

آپ فارسی اور اردو میں شعر بھی کہتے تھے رافت آپ کا تخلص تھا آپ کے شاگرد مولوی عبدالغفور نساخت نے آپ کے ایک فارسی اور چھ اردو دواوین کا ذکر کیا ہے

(۱) ایضاً ص ۱۵۷

(۲) کوٹہ (Kotah) راجپوتانہ میں ایک سٹیٹ ہے، (ایمپریل گزیٹیئر آف انڈیا ۱۵ / ۴۱۰-۴۲۴) اسی طرح ہندوستان کے برطانوی عہد حکومت میں سرونج اور کوٹہ ایک مقام (Srungavarappukota) کے طور پر استعمال ہوتا تھا، جو موضع ویزا گائٹم ضلع مدراس میں تھا۔ (ایضاً ۲۳ / ۱۱۳) سرونج کا والی نواب امیر خان حضرت شاہ غلام علی کا عقیدت مند تھا۔ (ملفوظات شریفہ ۱۹، مقدمہ)

(۳) رافت، در المعارف ۱۵۸

(۴) رافت: جواہر علویہ ۲۸۷-۲۸۸

(۵) ایضاً ص ۲۸۳-۲۸۷

(۶) ایضاً ص ۳۰۷-۳۰۸

اور لکھا ہے کہ فن عروض و قوافی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے (۱) آپ مشہور شاعر قلندر بخش جرات (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کے شاگرد تھے، نساخ کے علاوہ بھی کئی حضرات نے آپ سے اصلاح سخن لی تھی (۲)۔

آپ نے خود لکھا ہے کہ آخر ماہ صفر بروز جمعہ ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء کو حضرت شاہ غلام علی نے بھوپال جانے کا حکم دیا (۳) آپ نواب گوہر بیگم قدسیہ کے زمانہ میں بھوپال آئے خود اپنے کلیات اردو میں اس کا ذکر کیا ہے، نواب گوہر بیگم اور کئی امراء بھوپال نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اسی طرح وہاں کے عوام و خواص آپ کا بہت احترام کرنے لگے۔ (۴)

آخری عمر میں ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء کوچ کے لئے جاتے ہوئے راستہ میں یمین کے قریب آپ کا وصال ہو گیا اور یلملم کے مقام پر آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، اول شاہ خطیب احمد (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) دوم حبیب احمد (ف ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء) امتیاز بیگم کا نکاح حافظ اکرام احمد ضیغم بن حافظ قطب الدین اور آفتاب بیگم مولوی عبدالمنغنی بن شاہ ابوسعید مجددی کے عقد میں تھیں (۵)۔ شاہ خطیب احمد کے دو صاحبزادے محمد ابوالبرکات (ف ۱۲۸۶ھ) اور پیر ابواحمد عبداللہ (ف ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء) تھے موخر الذکر کے فرزند گرامی مولانا

(۱) نساخ، عبدالغفور: سخن شعر ۱۷۸

(۲) تقریباً ہر تذکرہ نویس نے شاہ رافت کے کلام کی خوبیاں بیان کی ہیں، تذکروں کے اقتباسات کے لیے ملاحظہ ہو اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ مؤلفہ سلیم حامد رضوی، ۱۱۶۔ وہ بعد مقیت الحسن سرہندی: مقالہ مشمولہ نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۵۹ء

(۳) سلیم حامد رضوی: اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ ۱۱۶

(۴) در المعارف ۱۵۷ (۵) احمد ابوالخیر کی: ہدیہ احمدیہ ۱۰۴-۱۰۷

شاہ محمد یعقوب مجددی (۱۳۰۳-۱۳۹۰ھ / ۱۸۸۵-۱۹۷۰ء) جو بہت پابند شرع صوفی اور عالم تھے، مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے عالم نے آپ کے ملفوظات بڑے دل آویز پیرانہ بیان میں جمع کیے تھے۔ (۱)

حضرت شاہ رؤف احمد نے بھوپال میں جس خانقاہ کی بنیاد ڈالی تھی وہ اب تک دعوت و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے آپ کی اولاد میں سے صاحب علم و عرفان اب تک مصروف کار ہیں۔

شاہ رؤف احمد کثیر التصانیف صوفی اور عالم تھے آپ کی کتابوں کا مختصر سا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ:

### ۱۔ احوال و کرامات شاہ درگاہی رام پوری

آپ نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے (۱) لیکن ہمیں تا حال اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

### ۲۔ مثنوی اسرار

شاہ درگاہی کے ہمراہ پندرہ سال قیام کے دوران آپ نے یہ مثنوی لکھی (۲) جس کا زمانہ ۱۲۱۱ تا ۱۲۲۶ھ ہے، اس مثنوی کا موضوع وحدت الوجود اور ولایت صغریٰ کا بیان ہے، اس کے کسی بھی نسخے کا تا حال علم نہیں ہے۔

### ۳۔ دیوان غزلیات

مذکورہ قیام کے دوران آپ نے اپنا یہ دیوان مدون کیا (۳)، معلوم نہیں کہ آپ کہ جو دواوین سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں کیا یہ دیوان ان میں شامل ہے یا

(۱) رافت: جواہر علویہ ۲۷۱ (۲) ایضاً ۲۸۲ (۳) ایضاً

نہیں۔

## ۴۔ مراتب الوصول

مولف نے یہ رسالہ مولوی ولی اللہ سنبھلی کی درخواست پر لکھا، اس میں حضرت شاہ غلام علی کی مجالس کے مطابق علم سلوک کا بیان ہے، مولف نے اپنے قیام سرونج (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے دوران اسے مکمل کر کے اپنے شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، جس پر آپ نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اس پر ایک تقریظ بھی لکھی جو مولف نے خاتمہ کے طور پر آخر میں نقل کر دی ہے، اس کے خطی نسخے کتابخانہ خانقاہ مظہری، دہلی، کتابخانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور میں ہیں (۱)۔

## ۵۔ در المعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)

آپ نے حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر اپنے شیخ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ مرتب کیا اس کا آغاز روزہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ مسلسل ہیں آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن پر جامع نے اس وقت تاریخ درج نہیں کی تھی، ایسے فرمودات کو آپ نے آخر میں یکجا کر دیا ہے، جس میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ہیں یہ مجموعہ صوفیہ میں بہت مقبول رہا ہے اس کا فارسی متن کئی بار چھپ چکا ہے اس کے اردو تراجم میں سے جناب عبداللہ، مطبوعہ گجرات،

(۱) نوشاہی، سید عارف: فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ مرکزی دانش گاہ پنجاب ۱/۲۱۹، یہی

رسالہ صادقہ مصدقہ کے نام سے کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے (فہرست مشترک ۳/۱۹۶۸ء)

اور دانش گاہ پنجاب لاہور میں بھی ہے (نوشاہی: فہرست فارسی/۴۳) تیسرا نسخہ، کتاب خانہ رضا، رام پور

میں ہے (فہرست فارسی/۲۸۳)

جناب عبدالحکیم خان اختر شاہ جہانپوری، لاہور اور جناب نذیر رانجھا، راولپنڈی سے طبع ہو چکے ہیں۔

## ۶۔ ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی

حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے درالمعارف کے بعد آپ کی سات مجالس کے سخنان ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ تا ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ کو دارالمعارف کے جزیا تمہ کے طور پر لکھے تھے، عزیز ڈاکٹر سید عارف نوشاہی نے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھ کر اپنے مجموعہ مقالات نقد عمر ۲۲۱-۲۱۰ میں خطی نسخہ کا عکس شامل کر دیا ہے جو فارسی نثر میں ہے، پھر جناب ڈاکٹر معین نظامی نے (مجلہ) سفینہ شماره ۳، ۱۳۸۴ ش (شعبہ فارسی) اور نیشنل کالج، لاہور میں مرتب شکل میں شائع کیا ہے۔

## ۷۔ مکاتیب شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے جسے شاہ رؤف احمد نے ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء کو مرتب کیا، اس کا خطی نسخہ بحفظ شاہ رؤف احمد، مکتبہ الملک عبدالعزیز (ذخیرہ شیخ الاسلام عارف حکمت) مدینہ منورہ میں ہے اس کا ایک انتخاب خواجہ غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء) نے کیا تھا جو ان کے ذخیرہ، مخرونہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے مکاتیب شریفہ، صوفیہ میں بہت ہی معروف و مقبول رہا ہے اور اس کا فارسی متن بھی کئی بار طبع ہوا ہے اردو ترجمہ جناب محمد نذیر رانجھا نے کیا، جو خانقاہ سراجیہ، کنڈیاں، ضلع میانوالی سے چھپ چکا ہے۔

## ۸۔ جواہر علویہ

یہ نقشبندی مشائخ کا تذکرہ ہے آغاز میں حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے



اپنے شجرہ طریقت نقشبندیہ کے مشائخ کے مختصر حالات لکھے ہیں کتاب کا آخری نصف حصہ اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے احوال و مناقب، ملفوظات اور احوال خلفاء کا تذکرہ بڑے دل نشین اسلوب میں لکھا ہے، کتاب کے آخر میں اپنے خودنوشت حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

اس کتاب کا فارسی متن تا حال شائع نہیں ہوا ہے، اس کا وہ نسخہ جو خود مولف نے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابوسعید مجددی کو خانقاہ مظہری، دہلی میں بھیجا تھا وہ اب تک وہاں محفوظ ہے (۱)۔ دوسرا نسخہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۲) میں ہے، اس کا ایک غیر مربوط اور محرف سا اردو ترجمہ، مترجم نامعلوم لاہور سے اللہ والے کی قومی دکان سے حدود ۱۹۳۵ء کو طبع ہوا تھا۔

## ۹۔ مکتوبات حضرت شاہ رؤف احمد

مرتب نامعلوم، یہ فارسی نثر میں ہیں، جو مطبع مجتبائی، لکھنؤ سے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں طبع ہوئے تھے، کل صفحات ۱۲۴ ہیں۔ (۳)

## ۱۰۔ مجموعہ ادعیہ ماثورہ

اس میں مخصوص نمازوں مثلاً تہجد، اوایین، قیام اللیل، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے کے علاوہ مختلف مسنون دعائیں بھی تحریر کی ہیں اس کا خطی نسخہ ذخیرہ حکیم سید ظل الرحمن، اجمل خان طبیبہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔ (۴)

(۱) زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر ۲۳ (۲) نوشاہی، سید عارف: نقد عمر ۳۵۸

(۳) نوشاہی: کتاب شناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ ۱/۶۷۴

(۴) تصوف برصغیر میں (تصوف کے نادر مخطوطات) پٹنہ ۱۹۹۲ء ص ۵۵

دیوانِ رافت: شاہ رافت کے شاگرد نساخ نے آپ کے سات دواوین کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک فارسی اور باقی اُردو میں ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل مخطوطات سنٹرل لائبریری، بھوپال میں ہیں، جو ذخیرہ فوجدار محمد خان سے یہاں لائے گئے ہیں۔

۱۔ دیوانِ رافت: اس میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں صفحات ۵۲۰ ہیں۔

۲۔ کلیاتِ رافت: اس میں تقریباً ۴ ہزار اشعار ہیں اور ۳۰۰ صفحات ہیں۔

☆ مثنوی زلیخائے ہندی، (بسال ۱۲۲۸ھ / ۱۸۳۲ء) بفرمائش نواب معز محمد خان، یہ دو ہزار اشعار کی طویل مثنوی ہے۔

☆ مثنوی قصہ بیہودی (بسال ۱۲۲۹ھ / ۱۸۳۳ء) اس کے ایک ہزار اشعار ہیں۔

☆ رسالہ مولود، یہ میلاد شریف کے موضوع پر ہے، تقریباً پندرہ سو اشعار ہیں۔ (۱)

☆ فقہ ہندی، اس میں چھ سو اشعار ہیں۔ (۲)

☆ شاہ رؤف احمد نے اُردو نثر میں تین کتابیں لکھی تھیں یعنی:

☆ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب (معروف بہ معراج نامہ) اس ایک قلمی نسخہ

ترقی اُردو بورڈ، کراچی میں ہے۔ (۳)

☆ ارکان اسلام: یہ کتاب آپ کے پوتے شاہ ابو محمد نے ۱۲۹۷ھ کو مطبع نظامی،

کانپور سے شائع کروادی تھی۔ (۴)

یقیناً ان کے علاوہ بھی شاہ رؤف احمد کی تالیفات ہوں گی، آپ کے شاگرد

عبدالغفور نساخ نے لکھا ہے کہ ہر فن میں ان سے کئی ایک رسالے یادگار ہیں (۵)

(۱) حامد رضوی: اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ۔ ص ۱۱۶-۱۲۲

(۲) ایضاً

(۳) قادری، محمد ایوب: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص ۴۴۶، ۴۵۳ (۴) ایضاً

(۵) نساخ: سخن شعراء ۱۷۸

رضا لائبریری رام پور میں سلوک العارفین اور شراب رحیق نام کی دو کتابیں ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر محمد ایوب قادری (۱) اور احمد علی شوق نے لکھا (۲) ہے کہ وہ شاہ رؤف احمد کی تصانیف ہیں لیکن رضا لائبریری کے مخطوطات فارسی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں انہیں شاہ رؤف ہوئی ہے اس میں انہیں شاہ رؤف احمد کے استاد حضرت شاہ سراج احمد مجددی کی تصانیف لکھا گیا ہے۔ (۳)

**تفسیر رؤفی (تفسیر مجددی):** حضرت شاہ رؤف احمد رافت نے قرآن مجید کی یہ تفسیر اردو نثر میں دو ضخیم جلدوں میں لکھی تھی، آپ نے اس کی تالیف کا آغاز ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء کو کیا اور ۱۱ ذیقعد ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۳ء میں مکمل کر لی، شاہ رافت نے مندرجہ ذیل مصرع سے اس کی تاریخ تکمیل اخذ کی ہے:

”تفسیر قرآن بہندی زبان ہے۔“ (۱۲۴۸ھ)

حضرت مولف نے ابتداء میں اس کے اغراض و مقاصد کی اس طرح وضاحت کی ہے:

”سمجھ لیجئے کہ اس تفسیر میں جو معانی مسطور ہوں گے ان شاء اللہ کتب تفسیر سے یا بعضے جا مناسب مقام کے احادیث صحیحہ سے یا کہیں کہیں مسائل موافق آیہ شریف کے کتب فقہ معتبرہ سے مذکورہ ہوں گے، کہیں دخل اپنے ذہن فہم کا نہ ہوگا مگر اتنا کہ عبارت عربی اور فارسی کو زبان ریختہ میں بیان کرنا اور جس مقام پر کلام نظم لانا وہ البتہ اپنی ہی طبع ناقص سے موزون بنانا ہوگا، کوئی شعر ہندی کے شاعر کا کہیں نہ لایا جائے گا اور مقام تصوف میں کتب معتبرہ صوفیہ سے نقل کیا جائے گا۔“

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(۱) قادری: ایضاً ۴۴

(۲) شوق: احمد علی: تذکرہ کاملان رام پور، ۱۳۶

(۳) فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی ۱/۲۷۸

- ۱..... شاہ رؤف احمد نے تفاسیر معتبر سے اخذ و اقتباس کیا ہے
  - ۲..... احادیث صحیحہ سے بھی استفادہ کیا ہے
  - ۳..... کتب فقہ بھی پیش نظر رہی ہیں۔
  - ۴..... کتب تصوف سے بھی استفادہ کیا ہے۔
  - ۵۔ اس میں جہاں بھی اُردو (ہندی) اشعار نقل ہوئے ہیں وہ صرف حضرت مولفِ رافت کے طبع زاد ہیں۔ (۱)
- اس میں مولف نے اردو کو ریختہ اور ہندی لکھا ہے۔
- (مؤلف کا طرز بیان) سادہ بھی ہے اور عام فہم بھی البتہ لفظوں کی تقدیم و تاخیر کسی قدر عبارت کو الجھا دیتی ہے لیکن یہ عیب اس دور کے اچھے لکھنے والوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ (۲)
- تفسیر رؤفی کا ایک ایڈیشن (نامی پریس بمبئی) سے ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کو طبع ہوا تھا، پھر اس کے مزید دو ایڈیشن اسی مطبع سے شائع ہوئے، اسی قدیم طباعت کی عکسی اشاعت ۲۰۱۲ء کو الحقائق فونڈیشن، لاہور سے ہوئی۔

(۱) قادری، محمد ایوب: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ۳۵۲-۳۵۵ (پہ تغیر قلیل)

(۲) رضوی، سلیم حامد: حوالہ مذکورہ ۱۳۵، قادری محمد ایوب: حوالہ سابقہ ۳۵۷

## حضرت مولانا خالد کردی رومیؒ

آپ کے خلفاء میں سے جو شہرت و قبول عام مولانا خالد کردی کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب ہوا، آپ بجا طور پر فرماتے تھے:

یہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں حضرت امام ربانیؒ جیسا خلیفہ ملا اور یہ حضرت امام ربانیؒ کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا اور یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا۔ (۱)

حضرت مولانا ضیاء الدین خالد شہرزوری اشعری شافعی نقشبندی مجددی قادری سہروردی کبروی چشتی نے اپنے وطن شہرزور کردستان میں تمام مروجہ علوم کی تحصیل کی، اساتذہ کرام میں سے اس وقت کے اجل علماء کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ (۲)

مولانا خالد نے حدیث کی پچاس کتب کی سند حاصل کی تھی۔ (۳)

علمائے ہند میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تعریف کیا کرتے تھے (۴) اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی، طلب شیخ کامل کی آرزو ہر وقت رہتی تھی، حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے ادائے مناسک کے بعد شام پہنچے اس سفر میں آپ اکابر علماء و مشائخ سے ملے لیکن تشفی نہ ہوئی پھر سلیمانہ آئے تو وہاں حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین میں سے ایک سیاح بزرگ مرزا رحیم اللہ بیگ (۵) ان سے ملنے کے لئے گئے تو مولانا خالد نے مرشد کامل کی عدم موجودگی کی شکایت کی،

(۱) ملفوظات چہل روزہ

(۲) محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی: البیجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، مصر، ۱۳۱۳ھ ص ۷۸

(۳) شاہ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

(۴) ایضاً (۵) ایضاً



مرزا رحیم اللہ بیگ نے حضرت شاہ صاحب کا غائبانہ تعارف کروایا جس سے مولانا بہت متاثر ہوئے اور درس و تدریس ترک کر کے ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں دہلی جانے کے لئے طویل سفر کا آغاز کیا، تہران (ایران) پہنچ گئے اور ایران کے دیگر بلاد سے ہوتے ہوئے بسطام، خرقان، سمنان اور نیشاپور میں اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کی طوس اور مشہد میں رہے یہاں سے ہرات (افغانستان) قندھار، کابل اور دارالعلم پشاور پہنچے وہاں سے لاہور آئے یہاں شیخ ثناء اللہ نقشبندی (۱) سے ملاقات کی، انہوں نے بھی اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے ملاقات کی ہدایت کی۔

چنانچہ اس سارے سفر میں مولانا خالد کا ایک سال صرف ہو گیا اور مولانا ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں دہلی پہنچے (۲)۔ آپ کشتی کی خدمت اپنے ذمہ لی اور نو ماہ تک آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے آپ نے مولانا کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور آپ نے بہت جلد سلوک کی تمام منازل طے کر کے قطبیت کی بشارت لی، شاہ عبدالغنی نے لکھا ہے :

”بعد عنایات از خلافت بھرہ ورفر مودند تا مزار حضرت  
شیخ محمد عابد و داع ایشان کردہ بہ خدا سپردند گویند  
حضرت بہ وقت رخصت قطبیت آن دیار عنایت فرمودہ  
بودند۔“ (۳)

(۱) شیخ ثناء اللہ نقشبندی مقیم لاہور کے بارے میں لکھا ہے ”العالم النحریر والولی الکبیر

اخو شیخہ فی الطریقہ والاناہتہ الی مولانا الشیخ المعبر المولی ثناء اللہ نقشبندی

(بہجۃ السنیۃ ص ۸۰)

(۲) محمد بن عبداللہ خالدی: بہجۃ السنیۃ ص ۸۰

(۳) عبدالغنی مجددی، شاہ: ضمیرہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

مولانا وہاں سے اپنے وطن سلیمانہ کے لئے روانہ ہوئے بلا دایران شیراز، یزد اور اصفہان غرض ہر مقام پر آپ نے فریضہ اعلیٰ کلمتہ الحق جاری رکھا ایران کے بلاد مذکورہ میں روافض کے ساتھ مباحث ہوئے وہ آپ کے دلائل سے لاجواب ہو گئے اور آپ کو قتل کرنے کے لئے حملہ کیا لیکن آپ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے اور ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں اپنے وطن سلیمانہ پہنچے جہاں معززین نے آپ کا استقبال کیا۔ (۱)

شاہ عبدالغنیؒ نے لکھا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کے بارے میں بدظنی رکھتا تھا اس کی شکل آپ کو خنزیر کی مثل نظر آتی تھی۔ (۲)

مولانا خالد کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیار عرب میں بہت رواج ہوا، یہاں تک کہ ایک ہزار صاحب تصانیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے، آپ کے قیام بغداد ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا:

صد کس عالم متبحر صاحب تصانیف از یاران این فقیر  
قابل اجازت گردیدہ اند و پانصد کس از اکابر علماء داخل  
طریقہ شدہ اند و تعداد عوام و خواص مردمان کہ بیعت  
نمودہ اند چہ بیان آید، (۳)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ ایک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ ہو کر میرے

(۱) محمد بن عبداللہ: بہجة السنیة ص ۸۳

(۲) عبدالغنی، مجددی شاہ: ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۷۰

(۳) عریضہ مولانا خالد مشمولہ در المعارف ص ۷۰ حضرت مولانا کے نام حضرت شاہ صاحب کے

مفصلہ ذیل مکتوبات ملتے ہیں: مکتوب نمبر ۳۳، ۳۸، ۱۱۰

سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ مردمان مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں:  
مولانا درآن دیار اظہار ساخت کہ قریب ہزار مردمان  
حلقہ ارادت بگردن اخلاص نہادہ اند و دست بیعت بہ  
دامن مولانا زدہ اند و یک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ  
شدہ و دست بستہ پیش مولانا ایستادہ اند (۱)

مولانا عربی، فارسی اور ترکی میں شعر بھی کہتے تھے، حضرت شاہ غلام علیؒ نے  
مولانا کے اشعار کو مولانا جامیؒ کے ابیات سے مناسبت دی تھی، شاہ عبدالغنی نے مولانا  
کے قصائد و مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی و فرزدق پر سبقت دی ہے:

”اشعار فارسی و عربی شان در سلالۃ نظم گوی سبقت از  
فردوسی و فرزدق بردہ بود حضرت ایشان (شاہ غلام علی)

اشعار ایشان بعارف جامی مناسبت می فرمودند“ (۲)

مولانا کی تصانیف میں سے ایک فارسی دیوان، ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع  
ہو چکا ہے اور ترکی دیوان ۱۲۶۰ھ میں استنبول سے طبع ہوا تھا جو عکسی طور پر وہاں سے  
کئی بار چھپ گیا ہے۔

نیز مولانا کے چند فارسی رسائل کا بھی سراغ ملا ہے جن کا مجمل تعارف ملاحظہ ہو۔

۱..... رسالہ اعتقادیہ، قلمی مخزنہ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ (۳)

۲..... دیگر رسالہ فارسی قلمی مخزنہ کتابخانہ مذکور (۴)

(۱) درالمعارف ص ۱۰۸ (۲) عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷

(۳) عزیز اللہ عطاروی قوچانی: فہرست مخطوطات فارسی مدینہ منورہ، تہران ۱۳۴۶ ش،

شمارہ فہرست ۳۹۸

(۴) ایضاً شمارہ فہرست ۴۱۰

۳..... شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ، قلمی مخزنہ کتابخانہ مرکزی و مرکز اسناد، دانش گاہ تہران، شمارہ ۳۲۲۳ اس مجموعہ میں مولانا خالد کے منظومہ شجرات کے علاوہ بھی مولانا کے اشعار فارسی موجود ہیں یہ مجموعہ ہم نے خود اپنے قیام تہران (جولائی ۱۹۷۶ء) کے دوران دیکھا ہے۔

۴..... سلسلہ طریقہ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء، صفحات ۴۱۵ (۱)

دیگر تصانیف شرح مقامات حریری، فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریل) جالیۃ الاکدار، العقور الجوہری فی الفرق بین کسی الماتریدی والاشعری، شرح اطباق الذہب (مصنفہ جار اللہ الزمخشری) مع ترجمہ لغت فارسیہ، تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی انخیالی، حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث، حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی، رسالہ فی اثبات الرابطة، رسالہ فی آداب الذکر، رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس) حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ عبد الغفور علی الجامی، شرح عقائد العصدیہ، مکتوبات خود (۲) مولانا خالد کے حالات پر متعدد کتب عربی میں لکھی گئی ہیں، مولانا کی زندگی میں ان کے خلیفہ شیخ حسین الدوسری نے الاساور العسجد فی المآثر الخالدیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی (۳) علامہ شامی نے بھی مولانا کے مناقب میں ایک کتاب سل الحسام الہندی نصرۃ مولانا خالد النقشبندی کے نام سے لکھی تھی (۴)۔ تذکار الرجال مؤلفہ عبد الکریم مدرسی، مطبوعہ بغداد ۱۹۷۹ء میں مولف نے مولانا خالد کے احوال پر ۱۹ کتب کا ذکر کیا ہے اور مولانا خالد کی ۲ تصانیف کا تعارف بھی کروایا ہے، آپ

(۱) Storey: Persian Literature, Vol.1, part II p.1064

(۲) محمد زاہد بن حسن الدورجوی: ارغام المرید، مطبوعہ لیشیق کتابوی، ترکی ۱۹۷۷ء ص ۸۳-۸۴

(۳) محمد بن عبد اللہ خالدی: بیہجۃ السنیہ ۹۲

(۴) یہ کتاب رسائل شامی مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے

کے مکاتیب بھی دیئے ہیں، مہیندخت معتمدی نے بھی مولانا خالد نقشبندی و پیران او کے نام سے ایک کتاب تہران سے ۱۳۶۸ ش کو شائع کی۔

مولانا خالد نے حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کے دو سال بعد دبائے طاعون میں ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں شہادت پائی۔ (۱)

### مولانا سید اسماعیل مدنی

انہوں نے مولانا خالد سے بیعت کی اور اجازت حاصل کر کے سرگرم القا ہوئے، خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دہلی جا کر شاہ غلام علیؒ سے باطنی فیض حاصل کرو چنانچہ مولانا مدنی، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت مجددیہ حاصل کی، اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر وطن واپس گئے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ رؤف احمد رافتؒ کے ہمراہ جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کیلئے گئے تو فرمایا کہ یہاں سے ظلمت ظاہر ہوتی ہے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں واقعی بت پرستوں کی تصاویر تھیں۔ (۲)

### شاہ غلام علیؒ کے دیگر خلفاء

- ۱۔ حافظ عبدالرحمن مجددی (جالندھری) ۲۔ مولانا بشارت اللہ (بہڑاچی)
- ۳۔ مولوی کرم اللہ ۴۔ میر طالب علی مشہور بہ مولوی عبدالغفار
- ۵۔ محمد حسن ۶۔ سید احمد کردی
- ۷۔ سید عبداللہ مغربی ۸۔ مرزا رحیم بیگ موسوم بہ محمد درویش عظیم آبادی

(۱) عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۸

(۲) رافت: رؤف احمد: جواہر علویہ ۱۴۱-۱۴۲، شاہ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات مظہری ۱۷۹



- ۹۔ ملا پیر محمد  
۱۰۔ ملا گل محمد غزنوی  
۱۱۔ مولوی ہراتی (مولوی محمد جان قندھاری) ۱۲۔ ملا محمد منیر  
۱۳۔ مولوی ولی اللہ ۱۴۔ مولوی محمد عظیم  
۱۵۔ مولوی شیر محمد ۱۶۔ مولوی نور محمد  
۱۷۔ مولوی محمد جان (شیخ الحرم) ۱۸۔ میر نقش علی  
۱۹۔ میاں احمد یار ۲۰۔ مرزا مراد بیگ  
۲۱۔ مرزا عبدالغفور ۲۲۔ میاں فخر الدین قادری  
۲۳۔ محمد سرور خان ۲۴۔ میاں شیخ خلیل الرحمن (۱)

شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے خلفاء کے باب میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی کا اضافہ کیا ہے۔ (۲)

- ۲۵۔ مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری (ص ۱۷۹)  
۲۶۔ سید احمد کردی (پہلے مولانا خالد سے پھر شاہ صاحب سے)  
۲۷۔ محمد منور (امام مسجد اکبر آبادی) ص ۱۸۲  
۲۸۔ میاں محمد اصغر (ف ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) ص ۱۸۲  
۲۹۔ میاں قمر الدین پشاوری ص ۱۸۳  
۳۰۔ محمد شیر (از ولایت افغاناں) ص ۱۸۳

ان کے علاوہ شاہ صاحب کے بہت سے خلفاء تھے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں مصروف تلقین و ارشاد تھے، مولانا سید ابوالقاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شاہ صاحب کے جلیل القدر خلیفہ تھے (۳)

(۱) یہ فہرست جواہر علویہ ۲۳۸-۲۴۴ سے ماخوذ ہے

(۲) عبدالغنی، شاہ: ضمیمہ مقامات مظہری صفحات ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳

(۳) وحید، واحد علی: پشت نامہ ہسوی، بیڑا کج ۱۹۲۹ء، ص ۹ نزہتہ الخواطر ۷/ ۱۹

اور ان کے فرزند شاہ عبدالسلام، شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

۳۱۔ حافظ محمد سعید مؤلف احوال و مقامات حضرت مظہر

۳۲۔ سید ابوالقاسم ہسوی

۳۳۔ سید حسن بن محی الدین بٹالوی

۳۴۔ مولانا ہدایت احمد (والد مولانا رشید احمد گنگوہی، ارشاد المسترشدین ص ۱۷۳)

۳۵۔ قاری امام الدین نخشی امرہوی

۳۶۔ مولوی کرم اللہ بن شیخ مصدق الدین (محرک تالیف تفسیر عزیزی)

۳۷۔ حافظ عبداللہ امرہوی

۳۸۔ حافظ خلیل احمد مضطرب یحوی مجددی

۳۹۔ شیخ قاسم ہندی

۴۰۔ شیخ عبداللہ باجوڑی

۴۱۔ اخوند جان محمد (والد ماجد شاہ عبدالعلیم لوہاری)

۴۲۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی

۴۳۔ ملا ولی محمد توخی قندھاری

## تصانیف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور کسی نے آپ کی تالیفات کی تلاش و جستجو تا حال نہیں کی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے رسائل خلفاء و مریدین نقل کر کے لے گئے اور ان کی نقلیں یا اصل مسودات بہت کم محفوظ رہے۔

راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات کا علم ہوا ہے ان کا اس وقت مجمل سا تعارف کروایا جا رہا ہے:

۱..... مقامات مظہری

۲..... ایضاح الطریقت

۳..... احوال بزرگان

۴..... رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

۵..... رسالہ طریق بیعت و اذکار

۶..... رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند

۷..... رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند

۸..... رسالہ اذکار

۹..... رسالہ مراقبات

۱۰..... رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق دہلویؒ بر حضرت مجددؒ

۱۱..... رسالہ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد الف ثانیؒ

۱۳..... کمالات مظہری

۱۲..... رسالہ مشغولیہ

۱۵..... مکاتیب شریفہ

۱۴..... سلوک راقیہ نقشبندیہ؟

۱۷.....ملفوظات شریفہ

۱۶.....درالمعارف

## مقاماتِ مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ کی تالیفات میں یہ سب سے مشہور اور اہم کتاب ہے، اس میں حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے ملفوظات، مکتوبات، معمولات اور خلفاء کے احوال بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل اٹھارہ فصول پر مشتمل ہے:

اول.....در ذکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ

دوم.....ذکر سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ

سوم.....ذکر مجمل احوال مشائخ اربعہ حضرت میرزا مظہر یعنی سید نور محمد بدایونی،

حاجی محمد افضل سیالکوٹی، حافظ سعد اللہ اور حضرت محمد عابد سنائیؒ

چہارم.....ذکر نسب و ولادت حضرت مظہر

پنجم.....ذکر استفادہ حضرت مظہر از حضرت نور محمد بدایونیؒ

ششم.....ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حاجی محمد افضلؒ

ہفتم.....ذکر استفادہ حضرت ایشان از حضرت حافظ سعد اللہؒ

نہم.....ذکر مقدماتی کہ دلالت بر امتیاز حضرت مظہر بر اہل زمان

دہم.....ذکر تاثیر صحبت شریف حضرت ایشان

یازدہم.....ترک وزہد و اوصاف حضرت ایشان

دوازدہم.....ملفوظات حضرت ایشان

سیزدہم.....نصائح حضرت ایشان

چہار دہم.....مقامات حضرت ایشان

پانزدہم..... مکشوفات و تصرفات

شانزدہم..... انتقال حضرت ایشان

ہفتدہم..... خلفاء حضرت ایشان

ہتردہم..... بعضی مکاتیب شریفہ حضرت ایشان

کتاب کے مختلف اندرونی شواہد کی بنا پر اس کا سالِ تالیف حدود ۱۲۱۱ھ /

۱۷۹۶ء قرار دیا جاسکتا ہے (۱)

حضرت مصنف نے اپنی اس کتاب کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا، کتاب کے

مقدمہ میں ہے:

”این رسالہ ایست مختصر و منتخب از کتاب مستطاب کہ

صاحب کمالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم

اللہ در احوال سیدنا و مرشدنا... شمس الدین حبیب اللہ

میرزا جان جاناں و احوال خلفاء ایشان نوشته منت بر دل

و چشم مخلصان نہادہ اند“

چنانچہ اس کے طبع اول (۲) کے سرورق پر بھی اس کا کوئی نام درج نہیں ہے

بلکہ صرف اسے ”رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ

میرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ“ تحریر ہے۔

شاید حضرت شاہ رؤف احمد رافت کے بیان کی بنیاد پر اس رسالہ کو مقامات مظہری

کا نام دیا گیا ہے کیوں کہ انہوں نے جواہر علویہ میں اس کا یہی نام لکھا ہے۔ (۳)

پھر مطبع مجتہبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء میں مقامات مظہری کے نام سے طبع

(۱) مقامات مظہری، مقدمہ ص ۱۷۱ (۲) مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی ۱۲۶۹ھ

(۳) رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ص ۱۳۵



ہوئی۔

اس کا اردو ترجمہ لطائف خمسہ یا مقامات مظہری کے نام سے طبع ہوا جسے فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا، دوسرا اردو ترجمہ ہمارے مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ چار مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ غلام علیؒ نے کتاب کے دیباچہ میں وضاحت نہیں فرمائی ہے کہ یہ کتاب مولانا نعیم اللہ بہڑا بچی کی کس تصنیف کی تلخیص ہے اور جو کچھ خود یاد تھا وہ اس میں اضافہ کیا ہے، دراصل یہ بشارات مظہریہ کی تلخیص ہے۔

مقامات مظہری میں بے شک ایسے اضافات حضرت مصنف نے کیے ہیں کہ حضرت میرزا مظہرؒ کے حالات پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مفصل و جامع ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے، اسے بلا تردد بشارات مظہریہ کا نہایت مفید تکرار کہہ سکتے ہیں، اس کی دونوں فارسی اشاعتوں اور اردو ترجمہ کے ساتھ ایک نہایت مفید ضمیمہ کا بھی اضافہ ہے یہ ضمیمہ شاہ عبدالغنی مجددیؒ کا نوشتہ ہے جس میں انہوں نے حضرت مصنف (شاہ غلام علی) کے حالات مختصر طور پر تحریر کیے ہیں۔

## ایضاح الطریقت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر حضرت شاہ غلام علیؒ نے یہ رسالہ لکھا ہے، اس کا سال تالیف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء ہے۔

دورِ آخر میں سلسلہ نقشبندیہ میں اس رسالہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی دیگر کتب و رسائل کو حاصل نہیں ہو سکی، آپ نے اس رسالہ میں عام فہم انداز میں طریقہ شریفہ کے اشغال اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ مبتدی و منتہی سبھی مستفید ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

بعد حمد و صلوة فقیر عبد اللہ عرف غلام علی عفی عنہ گزارش می نماید کہ بیست و دو سالہ بودم کہ ہدایت و عنایت بے غایت الہی سبحانہ شامل حال این فقیر گردیدہ بجانب فیض مآب ... حضرت میرزا جان جاناں قدس سرہ العزیز رسانید ... این مسکین بذکر و شغل باطنی از حضرت ایشان تلقین یافتہ برین طریقہ مواظبت نمودم و پانزدہ سال اقتباس انوار صحبت حلقہ ذکر و توجہ و مراقبہ حضرت ایشان داشتیم و بہ یمن توجہات روح افزای حضرت ایشان مناسبتی بہ حالات و واردات این طریقہ علیہ بہم رسید و ادراک و جدان کیفیات و مقامات و اصطلاحات آن واصل شد ... این ایام کہ سنہ ہجری مقدس ہزار و دو صد و دو از دہ است بہ تکلیف بعضی از عزیزان این چند فوائد از کلام مبارک حضرت خواجگان نقشبندیہ و اکابر مجددیہ التفات نمودہ جمع کردہ آمد ... الخ

یہ رسالہ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے رساںل سببہ سیارہ مطبوعہ مطبع علوی ۱۲۸۲ھ میں بھی شامل ہے، حضرت شاہ رؤف احمدؒ نے جواہر علویہ میں درباب تحریرات حضرت شاہ صاحب میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی اس رسالہ کا متن محفوظ ہے، حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے اس رسالہ کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔

متعدد قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں۔

محمد تقی دانش پڑوہ فہرست ساز مخطوطات دانش گاہ تہران (۱۳ / ۳۲۱۳) نے اس رسالہ کو متعارف کرواتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی غلام علی باطنی لکھ دیا ہے، جس سے قاری یہ تصور کرے گا کہ آپ کا تعلق خداخواستہ فرقہ باطنیہ سے تھا، دانش پڑوہ صاحب سے یہاں فاش غلطی ہوئی ہے، نیز انہوں نے اس رسالہ کا نام بھی آداب و اذکار فرض کر لیا ہے حالانکہ رسالہ کے آخر میں اس کا نام واضح طور سے ایضاح الطریقہ لکھا ہوا ہے یہ رسالہ جس مجموعہ (شمارہ ۴۲۴۳) میں ہے ہم نے اپنے قیام تہران ۱۹۷۶ء کے دوران بغور دیکھا ہے۔

## احوال بزرگان

اس رسالہ میں حضرت مصنف نے حضرت غوث الثقلین، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت نجم الدین کبریٰ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ قطب الدین، حضرت شیخ فرید الدین، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم علاء الدین صابر، حضرت شاہ نقشبند، حضرت خواجہ عطار، حضرت خواجہ پارسا، حضرت خواجہ احرار، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی مع اولاد حضرت مجدد کے حالات نہایت مختصر طور پر لکھے ہیں۔

## ابتداء

بسم الله الرحمن الرحيم در طریقه مجددیہ اصطلاحات بسیار است مشتمل است بر فیوض خاندان قادریہ و سہروردیہ و کبرویہ و چشتیہ و نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم دوسہ ورق در احوال کبریٰ از طرق نوشتہ شد کہ وسیلہ و افتخار این بی مقدار کرد..... الخ

اس رسالہ کے آخر میں آپ نے حضرت مولانا خالد کردی کا آپ سے استفادہ کرنے کا بھی ذکر ہے، جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا خالد ۱۲۲۵ھ کو دہلی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ کے بعد تالیف ہوا، فرماتے ہیں۔

خلفاء حضرت میرزا جانِ جاناں درین وقت بسیار شدہ حضرت مولانا خالد شہرزوری کہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ازین لاشی کسب نموده در بلادِ بغداد و روم و شام و غیرہ اتباع این طریقہ نمودہ جہانی را منور ساختند زیادہ از ہفت صد خلیفہ دارد سید اسمعیل مدنی از حرمین الشریفین در این جا نزد این فقیر آمدہ بیعت در مجددیہ بردست این لاشی نمودہ بکسب مجددیہ اجازت و خلافت رسیدہ این طریقہ در انجامی نماید عریضہ نوشتہ کہ علماء اکثر ازین طریقہ منتفع شدند، اللہ اکبر (ورق ۱۷۲ اب)

اس رسالہ کا ایک نسخہ جناب جی معین الدین، لاہور کے کتب خانہ میں ہے جس کا عکس ہمیں جناب ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی وساطت سے ملا، جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اس رسالہ کے ۱۷۲ اوراق ہیں تقطیع خرد ہے، آپ نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں لکھا، خاتمہ میں اس رسالہ کا موضوع احوالِ بندگان بتایا ہے

رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی اس کتاب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ) کے

حالات، مناقب، احوال اولاد و خلفاء زبدة المقامات اور حضرات القدس میں سے ملخصاً و منتخباً لکھے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين، اما بعد اين رساله ايست مختصر در ذكر مقامات و معارف و واردات جناب فيض مآب امام رباني مجدد الف ثاني ..... و اين احوال صدق مآل آنحضرت منتخب است از بركات احمديه محمد هاشم كشمي و حضرات القدس ملا بدرالدين سهرندي كه... از خلفائے عظام آنحضرت اند و در احوال آنحضرت آن پر دو كتاب تحرير ساخته، اول بيان طريقه كبرى دين كرده مي شود باز اندكي احوال مشائخ آنحضرت، بس شروع در مقصود نموده مي آيد و المؤلف فقير عبدالله معروف غلام علي عفي عنه

ليكن حضرت مصنف نے اس میں ان دو مذکورہ مآخذ کے علاوہ بھی کتب کے حوالے دیئے ہیں اور بعض صدری روایات بھی درج فرمائی ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

اس کے پیش نظر خطی نسخہ مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امرہوی مرحوم کے ۲۳ صفحات ہیں آخر میں حضرت مصنف کا وہ رسالہ بھی شامل ہے جو آپ نے مخالفین حضرت مجدد قدس سرہ کے رد میں تحریر فرمایا تھا جو رسالہ سببہ سیارہ میں بھی شامل ہے۔

اس نسخہ کے خاتمہ پر ایک یادداشت حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کے



دست مبارک سے تحریر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قصوری نے ۵ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ میں اس نسخہ کا تقابل اور تصحیح فرمائی ہے۔

اس کا دوسرا قلمی نسخہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبی کے سجادہ نشین جناب مطلوب الرسول صاحب کے پاس ہے جو مولوی امام الدین مصنف مقامات طیبین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

تیسرا نسخہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں موجود ہے۔

کتابخانہ آصفیہ حیدرآباد، دکن میں بھی غالباً یہی رسالہ ہے جس کا نام ”کرامات و ارشادات مجدد الف ثانی“ قدس سرہ ہے۔ (۱)

فہرست کتابخانہ آصفیہ میں اس رسالہ کی تفصیل درج نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ زیر بحث رسالہ کے علاوہ کوئی اور رسالہ ہے یا وہی ہے۔

### رسالہ طریق بیعت و اذکار

اس رسالہ شریفہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں، ابتدا اس طرح سے کی ہے:

بعد حمد و صلوة دریا بند کہ بیعت بہ معنی عہد کردن

است و استوار بودن بر آن و معمول است در طریقہ عالیہ

حضرات صوفیہ و آن سنت اصحاب کرام است.....

بیعت برسہ قسم است، بیعت توبہ کہ بردست بزرگی بر

ترک گناہان بیعت نہاید (۲).... الخ

(۱) فہرست مخطوطات فارسی کتابخانہ آصفیہ، جلد اول ص ۳۶۰ مخطوطہ نمبر ۲۸۸

(۲) رسائل سبغہ سیارہ ص ۲۰

یہ رسالہ حضرت سید اسمعیل مدنیؒ کی حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت کے بعد کی تالیف ہے اس رسالہ میں ہے کہ جب حضرت سید اسمعیل مدنی کو جامع مسجد دہلی میں تبرکات کی زیارت کے لئے بھیجا تو انہیں وہاں تصاویر کی موجودگی کی وجہ سے ظلمت معلوم ہوئی، فرماتے ہیں:

سید اسمعیل عالم و محدث سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فیہ اعطاء از مدینہ منورہ برائے کسب طریقہ مجددیہ پیش بندہ آمدہ بود اور ابرائے زیارت آثار شریف در مسجد جامع فرستادم..... الخ (۱)

چار صفحات کا یہ رسالہ، رسائل سب سے زیادہ میں شامل ہے۔ (۲)

### رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ

یہ مختصر رسالہ ہے جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ابتداء میں طریقہ شریفہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ موصل المرید الی المراد فرمودہ اند نزد ما طریقہ بہتر از طریقہ نقشبندیہ نیست.....

یہ دو ورق رسالہ، رسائل سب سے زیادہ ص ۲۳-۲۴ میں شامل ہے اور آپ کے مکاتیب شریفہ کا بھی جز ہے۔ (۳)

(۱) ایضاً ۲۳ (۲) رسائل سب سے زیادہ، مطبوعہ مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ ص ۲۰-۲۳

(۳) مکاتیب شریفہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ، مکتوب نمبر ۸۶ ص ۷۸

## رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبندؒ

یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سر حلقہ سلسلہ علیہ نقشبندیہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے، فرماتے ہیں۔

سطری چند از احوال شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تبرکاً نوشتہ شد این احوال در مقامات ایشان مفصلاً مذکور است... الخ  
دو ورق کا یہ رسالہ بھی رسائل سب سے سیارہ صفحہ ۲۴-۲۶ میں موجود ہے، نیز آپ کے مکاتیب میں بھی شامل ہے۔ (۱)

## رسالہ اذکار

اس رسالہ کی ابتداء میں بیان کیا ہے:

بدانکہ در صحبت پیغمبر خدا ﷺ معرفت و محتسب و مرتبہ احسان ان تعبدریک کانک تراہ اصحابہ کرام را رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاصل بود و غلبۂ محبت و ترک حظ نفس تصفیہ دلہامی نمود، بعد زمان نبوت صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم انواع اذکار و مراقبات برائے حصول این درجات مقرر کردہ اند... الخ

یہ مختصر رسالہ، رسائل سب سے سیارہ میں شامل ہے صفحہ ۲۶-۲۷

## رسالہ مراقبات

اس رسالہ میں طریقت کے مقامات بیان کئے گئے ہیں، فرماتے ہیں:

(۱) ایضاً مکتوب ۸۷ ص ۷۹

بعد حمد و صلوة واضح باد کہ اکابر این طریقہ شریفہ  
مقامات قرب در عالم مثال بہ کشف صحیح و معائنہ  
صریح دیدہ تعبیر ازاں مقامات بدائرہ مناسب یافتہ اند کہ  
آن مقامات بہ جہت و بی چونست... الخ

یہ رسالہ بھی رسائل سبع سیارہ کا جز ہے۔ (صفحہ ۲۷-۳۰)

نیز آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے۔ (۱)

اس رسالہ کا متن درالمعارف (ملفوظات) میں بھی نقل کیا گیا ہے (۲) یہ ملفوظ  
شریف پنجشنبہ پنجم شہر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ کا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اس روز حکیم  
عبدالکریم جہنپہانی نے حضرت شاہ غلام علیؒ سے آپ کے اس رسالہ کی نقل کرنے کی  
درخواست کی نیز حضرت رافت نے لکھا ہے کہ اس سے قبل مجھے بھی اس کی نقل حضرت  
نے عنایت فرمائی تھی جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۳۱ھ سے پہلے تالیف  
ہو چکا تھا، حدود ۱۲۳۰ھ میں۔

یہ واضح رہے کہ رسائل سبع سیارہ میں اس کا متن نقل کرنے کے بعد فائدہ کے  
عنوان سے آخر میں نوسطور کا اضافہ ہے، جو درالمعارف میں نہیں ہے۔

## رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی بر حضرت مجدد

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات کے سلسلہ میں  
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے رسالہ اعتراضات کی آڑ لے کر اپنے دلوں کے  
غبار نکالنے کی کوشش کی ہے، یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدثؒ کے یہ اشکال حضرت مجدد

(۱) شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ۔ مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۳۹

(۲) رافت: درالمعارف، مطبوعہ ترکی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۵-۳۸

الف ثانی کے بعض کشوف پر تھے لیکن یہ اختلاف صرف کشفی اختلاف کی حد تک تھا، مخالفت ہرگز مقصود نہیں تھی چنانچہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ محدثؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے۔

حضرت شیخ محدثؒ کے رجوع کی روایت کے اثبات میں دیگر دلائل کے علاوہ یہ ثبوت کافی ہے کہ دونوں حضرات کی اولادِ امجاد میں خاصا باہمی اتفاق تھا اور ایک دوسرے سے روحانی و علمی استفادہ کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدثؒ سے لی تھی۔ (۱)

شیخ محدثؒ کی اولاد مسلسل حضرات مجددیہ سے کسب فیض کرتی رہی چنانچہ مولانا نور الحق مشرقی بن شیخ محدثؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مرید تھے، حافظ محمد حسن نبیرہ شیخ محدثؒ، بھی خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ تھے نیز شیخ محمد احسان بن حافظ محمد حسنؒ، حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلفاء میں سے تھے۔

جو اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ شیخ محدثؒ کے رجوع کی روایات وضعی نہیں ہیں۔ (۲)

تاہم بعض حضرات نے شیخ محدثؒ کے اعتراضات کے جواب میں مستقل رسائل لکھے، شیخ محمد بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصومؒ، شیخ محمد فرخ ابن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کشف الغطاء عن اذہان الاغیاء، مخدوم معین ٹھٹھوی نے ہجۃ الانظار فی برأت الابرار، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتہؒ نے رسالہ احقاق لکھا اور ان کے خطی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔

(۱) گول، شیخ بہلول برکی: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیاء، قلمی مخزونہ یہ: میموریل

پبلک لائبریری، کراچی

(۲) احوال، آثار عبد اللہ خوشگئی قصوری، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۳۵-۱۳۸

## رسالہ دیگر در ردِ مخالفین حضرت مجدد الف ثانی

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ فصول پر مشتمل ہے:

- ۱..... در بیان مجملی از احوال حضرت ایشان
  - ۲..... در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال
  - ۳..... در اجوبہ بعضی اعتراضات حضرت شیخ عبدالحق محدث کہ رسالہ در انکار معارف ایشان نوشته اند۔
  - ۴..... در بیان حواشی کہ استاد فقیر حضرت شاہ عبدالعزیز در ایام خردی بر رسالہ حضرت شیخ مذکور تحریر فرمودہ اند۔
  - ۵..... در دفع شبہاتی کہ بر السنۂ عوام مذکور است۔
- اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بعد حمد و صلوة فقیر عبد اللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ کہ کمترین منسوبان خاندانِ عالی شان احمدیہ است میگوید کہ این رسالہ ایست مختصر در بیان سخنانی کہ در بارہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سہرندی شہرت یافتہ و مردم آن کلمات را سرمایہ انکار ساختہ اند و آن کلمات محض افتراست ہرگز باثبات نمیرسد... الخ

حضرت شاہ غلام علیؒ کے اس موضوع پر دیگر مختصر رسائل میں یہ سب سے مفصل ہے اور دیگر رسائل کے بعض مقامات کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔  
یہ رسالہ، رسائل سب سے زیادہ میں شامل ہے۔



## رسالہ مشغولیہ

ابتداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم طریقہ مشغولیہ بذکر حق سبحانہ  
و تعالیٰ باتوجہ للطائف سبعہ تادراں حرکت ذکر پیدا

شود... اول لطیفۂ قلب... دوم ذکر نفی... الخ

اس رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں آپ نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن چونکہ یہ رسالہ  
حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید و ہو خلیفہ حضرت شاہ  
غلام علی کی بیاض میں شامل ہے اور انہوں نے اس رسالہ کو حضرت شاہ غلام علی کی  
تصنیف اس کے خاتمہ میں لکھا ہے اس لئے اسے شاہ صاحب سے منسوب کرنے میں  
کوئی اشکال نہیں ہے، خواجہ دوست محمد اس کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

رسالہ مشغولیہ... من تصنیف... حضرت شاہ عبداللہ

المشہرفی الآفاق غلام علی شاہ دہلوی رضی اللہ عنہ...

اس رسالہ کے پانچ صفحات ہیں جو حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی بیاض  
میں شامل ہیں یہ رسالہ مولانا عبدالرشید سیالکوٹی صاحب مالک کتب خانہ رشیدیہ،  
راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور کی نوازش سے ہمیں دستیاب ہو اور ہم نے اس سے  
استفادہ کیا ہے اس بیاض میں تین چار اوراق پر یہ مہر ہے۔ ”بندہ عبدالصمد  
دوست محمد۔“

اس بیاض میں نقشبندی سلسلہ کے بعض دیگر رسائل بھی منقول ہیں جو طبع ہو چکے

ہیں فقط رسالہ مشغولیہ ابھی تک نہیں چھپا۔

## کمالاتِ مظہری

حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنی عمر کے اواخر حدود ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء میں یہ رسالہ لکھا تھا، اس کے بارے میں حضرت شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعیدؒ فرماتے ہیں:

”حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در رسالۃ خود کہ بظن غالب در حدود سی و ہفت تالیف فرمودہ اند و عمر مبارک حضرت والد (شاہ احمد سعید) فرزند حضرت ابو سعید بعلم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریفہ قریب است بوالد ماجد خود۔“ (۱)

اس اہم رسالہ کا ایک قلمی نسخہ حضرت مخدومی مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی مدظلہ (۲) کے کتب خانہ واقعہ خانقاہ شریفہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ دہلی (ہندوستان) میں ہے، حضرت شاہ غلام علیؒ نے اس رسالہ کا بھی کوئی نام تجویز نہیں فرمایا تھا، حضرت زید مدظلہ نے مطالعہ کے بعد اس کا نام کمالاتِ مظہری تجویز فرمایا کہ اس کے سرورق پر لکھ دیا ہے، فرماتے ہیں:

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے، حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے، اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا اور کمالاتِ مظہری کا نام اس کے لیے مناسب معلوم ہوا چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس ۱۳۳ پر ہے، یہ رسالہ ۱۸۵۷ء کے فتنہ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے، اس وقت

(۱) محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۲۷

(۲) زید، ابوالحسن فاروقی، مولانا: مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۸۴-۸۵

حضراتِ عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ و نیز در جائے ارقام نمودہ اند، فرزند ایشان حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ از این فقیر دارد، انتھی، منقول از عین مسودات حضرت شاہ صاحب قبلہ است (۱)

### سلوکِ راقیہ نقشبندیہ

کتابخانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ میں اس نام کا ایک رسالہ بھی شاہ صاحب سے منسوب ہے (۲)۔ لیکن اس کی تفصیل سردست ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

### مکاتیب شریفہ

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ایک سو پچیس ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ ہے، جو آپ کے خلیفہ جلیل حضرت شاہ روف احمد مجددیؒ نے جمع کیا ہے، سال ترتیب

(۱) حضرت مولانا ابوالحسن زید مدظلہ بن حضرت شاہ ابوالخیرؒ بن شاہ محمد عمر بن شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن شاہ صفی القدر بن شاہ عزیز القدر بن شاہ محمد عیسیٰ بن خواجہ سیف الدین ابن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ اس وقت اپنے والد کی درگاہ شریف (چتلی قبر) دہلی میں سجادہ نشین ہیں ولادت ۲۵ رمضان ۱۳۲۳ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ کو ہوئی، پندرہ کتابوں کے مؤلف ہیں اپنے والد بزرگ حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی مفصل سوانح مقامات خیر کے نام سے ۱۳۹۲ھ میں تالیف کی ہے جو دہلی سے شائع ہو چکی ہے، راقم کی اسی سال (۱۳۹۶ھ) میں حضرت مولانا سے مراسلت شروع ہوئی ہے، بہت مشفقانہ مکاتیب تحریر فرمائے ہیں۔ (یہ مراسلت ارمغان امام ربانی جلد پنجم میں شامل ہے

(۲) احمد منزوی، فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۲/۱۴۰۰

۱۲۳۱ھ ذیل کے قطعہ تاریخ سے برآمد ہوتا ہے۔ (۱)

دادہ چو انتظامش رفت بگفت ہاتف

دریاب سال جمعش از ”مظہر عجائب“ (۱۲۳۱ھ)

یہ مکاتیب زیادہ تر شاہ صاحب نے اپنے خلفاء کے نام رقم فرمائے تھے چند مکتوبات حاکمان وقت کے نام بھی ہیں، مکتوب الیہم کے اسماء گرامی سے آپ کے حلقہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بنام حضرت شاہ ابوسعید مجددی ۱۹ مکتوبات، شاہ رؤف احمد ۲۳، شاہ احمد سعید ۵۳، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ۲۱، مولانا خالد رومی ۳، قمر الدین پشاوری، ملا فقیر محمد کولابی، شاہ گل محمد غزنوی، شہزادہ مرزا جہانگیر، صاحبزادہ سیف الرحمن و عبدالرحمن، میاں محمد حسن (وکیل انگریز) غلام محمد خان، منور خان حاکم سرونج صوبہ مالوہ، شاہ عبداللطیف، والدہ مولوی بشارت اللہ، مولوی ہادی احمد، قاضی شمشیر خان، میاں رسول بخش گنگوہی، شاہ پیر محمد کشمیری، محمد اکبر ثانی (بادشاہ ہند)، مولوی محمد اکرم خان حیدر آبادی، میر فرخ حسین، مولوی ولی اللہ سنبھلی، مولوی بشارت اللہ بہڑا پٹھی، منشی امین الدولہ احمد خان، سید احمد بغدادی، نواب شمشیر خان، سید امین الدین، مولوی عبدالرحمن شاہ جہانپوری، شیخ غلام مرتضیٰ، حاجی عبداللہ بخاری، مکتوب بنام علماء و رؤسا روم (در حوال مولانا خالد رومی کردی)

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر اداق اسرار و رموز پر بھی بحث کی گئی ہے، نیز مخالفین حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں، اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل کئے

(۱) مقدمہ، مکاتیب شریفہ ص ۴ مطبوعہ، لاہور

گئے ہیں۔ (۱)

ان مکاتیب شریفہ کا خطی نسخہ بحفظ جامع شاہ رؤف احمد رباط مظہر مدینہ منورہ میں موجود ہے (۲)، یہ مکاتیب مطبع عزیزی مدراس سے ۱۳۳۲ھ میں پہلی مرتبہ چھپے بعد میں متعدد خطی نسخوں سے مقابلہ کر کے حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم نے لاہور سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کئے۔

حکیم سیفی مرحوم کے ایڈیشن کے عکس حسین حلمی ایشیق نے ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا، مخدومی مولانا سید شرافت نوشاہی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علی کے مکتوبات کا ایک مجموعہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری نے بھی مرتب کیا تھا، اس مجموعہ میں بھی زیادہ تر وہی مکاتیب ہیں جو حضرت شاہ رؤف احمد کے مرتبہ مجموعہ میں ہے لیکن ترتیب مکاتیب میں ایک نظر دیکھنے سے فرق محسوس ہوا تھا، مجموعہ مرتبہ مولانا قصوری کا خطی نسخہ کتب خانہ مولوی غلام حسین مرحوم (۳) سیتھل، گجرات میں ہے، یہ مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی کا انتخاب ہے جو حضرت قصوری نے کیا تھا ”چراغ جاں“ (۱۲۰۴ + ۵۴ = ۱۲۵۸ھ) سے اس کا سال ترتیب برآمد ہوتا ہے، خطی نسخہ کتابخانہ درگاہ حضرت غلام نبی للہی، للہہ شریف، ضلع جہلم میں ہے، شاہ غلام علی کا ایک مکتوب شریف بزبان اُردو صاحبزادہ سید حسن علی فاضلی بٹالوی کے نام بھی ہے جو ارشاد المسترشدین میں موجود ہے۔ (۴)

(۱) جن کی نشاندہی تصانیف حضرت شاہ غلام علی کے تحت کی جا چکی ہے۔

(۲) کلمہ تشکر بر مکاتیب شریفہ، نوشتہ ناشر حکیم عبدالمجید احمد سیفی۔ لاہور ۱۳۷۱ھ

(۳) مولوی غلام حسین مرحوم بن مولوی محمد ابراہیم مرحوم خلیفہ مولوی غلام نبی للہی، واقع سیتھل تحصیل

پھالیہ ضلع گجرات۔ (مقامات شرافت، سخنان ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء جامع محمد اقبال مجددی۔ مشمولہ تذکرہ

شرافت نوشاہی، مطبوعہ (۴) ظہور الحسن: ارشاد المسترشدین: مطبوعہ ص ۱۳۷-۱۴۱

## درالمعارف

یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ نے صاحب ملفوظات کے جانشین و خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر جمع کیا ہے، اس کا آغاز روز ۳ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک سخنان عالی مسلسل اور تاریخ وار تحریر کئے ہیں، آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی اس لئے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیئے گئے ہیں، اس حصے میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء تک کے مندرجات ملتے ہیں۔ (۱)

یہاں بعض سخنان عالی کی تلخیص اس لیے درج کی جا رہی ہے تاکہ قارئین پر آپ کے طریقہ ارشاد کی وضاحت ہو سکے:

۱۔ آپ فرماتے تھے کہ لفظ فقیر میں ف سے مراد فاقہ، ق سے مراد قناعت، ی سے مراد یادِ الہی اور ر سے ریاضت ہے، جو شخص یہ کچھ بجالائے اسے ف سے فضل خدایق سے قرب مولا، ی سے یاری اور رحمت حق مل جاتی ہے، نہیں توف سے فضیحت (رسوائی) ق سے قہر، ی سے یاس (نامیدی) اور ر سے رسوائی حاصل ہوتی ہے۔ (۲)

۲۔ بیعت کی تین اقسام ہیں، ایک پیران عظام سے وسیلہ ڈھونڈنے کے لیے، دوسرے گناہوں سے توبہ کے لیے بیعت کرنا، تیسرے باطنی ترقی کے لیے بیعت کرنا۔



۳۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہم سے منسلک ہو اس کے لئے مناسب ہے کہ ہمارے جیسا لباس پہنے اور ہمارا رویہ اختیار کرے۔

۴۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ کو بانسری کی طرح خیال کرتا ہوں جو کچھ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت مؤثر اور دلوں کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے، بے شک و شبہ مبتدی و منتہی کو اس مجموعہ ملفوظات کے مطالعہ سے جو روحانی سرور حاصل ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اگر ہم پتھر پر توجہ کریں تو اس میں سے بھی انوارِ الہی کا ظہور ہو سکتا ہے، واقعی اگر پتھر سے پتھر دل قاری بھی آپ کے ان ملفوظات کا مطالعہ کرے تو ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ خاصاً مقبول رہا ہے اور آج تک اہل دل حضرات کے لئے حرز جان ہے، حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے ملفوظات شریفہ میں آپ کے ملفوظات کے جن دفاتر کا ذکر کیا ہے اس سے یہی مجموعہ ملفوظات درالمعارف مراد ہے۔

معاصرین و متاخرین نے آپ کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے، خود جامع ہذا نے جب آپ کے حالات مبارکہ پر مستقل کتاب جو اہر علویہ لکھی تو آپ کے ملفوظات تمام تر اسی سے تلخیص کر کے شامل کتاب کئے۔ (۱)

مفتی غلام سرور مرحوم نے اپنی تالیفات میں اس کا نام دارالمعارف لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (۲)

(۱) رافت: جو اہر علویہ ص ۱۳۸-۱۵۶

(۲) غلام سرور، مفتی لاہوری، خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۷۰۳، ایضاً: حدیقتہ الاولیاء ۱۳۴

اس کی حسب ذیل اشاعتیں ہمارے علم میں ہیں:

۱..... بریلی، ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء

۲..... دہلی ۱۹۲۷ء

۳..... ملتان ۱۹۶۵ء

۴..... ترکی ۱۹۷۴ء جو محبوب المطابع دہلی کا عکس ہے، ناشر آقای حسین علمی

ایشیق، استنبول

اس کے بعد شاہ رؤف احمد رافت نے شاہ غلام علیؒ کے سات روز کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ بھی مرتب کیا تھا، جس میں ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۶ھ سے دو شنبہ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ تک کے معارف درج کیے تھے، دیباچہ میں اسے ”تقریرات ہفت روزہ“ لکھا گیا ہے یہ فارسی نثر کا مختصر رسالہ ہے جس کا خطی نسخہ اس وقت ڈاکٹر سید عارف نوشا ہی صاحب اسلام آباد کے پاس ہے جو ایک مجموعہ رسائل (شمارہ ۸) میں شامل ہے، موصوف نے اس کا عکس اپنے مجموعہ مقالات ”نقد عمر“ کے آخر میں لگا دیا گیا ہے۔ ملفوظات کے اس مجموعہ کی دریافت انہی کا کارنامہ ہے۔

## ملفوظات چہل روزہ

یہ بھی شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جس کے جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری ہیں ان کے احوال و آثار کی تفصیل کے بعد اس مجموعہ کا تعارف کروایا جائے گا۔

## حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ مرتضیٰ،

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے تھے، حدود ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء میں ولادت ہوئی، مولوی امام الدین نے لکھا ہے :

”از اشراف خاندان صدیقیہ ایشان بودند ولادت

باسعادت ایشان در ۱۲۰۲ھ بود تخمیناً و نسب ایشان

بحضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیق می رسد۔“ (۱)

آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبد الملک، قصور کے علماء کی درخواست پر سندھ سے آ کر قصور میں سکونت پذیر ہوئے تھے اور علم قرأت میں سرآمد روزگار تھے (۲)۔ حاجی عبد الملک نے سندھ سے آ کر قصور میں شادی کی تھی، حاجی صاحب کے خسر اصلاً قصوری تھے جن کا مدفن گنبد اخوند سعید، قصور میں ہے (اولیائے قصور ص ۹۷)

آپ کے والد حضرت غلام مرتضیٰ قصوریؒ بھی ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے، انہوں نے پنجاب میں سکھ گروئی سے تنگ آ کر بطرف پشاور ہجرت فرمائی، احمد شاہ ڈرانی کے ہم عصر تھے احمد شاہ ڈرانی جب پنجاب آیا تو اس نے یہاں کے جن علماء سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی ان میں حضرت ”حافظ غلام مرتضیٰ کا نام بھی آتا ہے (۳)۔

۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۸ء میں انتقال کیا، حافظ غلام مرتضیٰ، قاری عبد الملک کے پوتے تھے اور حاجی فتح علی متقی سیالکوٹی کے خلیفہ کے مرید اور چاروں سلاسل میں اجازت یافتہ تھے۔

(۱) امام الدین کھوٹکی: مقامات طیبین، قلمی مخزنہ خانقاہ حضرت مولوی غلام نبی للہی، للہہ شریف، ضلع جہلم ص ۹

(۲) غلام سرور، مفتی، لاہوری: حدیقتہ الاولیاء مرتبہ وحشی محمد اقبال مجددی، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۳۹

(۳) رسالہ مسائل فقہ، قلمی مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور

آپ کے والد حضرت غلام مصطفیٰ بھی علوم ظاہری و باطنی، حسن صورت و سیرت اور بذل و ایثار میں طاقِ فرد تھے۔ (۱) آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد غلام مصطفیٰ نے انتقال کیا (۲) (یعنی ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۸ء) آپ کے چچا مولانا محمد قصوریؒ نے آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کی، مروجہ کتب معقول و منقول پڑھائیں (۳) اور اپنے چچا ہی سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات بھی سبقاً پڑھے تھے (۴)۔ اور سلسلہ قادریہ کے اشغال سیکھے اور اسی سلسلہ میں ان سے بیعت ہوئے انہوں نے آپ کو خلافت و اجازت دے کر اپنا قائم مقام نامزد کیا اور ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبانِ حق آپ سے بیعت ہوئے، مولوی امام الدین لکھتے ہیں:

”ایشان را بخلافت خاصهٔ خود سرفراز ساخته قائم مقام خویش نصب ساختند و روبروی حضرت عم جی صاحب ایشان قبولیت تمام رونمود، بسیار کس در آن اضلاع بردست ایشان بیعت نمودہ“ (۵)

لیکن اس فضل و کمال کے باوجود آپ کا طبعی رجحان حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہونے اور نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی طرف تھا۔

(۱) غلام سرور، مفتی: حدیقتہ الاولیاء ص ۱۴۰

(۲) محمد حسن کیرتپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مراد آباد، ۱۳۲۲ھ ص ۲۸۱

(۳) ایضاً

(۴) یادداشت مولانا قصوری، قلمی مملو کہ محمد اقبال مجددی

(۵) امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۹

## حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں

حضرت مولانا قصوریؒ کے اعزہ بانس بریلی میں رہتے تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے بڑی مہربانی و شفقت فرمائی اور کنایتاً آپ کو نسبت مجددیہ حاصل کرنے کی ترغیب دلائی چونکہ اس وقت آپ کے مرشد اور چچا بقید حیات تھے اس لئے آپ اس وقت ادب کی وجہ سے قصور چلے گئے (۱) لیکن پھر چچا کی وفات کے بعد حدود (۲) ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

اور اس دوران آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، مولوی امام الدین کا بیان ہے:

”چوں بار اول در خدمت شاہ صاحب قبلہ یازدہ ماہ در

خدمت بابرکت ماندند“

مرشد و مرید (۳)

حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری پر خاص توجہ مبذول فرمائی تھی دونوں

(۱) محمد حسن: حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۲۸۱

(۲) جیسا کہ ملفوظات چہل روزہ کے تجزیہ میں بیان کیا جائے گا آپ دہلی میں مختلف سین میں مقیم تھے، اول براہ واپسی بانس بریلی، دوم بعد وفات عم بزرگوار خود بغرض حصول فیض و بیعت اور ملفوظات چہل روزہ کے اندرونی شواہد سے آپ کے قیام دہلی اور اخذ نسبت کا سنہ ۱۲۳۳ھ متعین ہوتا ہے، آپ نے ۱۲۳۷ھ میں دہلی میں پھر ورو فرمایا ہے (ملاحظہ ہو تجزیہ ملفوظات چہل روزہ)

(۳) یہ عنوان مکاتبات عبدالرحمن اسفرائینی با شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مجموعہ مرشد و مرید مطبوعہ، تہران ۱۹۷۲ء سے مستعار لیا ہے۔

بزرگوں کے مخلصانہ روابط کا اندازہ کرنے کے لیے خود ان کی تحریرات کے اقتباسات دیئے جا رہے ہیں۔

جب مولانا قصوریؒ بیعت کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا:

”روزی احقر بارادہ بیعت بحضرت ایشان در طریقہ قادریہ عالی شان حاضر محفل منیف گردید رو بحضار آورده فرمودند کہ امروز امری عظیم ظہور میکند کہ فاضلی از ما اخذ طریقہ می نماید“ (۱)

پھر شاہ صاحب نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ہوا میں معلق کیے اور فرمایا کہ جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ آبا و طریقہ ملا ہے وہ تمہیں بھی نصیب ہوگا۔

مولانا قصوری کے اسی قیام دہلی (۱۲۲۳ھ/۱۸۱۸ء) کے دوران محفل مبارک میں ان کے مخلص دوست خواجہ نجیب الدین خان قصوری (۲) بھی آئے تو فی الفور حضرت شاہ صاحب ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور کامل بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کہاں کا پیر بنائیں؟ خواجہ نجیب الدین نے عرض کیا: ”پیر قصور“ یہ سن کر حضرت شاہ صاحب کو جلال آ گیا فرمایا کہ تم بہت کم ہمت ہو ہم تو انہیں سارے پنجاب کا پیر بنانا چاہتے ہیں۔ (۳)

(۱) ملفوظات چہل روزہ

(۲) خواجہ نجیب الدین خان قصوری کے علاوہ ملفوظات چہل روزہ کی مجالس میں پیر ابراہیم چشتی

قصوری بھی حاضر بتائے گئے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا غلام محی الدین نے دہلی کا یہ سفر

ان دونوں قصوری دوستوں کی ہمراہی میں کیا تھا۔ (۳) ملفوظات چہل روزہ



۲۷ شعبان روز چہار شنبہ وقت چاشت حضرت شاہ صاحب نے انہیں اجازت القا و حلقہ سے نوازا اور حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی اور مولوی محمد عظیم کو بطور گواہ طلب فرمایا کہ دیکھ لو کہ یہ لائق اجازت ہیں؟ شاہ رؤف احمد نے فرمایا کہ بے شک قابل اجازت ہیں، مولوی محمد عظیم نے کہا کہ آپ کا فرما دینا کافی ہے گواہی کی کیا حاجت؟ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے مولانا قصوری کو قریب بلایا اور چھ طریقوں قادر یہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، کبرویہ کے القا کی اجازت دی اور کلاہ شریف جو کہ آپ کے پیران کرام کی طرف سے تھا خود اپنے دست مبارک سے مولانا کے سر پر رکھا پھر دیر تک اپنا ہاتھ آپ کے سر پر بطور شفقت رکھ کر فرمایا کہ ہر چھ طریقوں کا فیض ہم جدا جدا تمہارے سینے میں القا کریں گے اس پر مولانا قصوری نے اپنا سر حضرت شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور دیر تک اسی حالت میں رہے۔

پھر ۲۷ رمضان کو خرقہ خلافت بخشا اور یہ مبارک خرقہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا شاہ رؤف احمد اور مولوی محمد عظیم صاحبان نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔ (۱)

نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ صاحب مسجد میں گئے تو وہاں مولانا قصوری بھی حاضر تھے، نماز سے فراغت کے بعد انبوه کثیر آپ کی قدم بوسی کے لیے اُٹھ پڑا، عین اژدہام میں فرمایا کہ مولوی قصوری کہاں ہیں، مولانا حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے اور اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔

”بدل مبارک چسپانید ندوبہ توجہ قویہ القای حرارت در

دل غلام نمودند“ (۲)

اس وقت دہلی کا مفتی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے پھر مولانا کو طلب فرمایا تو مفتی صاحب سے کہا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے

آیا ہے اور فقط تین ماہ مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ ۶ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتے، ایک مرتبہ حضرت قصوری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولانا صاحب مولویت چھوڑیں اور آہ پیدا کریں:

روزی خطاب باحقر نموده فرمودند کہ مولوی صاحب مولویت را بگذارید و آہ بیاموزید، از برکت فرمودہ حضرت ایشان روز دوم نور ماہ آہ در دل سیاہ تافت (۱)

پھر حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے، فرمایا:

”بعد ازان سپرد حضرت میرزا صاحب و قبلہ تمودند و

فرمودند کہ این شخص در خانہ شہا آمدہ است ہرچہ

تمامتر عنایت در حق او فرمایند، بعد ازان بدست مبارک

خود بر خاستند و اندرون تشریف بردند“ (۲)

حضرت شاہ صاحب اور مولانا قصوری کے روابط روحانی کا اندازہ مولانا

قصوری کے ان دو مکاتیب سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی

خدمت میں ارسال کیے تھے یہ دونوں خطوط اب تک غیر مطبوعہ ہیں:

## مکتوب اول

بجناب تربیت مآب قبلۃ المریدین و کعبۃ المسترشدین  
غوث السالکین و قطب السماوات والارضین حضرت  
شیخی و امامی و مرشدی و مرشدا الانامی دامۃ الحیات  
والافاضات مرید طالب مزید مدبر روسیاء و مقصر  
سراسر گناہ دامن گرفته بالیقین بندہ غلام محی الدین عفی  
عنه، عنوان سرنامہ عریضہ رابحلیہ لباس استدعاء عفو  
تقصیرات مطرز ساختہ میرساند چون اخذ فیض از باطن  
شیخ کامل منوط بار ادت تامہ است، الحمد لله کہ  
باوصف امتداد مفارقت صوری فتوری در منقاریت  
معنوی راہ نیافتہ مع ہذا بطرف این قرب باطن قانع نشدہ  
دائما طامع حضور ظاہر ہستم کہ مبادا باین اعتذار اویس  
دار اوج صحابیت بحفیض تابعیت فروافتد امید واری  
از فضل حضرت باری آن ست کہ قبل از ملول منیہ  
بحصول این امنیہ مشرف خواہد ساخت

باکریہان کار ہادشوار نیست

و چون بحقیقت کارنگر یدہ شود معلوم میگردد کہ

کار ہاہم موقوف بر اعتقاد است

ما کہ باشم اے تو ما را جانِ جانان

ناکہ ما باشم باتو در میان

ہر طور غور این اہل جور بعد الکور لازم ہمت سامی  
گرامی است

سپر دم بہ تو مایہ خویش را تو دانی حساب کہ و بیش را  
الہی ظل سعید بر مفارق ہر قریب و بعید مدید باد

### مکتوب دوم

بموقف عرض فیض معرض ارشاد پناہی قبلہ گاہی مربی  
کامل معلم مکمل پیشوا راغبان عقبی و راہ نہا طالبان  
مولا امام محراب اصابتہ واصطفایہام قباب انابتہ و  
احبا کعبہ محرمان ارادہ محرمان سعادت ذوالکرامات  
السنیۃ والمقامات العلویۃ قطب المدار غوث الابرار  
مرشدنا و مولانا و ہادینا و اولینا سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ  
مادامت الثریا والثری غلام مستہام مفروق مکسور  
صحیح المثال معقل الاحوال لفیف لغموم مہموز الہموم  
ناقص الفرح مضاعف الترح مقرون الانین مسکین غلام  
معی الدین بعد از تقدیم مراسم سجود و رکوع بصد  
خشوع و خضوع میرساند بہ شرف اصغاملقی باد مجاری  
امور بتوجہ آن مرشد جمہور بخیر و شر درواشغال تنور  
اشتیاق حضور انا فانا در فور و فور فرمان معطر العنوان  
محتوی بر اجازت ہر چہار طریقہ غریقہ در بحر انوار و

تاکید تعمیر اوقات باذکار و مراقبات و تدریس علوم ظاہریہ در اغلب انات دریں کہ نادانند کہ در بودن شہادر آن ملک باعث ہدایت خلق اللہ باشد در آمدن از انجا تعجیل ننہائند و مفصلاً بعرض رسانیدن ہمگی سوانحہ وارده از حال مفارقت تا زمان مکاتبت عزظہور و شرف صدور آورده این غرقاب گرداب کربت و غربت را بساحل یسرت و نصرت رسانید:

دراں دیدن چنان بے خویش دیدم کہ بردل خواستم بردیدہ سودم  
 ز بی سعادت غلامی کہ خواجہ اش بنامہ و پیامی  
 بیاد آرد و ز بی بخت مسترشدی کہ مرشدش  
 بتذکار کامش بر آرد:

من آن خاکم کہ ابر نو بہاری  
 کند از فضل بر من قطرہ باری  
 ولی چون شہ مرا بردرشت از خاک  
 سزد گر بگذارنم سر بر افلاک

قبلہ من طبق ارشاد فیض بنیاد بسا طالبان را داخل طریقہ عالیہ قادریہ نمودہ شد و در اوقات معینہ حلقہ ساختہ فرمودہ توجہ بطریقہ کہ ارشاد فرمودہ اند بایشان نمودہ می شود و ارادت عجیبہ و حالات غریبہ ظہور میکند و درین ضمن نسبت فدوی تیز است رجا صادق کہ اگر یک چند درین جا اقامت پذیر شدم بہ عنایت آن وہب

الولاية جم غفیر و جمع کثیر از تبة ظلمانی بدعت و ضلالت بمنزل نورانی سنت و ہدایت فائز خواہد شد و در تدریس علم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف ہم جید بلیغ مبذول می گردد، تشریح سوانح وار دہ آنکہ از وقتیکہ بندہ در گاہ داخل این مکان شدہ اکثر مردم چہ آشنا و چہ غیر و چہ علماء و چہ غیر فراوان اخلاص این طالب مناص بہم رسانیدہ اند و بحسب ظن و خویش مستفید میگردند سیما استقامت نشان سعادت عنوان طالب رضاء رحمن محمد سکندر خان کہ در عین علائق از مجردان طریقت و در عین مجاز از طالبان حقیقت است و ار نظر ہمت او عدم و وجود مساوی الحال و در ایثار نفس و مال ہم مثال درس مثنوی حضرت مولوی معنوی از بندہ میکند و از حقائق دقائق آن استفسار مینماید مستشفی میگردد، روزی مشاء الیہ بتاریخ بیست و سوم ماہ جمادی الاول ذکر احقر بمسامع رئیس المکان رسانیدہ مشتاق ملاقات گردانیدہ رئیس الوقت چون اغماض رعونت حطام دنیا دید در سردارد و در صدد آن است کہ قدری خود (در) دربار او رفتہ تحصیل ملازمت دو سہ کرت نقیب خود معہ مرکوب برائے طلب بندہ فرستادہ غلام از انجا کہ تربیت یافتہ الطاف آن عارف الہی و عکس پذیر مرآت اخلاق آن صیقل پناہی است از اجابت دعوات



اوانی مطلق و از حضور در مجلس اہل غنا و غرور  
 مستنکف تمام و نمی خواهد کہ در شہادت و غیبت  
 مرتکب امری شود کہ منجر بہ مخالفت آن مقدار گردد  
 بحکم الانسان حریص ممانیع رغبت رئیس بملاقات  
 این تارک الجلیس ساعت بہ ساعت مترقی و متزائد، امید  
 کہ او خود بجهت ملاقی بمکان نیازمند خوبند آمدہ  
 ہرچہ ثمرہ بر آن مرتب خواهد شد عرض حضور پرنور  
 داشتہ آید، فتوحات و ندور شامان ارسال حضور بہم  
 رسیدہ ان شاء اللہ متعاقب صحائب کدام راجل یار اکب  
 سفتحہ نمودہ مرسل نمودہ مرسل شدہ فیض عدہ ساختہ  
 آید پیشتر توجہ آن مقناطیس القلوب مطلوب الہی ظل  
 الفیاض قریب و بعید بسیط و مدید باد بالنبی و الہ الامجاد  
 در خدمت تمام برادران نسبی و دینی تحیات معروض و از  
 جمیع اخوان الطریق حدیث و عتیق بند گیات غلامانہ  
 مستجاب باد زیادہ آداب (۱)

حضرت شاہ غلام علیؒ نے مولانا قصوریؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ حضرت  
 غوث الاعظمؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلیفہ پنجم لکھا ہے ہم مولانا قصوریؒ کو اپنا  
 خلیفہ پنجم قرار دیتے ہیں:

”حضرت ایشان (شاہ غلام علی) میفرمودند کہ

(۱) مکاتیب طیبه (مجموعہ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوریؒ) جامع صاحب مکتوبات خود مولانا

قصوری، قلمی مکتوبہ ۱۲۹۳ھ، محظ فضل حسین، مکتوب اول و دوم

حضرت غوث الاعظم حضرت معاویہ را خلیفہ پنجم  
نوشتہ اند ما غلام محی الدین را خلیفہ پنجم خود  
گردانیدیم۔“ (۱)

---

(۱) محمد مظہر، شاہ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۵۷

## ارشاد نامہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ برائے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد حمد و صلوة فقیر عبد الله معروف غلام علی عفی الله  
عنه گذارش می نماید که جامع کمالات و فضائل ظاہر و  
باطن حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب سلمہم  
الله تعالیٰ، طریقہ ازین فقیر گرفته بذکر و مراقبات و  
اشغال این طریقہ شریفہ مواظبت نمودند، الحمد لله کہ بہ  
عنایت الہی بیمن متوسل پیران کرام رحمہم الله تعالیٰ در  
لطیفہ قلب و دیگر لطائف عالم امر ایشان توجہ و حضور و  
جمعیت و جذبات و واردات و انوار حاصل شد و  
استغراق و بی خودی کہ مقدمہ (۶۷ ب) فنا است و فنا  
رابقاء لازم دست داد، باز توجہات لطیفہ نفس ایشان  
کرده شد در آن جانیز استہلاک و اضمحلال در نسبت  
پیدا کردند، امید کہ فنا انا و زوال عین و اثر مرحمت گردد  
باز بہ عنایت الہی سبحانہ بواسطہ پیران کبار رحمہ الله  
علیہم از نسبتہائے خاصہ حضرت مجدد شدند سبحان الله  
يعطى لمن يشاء وهو الوهاب بدست ایشان دست من

است و مقبول ایشان مقبول من جعله الله سبحانه للمتقين  
 اماما و اخلصه لنفسه سبحانه و لحبيبه محمد (ﷺ) تعليم  
 و تلقين طريقه فرمايند و به توجه و همت القای انوار نسبت  
 در قلوب طالبان نمايند، پس وصيت می کنم ایشان را بدو  
 ام ذکر و خلوت و انزوا و یاس از خلقت و امید از خدا و  
 صبر و قناعت و تسليم و رضا و در مشکلات بواسطه  
 پیران کبار التجابه جناب کبرياء و پرداخت نسبت باطن و  
 عدم چون و چرا در قضا و دیدن واقعات (۶۸-۱) ناشی از  
 فضل الهی سبحانه یا از تقدیر خدا عم نواله قل ان صلوتی  
 و نسکی و محیاتی و مماتی لله رب العالمین و بذالك امرت و  
 انا اول المسلمین و صلی الله علی خیر خلقه محمد و آله  
 و اصحابه اجمعین، اسئل الله سبحانه الا ستقامة علی هذه  
 الطريقة الشریفة لی و له حق سبحانه و تعالی بر این نوشته  
 استقامت و استدامت ایشان را و این فقیر را کرامت  
 فرماید، آمین

مقصود ازین التزام اذکار و اشغال طریقہ برائے خدا بودن  
 است، اللهم اجعل حیاتی و حیاته کلها لک و لا تکلمنا  
 الی انفسنا طرفة عین و اجعل حبک احب الینا من الماء الباء  
 و الی العطشان، آمین برحمتک یا رحیم یا رحمن یا ارحم  
 الراحمین عم نوالک

تمام شد، من المرقوم غلام حسن

غلام علی ۱۱۵۱ھ (نقل مہر (۱) حضرت شاہ غلام علی، ورق ۶۷۔ الف۔ ۶۸۔

الف

اس اجازت نامہ پر مثبت مہر حضرت شاہ غلام علیؒ میں ۱۱۵۱ھ ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت غلام محی الدین قصوریؒ ۱۱۵۱ھ میں حصول نسبت کے لیے دہلی حاضر ہوئے تھے بلکہ یہ تو مہر کے بننے کا سنہ ہے، اس مہر میں نقل شدہ سنہ ۱۱۵۱ھ بالکل غلط ہے کیوں کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کی ولادت ۱۱۵۶ھ کی ہے۔

### حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے تلمذ

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ متعدد مرتبہ دہلی گئے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دامن ارادت سے وابستہ ہونے کے دوران ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کی سند لی، ان اسناد میں سے۔

۱..... سند مشکوٰۃ شریف، نقل

۲..... سند مسلم شریف، نقل

۳..... سند بخاری شریف، یہ سند خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز کی مہر بھی مثبت ہے جس کا سمجھ اس طرح ہے:

هو العزيز ولي الرحيم ۱۱۸۹ھ

یہ مہر پرانی ہے، اس زمانہ میں ہر سال مہر میں نہیں بنتی تھیں، یہاں اس مبارک

سند کا عکس (بطور دستاویز) دیا جا رہا ہے۔

(۱) یہ اجازت نامہ بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی الہی، ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب،

لاہور، نمبر ۴۵۲/۳۷۸۵ سے منقول ہے۔

۴..... چوتھی سند حسن حصین کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

يقول الفقير المسكين غلام محي الدين الحنفى القریشى  
الصدیقی ساکن القصور رزق الله تعالى دوام الحضور اجازتی  
مشافهتاً بقراءة الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين  
شيخنا ومولانا حضرت شاه عبدالعزیز المحدث الاوحدی  
الدهلوی الاحمدی قال اجازتاً به شيخنا و والدنا الشيخ  
ولی الله قال اجازتاً به وبسائر تصانیف الشيخ ابو طاهر عن  
ابيه عن القشاشی عن الشمس الرملی عن الزین زکریا عن  
الحافظ تقی الدین محمد بن فهد الهاشی المکی عن مولفه ابی  
الخیر محمد بن محمد بن الجزری الشافعی رحمة الله تعالى عليهم  
اجمعين و علينا معهم يارب العالمين، آمين آمين آمين۔

یہ چاروں اسناد مشکوٰۃ شریف کے ایک خاص خطی نسخہ کے شروع میں مجلد ہیں،  
یہ نسخہ حضرت قصوری کے مطالعہ میں رہتا تھا (۱) نیز بخاری شریف کی سند مولانا  
غلام دستگیر قصوری نے بھی نقل کی ہے، اس سند کے الفاظ بالکل اسی عکسی سند بخاری کے  
ہیں اور مہر کا جمع بھی بالکل یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو: ابحاث فرید کوٹ مولفہ مولانا غلام  
دستگیر قصوری، مطبوعہ ص ۳۸) ان اسناد کے ساتھ حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو  
ایک کلاہ اجازت بھی عنایت کی تھی جس کے بارے میں مولانا غلام دستگیر نے لکھا ہے  
اس وقت میرے پاس ہے۔ (ایضاً ص ۳۸)

(۱) یہ تبرک خطی نسخہ اس وقت حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور کے پاس تھا، جنہیں ان کی  
وفات (۱۰، اپریل ۱۹۸۹ء) کے بعد افغانان تاجر مخطوطات کو فروخت کر دیا، اب معلوم نہیں کہ کہاں



## قیامِ دہلی

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے تین مرتبہ دہلی حاضر ہونے کے اسناد و سنین معلوم ہیں۔

اول۔ قبل از وفات عم بزرگ و مرشد اول حضرت شیخ محمد قصوری، اس وقت آپ اپنے اعزہ سے ملنے بانس بریلی گئے تو حضرت شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی، یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء سے پہلے کا ہے۔

دوسری مرتبہ جب کہ آپ کے عم بزرگ نے وصال فرمایا تو اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے ظاہری و باطنی استفادہ کیا، جیسا کہ ملفوظات چہل روزہ کے تجزیہ میں بحث کی جائے گی کہ مولانا کا ورود دہلی و بیعت حضرت شاہ غلام علیؒ ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء کا واقعہ ہے۔

مولوی امام الدین نے اسی حاضری دوم کو سہواً حاضری اول لکھ دیا ہے اور اس کی مدت قیام گیارہ ماہ بتائی ہے (۱) حالانکہ ملفوظات چہل روزہ سے آپ کے خانقاہ شاہ غلام علیؒ میں تین چار ماہ قیام کی مدت مذکور ہے۔

پھر تیسری مرتبہ آپ نے ۱۲۳۳ھ / ۱۸۲۱ء کو دہلی میں قیام کا ذکر اپنی ایک یادداشت میں کیا ہے جو کہ تحفہ اثنائے عشریہ کے آخر میں تحریر ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

الحمد لله والہنہ کہ بتاریخ دہم ماہ جمادی الاول در سنہ  
دوازده صد و سی و ہفتم از ہجری مقدسہ محمدیہ علیہ وآلہ  
و اصحابہ الصلوٰۃ السرمدیہ در دار الارشاد شاہ جہاں آباد  
مقابلہ و تصحیح ابن کتاب فصیح (تحفہ اثناء عشریہ)

(۱) امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۱۰

باختتام رسید و در بعض مواضع عبارات عربیہ شکی باقی ماندہ ان شاء اللہ تعالیٰ بشرط بہم رسیدن کدام نسخہ صحیحہ از الہ آن نمودہ آید و منہ بندہ مسکین طالب دوام حضور فقیر غلام محی الدین متوطن بلدہ قصور رزقنی اللہ تعالیٰ کمال مرتبہ الاحسان بحر مہ سید البشر و الجان علیہ الاف التحیة والسلام من الملک العلام۔

مخطوطہ کے آخر میں یہ قطعہ تاریخ اتمام ہے:

تاریخ اتمام تصنیف این کتاب شریف

تحفہ رایک فن مدان کہ درو سوی ہر معرفت سراغ آمد

سوی الفاظ و معانیش بنگر ہست دریا کہ ایام آمد

بس کہ نور ہدایت است درو سال تاریخ او ز "چراغ" آمد

اس قطعہ سے ۱۲۰۴ھ (چراغ) برآمد ہوتا ہے جو تحفہ اثنائ عشریہ کا سال تکمیل

ہے، تحفہ اثنائ عشریہ کا سال تالیف ۱۲۰۰ھ کتاب کے خاتمہ میں مندرج ہے یقیناً

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی تکمیل میں مصروف رہے ہوں گے اور ۱۲۰۴ھ میں

اسے مکمل کیا، چونکہ یہ "قطعہ اتمام تصنیف" مصنف کے ایک تلمیذ کی تصنیف ہے اس

لئے اسے لائق اعتنا سمجھنا چاہیے۔

تحفہ اثنائ عشریہ کا یہ خطی نسخہ سید نجیب علی نے کتابت کیا اور اس کے ۶۳۶

صفحات ہیں، سطور فی صفحہ ۲۵ ہیں، یہ نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران

و پاکستان، اسلام آباد (ذخیرہ مولانا قصوری) میں محفوظ ہے۔

## سلسلہ ارشاد

مولانا قصوریؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کی وفات (۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ھ) کے بعد تیس سال تک مسند ارشاد پر متمکن رہے، طالبان حق کو توجہ دینا، درس و تدریس اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں عمر عزیز صرف کی چنانچہ آپ کے خلفاء میں سے جن حضرات کی خانقاہیں اب تک معروف ہیں ان میں سے

۱..... مولانا غلام نبی اللہ شریف، ضلع جہلم، پنجاب

۲..... ڈیرہ اسماعیل خان

۳..... بھیرہ

۴..... نمک میانی

اور مولوی امام الدین کی روایت کے مطابق نہ صرف ہندوستان بلکہ بلخ تک آپ کے خلفاء صاحب ارشاد تھے۔ (۱)

اپنے مخلصوں کی پاس خاطر کے لیے سال میں ایک دو مرتبہ سفر ضرور فرماتے تھے چنانچہ پاک پٹن، لاہور، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ عموماً جایا کرتے تھے، رمضان شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھ ٹوانہ میں گزارتے تھے، لاہور میں آپ کا قیام مزنگ میں ہوتا تھا۔ (۲)

ایسی گفتگو جسے شطھیات صوفیہ کہا جاتا ہے سے مکمل اجتناب کرتے تھے، شرع شریف سے سرموتجاوز نہیں کرتے تھے۔

## وفات

روز پنجشنبہ ۲۱ ذی قعدہ بوقت عین زوال بحالت مراقبہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں

(۲) ایضاً ص ۱۵

(۱) امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۲

مولانا قصوریؒ نے وصال فرمایا، عمر تقریباً (۶۹) برس تھی بہت سے اصحاب کبار نے قطعات تاریخ وفات لکھے جو سلسلۃ الاولیاء اور مجمع التواریخ اور مقامات طیبین میں درج ہیں۔

### اولادِ امجاد

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ حافظ عبدالرسولؒ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔  
حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ ۱۲۳۵ھ میں تولد ہوئے (۱)۔ حضرت قصوریؒ نے ان کی ولادت سے ایک سال پہلے ہی اپنی تصنیف تحفہ رسولیہ میں اپنے ہاں تولد فرزند کی بشارت اور فرزند دلہند کو نصائح تحریر کئے ہیں (۲)۔ نیز اس میں صاحبزادہ کی جن صفات کا ذکر کیا ہے صاحبزادہ صاحب واقعی ان تمام صفات کے حامل تھے، صاحبزادہ صاحب نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے ہی کی اور اس کے علاوہ علمائے زمانہ سے بھی اکتساب کیا اور والد کی زندگی ہی میں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ شروع کر دیا (۳)۔

حضرت عبدالرسولؒ فسادِ زمانہ کے سبب تصنیف و تالیف نہیں کر سکے، حافظ سید محمد صاحب نے لکھا ہے:

”از تصانیف کتب بہ سبب فسادِ زمانہ اکثر مجتنب می

بودند... چند خطبہ جات جمعہ و عید از تصانیف

آنجناب مشہور و مقرر علماء زمانہ اند۔“ (۴)

راقم حافظ عبدالرسولؒ قصوریؒ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ مرتب کر رہا ہے۔

صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسولؒ قصوریؒ نے بعمر انسٹھ (۵۹) سال ۱۲۹۴ھ/

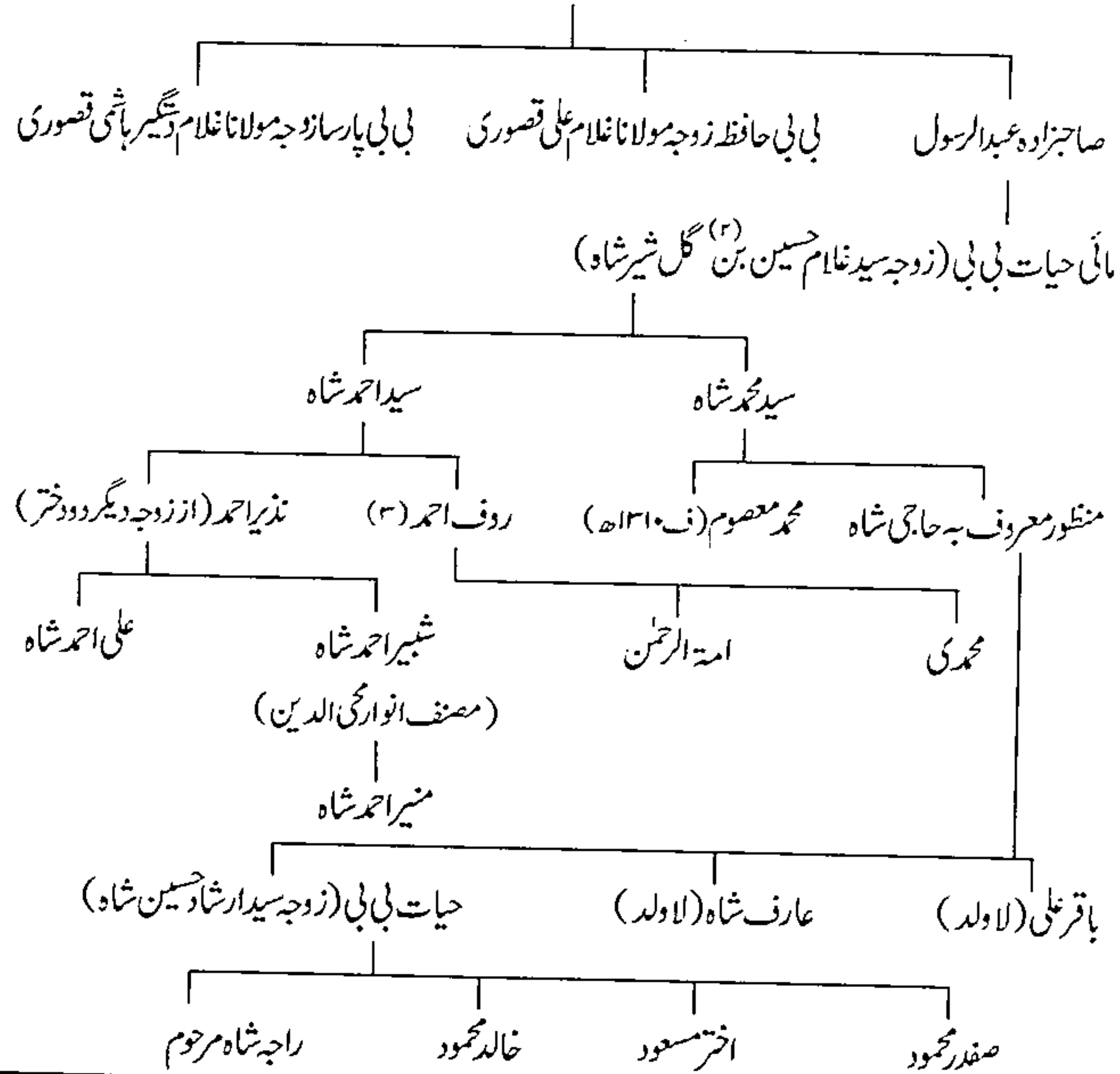
(۱) غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ قلمی ورق ۱۴ ب

(۲) غلام محی الدین قصوری، مولانا: تحفہ رسولیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۰۸ھ ص ۵۷-۶۲

(۳) سید محمد، حافظ: بتان معرفت، لاہور، ۱۳۰۳ھ ص ۳ (۴) ایضاً ص ۳-۴

۱۸۷۷ء بروز سہ شنبہ ۲۱ محرم وفات پائی (۱) اور قصور ہی میں اپنے والد بزرگ کے احاطہ میں دفن ہوئے صاحبزادہ صاحب کی زینہ اولاد نہیں تھی، صرف دو لڑکیاں تھیں، شجرہ نسب یہ ہے:

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوروی



(۱) سید محمد، حافظ: بستان معرفت، ۱۵، ۱۶، امام الدین: مقامات طیبین، قلمی ص ۲۶

(۲) سید غلام حسین کے اور دو بیٹے کرم حیدر شاہ اور حسن شاہ آپ کی دوسری بیوی کرم بی بی کے بطن سے بھی تھے۔

(۳) صاحبزادہ روف احمد شاہ کا عقد ۱۳۳۳ھ کو صاحبزادی محترمہ صدیقی (ف ۱۳۵۰ / ۱۹۳۲ء)

بنت حضرت شاہ ابوالخیر مجددی سے ہوا، تعلقات خراب رہے صاحبزادی صاحبہ میکے ہی رہیں ان سے دو

صاحبزادیاں محمدی اور امۃ الرحمن تولد ہوئیں (زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ ص ۷۱۲۔

اس وقت حضرت صاحبزادہ حافظ عبدالرسولؒ کی دختری اولاد، حضرت مولانا غلام محی الدینؒ کے مزار مبارک واقع قصور پر سجادہ نشین ہے، جناب حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب اور جناب علی احمد شاہ صاحب اپنے طور پر بزرگوں کے عرس کرتے ہیں۔

### خلفاء

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے بڑے جلیل القدر تلامذہ و خلفاء تھے، جنہوں نے پنجاب کے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اسلام کی شمع فروزاں رکھی۔ آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالرسولؒ آپ کے جانشین و خلیفہ تھے، ان کے علاوہ آپ کے مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- ۱..... حضرت مولانا غلام نبی للہی، خانقاہ شریف للہ، ضلع جہلم
- ۲..... مولانا غلام مرتضیٰ بیربل شریف، ضلع سرگودھا
- ۳..... مولانا حافظ نور الدین چکوڑی، ضلع گجرات
- ۴..... مولانا علم الدین و حافظ محمد الدین برادران حافظ نور الدین چکوڑی مذکور
- ۵..... مولانا مفتی غلام محی الدین، نمک میانی
- ۶..... صاحبزادہ غلام احمد، نمک میانی
- ۷..... مولانا غلام محمد، مرالی نزد ڈیرہ اسماعیل خان
- ۸..... مولانا بدر الدین، اوچ لدھے کی، نزد لیلیانی (مضافات لاہور و قصور)
- ۹..... مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی، داماد، شاگرد و خلیفہ
- ۱۰..... مولانا محمد اشرف بھیروی (۱) حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے بھی صحبت یافتہ

(۱) مولانا محمد اشرف بھیروی نے ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا (غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التوارخ، قلمی



تھے۔ (سلسلۃ الاولیاء ص ۱۱۸)

۱۱..... مولانا کرم الہی بھیروی

۱۲..... مولانا عطاء اللہ قندھاری

۱۳..... مولانا محمد صالح کنجاہی

۱۴..... مولانا سلطان احمد کانگڑہ والے

۱۵..... میاں غلام محمد ساکن قصبہ چودھواں، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۱۶..... میاں شیر محمد کلاچی والہ

۱۷..... مولوی غلام حسن ساکن ڈیرہ اسماعیل خان

۱۸..... پیر فضل شاہ (پنجابی شاعر) مدفون نواں کوٹ، لاہور

حضرت مولانا قصوریؒ کے خلفاء ان کے علاوہ بھی تھے، ان تمام حضرات کے حالات قلمبند کرنا ممکن نہیں ان شاء اللہ زیر ترتیب کتاب حیات مولانا قصوری میں تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

ان خلفاء میں مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام نبی للہی، مولانا حافظ غلام مرتضیٰ بیر بلوی اور حافظ نور الدین چکوڑی کے کارہادینی و روحانی بہت معروف ہیں۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری کے خلفاء میں علمی تحقیقات خصوصاً علم کلام کے بحر میں جو شہرت مولانا غلام دستگیر قصوری کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی، انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی، اہل تشیع اور غیر مقلدین کے نظریات کا بھرپور علمی انداز میں رد کیا، انگریزوں کے زیر اثر پاکستان و ہند کے علماء میں جو آزاد خیالی کے مسموم اثرات سرایت کر رہے تھے ان کے خلاف باقاعدہ ایک محاذ بنا کر راسخ العقیدگی کو فروغ دیا سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ فقہ حنفی جس کی بنیادیں اسی آزاد خیالی کی فضا میں کمزور کی جا رہی تھیں کا بھرپور طور پر دفاع کیا، آپ کی بہت سی

تصانیف و رسائل ہیں جن میں سے اکثر آپ نے خود شائع کئے تھے جو اب بہت حد تک کمیاب ہیں، عزیز القدر جناب محمد ثاقب رضا قادری کورب کریم جزائے خیر دے کہ انہوں نے یہ چھوٹے بڑے گراہیا رسائل جمع کر دیئے ہیں جن کے دو ضخیم مجموعے اردو تراجم سمیت شائع ہو چکے ہیں (۱)۔ تیسری جلد زیر ترتیب ہے۔

## کتب خانہ

حضرت مولانا قصوریؒ کا نہایت بیش قیمت کتب خانہ تھا جو بالآخر تباہ و برباد ہو گیا راقم احقر کو اللہ کے فضل و کرم سے اس کے باقی ماندہ آثار میں سے سات الماریاں کتابوں سے بھری ہوئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ اس کتب خانہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے چنانچہ روزِ وفات نہایت حسرت سے کتب خانہ کی چابیاں اپنے نواسے حضرت سید حافظ محمد مرحوم کو عنایت کیں، لکھتے ہیں:

”کلید ہای کتب خانہ حوالہ این فقیر کردند (۲)

اس کی تباہ شدہ حصے میں مخطوطات کے متفرق اوراق سے بھری ہوئی ایک بوری بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے یہ واضح ہوا کہ فقہ، حدیث اور تصوف کی نادر کتب جن سے آج دنیا کے اہم کتب خانے محروم ہیں اس کتب خانہ کی زینت تھیں پھر سید محمد صاحب مرحوم کی مجذوب اولاد کے ہاتھوں یہ کتب خانہ لٹنا اور تباہ ہونا شروع ہوا۔

(۱) رسائل محدث قصوری جلد اول و دوم، شریک مرتب مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی و مفتی محمد سعید

صابر نعیمی، ناشر اکبر بک سیلرز، لاہور

(۲) محمد قصور، حافظ، سید: بستان معرفت ص ۱۳

راقم کے معاصر بزرگ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی ساکن قصور کی روایت ہے کہ ان میں سے ایک مجذوب الحال صاحبزادہ جس چونغہ والے بزرگ کو دیکھتے تھے اسے بے دریغ کتابیں دے دیتے تھے، اس دوران مولانا ہمدانی صاحب کو بھی کچھ مخطوطات انہوں نے بطور تحفہ دیئے جو اب تک ان کے پاس محفوظ ہیں۔

راقم کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کا ایک رقعہ دستیاب ہوا ہے جس میں حافظ سید محمد صاحب مرحوم سے مخطوطات بطور استفادہ مستعار لینے کا ذکر ہے۔

آخر اس کا تباہ شدہ باقی حصہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب مذکور کے قبضے میں ۱۹۵۰ء کو آیا جسے انہوں نے حفاظت سے رکھا اور راقم کی مسلسل جدوجہد سے حکیم صاحب قبلہ نے یہ سارا کتب خانہ ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء کو کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ کروادیا ہے۔

## تصانیف

حضرت مولانا قصوریؒ کثیر التصانیف عالم تھے، لیکن نشیب و فراز زمانہ سے بہت سی کتابیں تلف ہو چکی ہیں اب تک احقر کو آپ کی تصانیف میں سے صرف اٹھارہ رسائل اور مجموعہ ہای مکاتیب کا علم ہوا ہے جن کی مختصر فہرست یہ ہے:

۱..... شرح گلستان سعدی ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء

مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، قلمی بحظ مصنف مولانا قصوریؒ

۲..... رسالہ علم میراث بسال رمضان ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء

قلمی بحظ مصنف مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد

۳..... تحفہ رسولیہ (خصائص، مناقب و معجزات حضرت نبی کریم ﷺ) بسال

۱۲۳۴ھ (فارسی نظم)

متعدد مرتبہ طبع ہوا، طبع محمدی لاہور ۱۳۰۷ھ کا مطبوعہ نسخہ راقم کے پیش نظر ہے۔

۴..... زادالحاج (مسائل حج و زیارت) پنجابی نظم

اب تک اس کے دو خطی نسخے راقم کی نظر سے گزرے ہیں:

(i) ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۷۶۶

(ii) نسخہ کتب خانہ شخصی مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی، قصور بحظ مولانا غلام دستگیر

قصوری مرحوم

۵..... رسالہ نظامیہ (در بحث وحدت الوجود) فارسی نظم، بفرمائش شیخ معاصر سید نظام

الدین کھیم کرنی (ف ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء) (۱)

اس کے دو خطی نسخے میرے علم میں ہیں:

۱..... کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع، لاہور (۲)

۲..... کتب خانہ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی قصور

۶..... رسالہ المبرورۃ فی تجویز اسماء المشہورۃ (در رد مولوی محمد خرم دہلوی)

فارسی نثر

اس رسالہ میں غلام محی الدین، عبدالرسول اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کے جواز

میں دلائل بھی دیئے گئے ہیں، اس کا خطی نسخہ بحظ مولانا غلام نبی للہی، کتابخانہ گنج بخش،

اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۷..... حلیہ مبارک حضرت نبی کریم ﷺ، قلمی ذخیرہ شیرانی، دانش گاہ پنجاب،

لاہور نمبر ۱/۲۲۸۰

(۱) محمد بشیر حسین: فہرست مخطوطات شیع، لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۲۹۵

(۲) مبارک علی شاہ: ذکر خیر (در حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث قصوری) ص ۵-۶

۸..... الفاظ چند، قلمی، ذخیرہ شیرانی ۳/۳۳۶۵

۹..... دیوان حضوری قصوری

آپ کے نعتیہ اشعار اور مناقب بزرگان کا مجموعہ ہے اس کے دو خطی نسخے معلوم ہیں۔

۱..... مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب، قصور

۲..... مملوکہ سید شبیر احمد شاہ مرحوم

اس دیوان کے بعض اجزاء (قصیدہ محمدی، قصیدہ شفقانی، نعت شریف، مدح حضرت غوث الاعظمؒ در بعض مدحیات پنجابی) مع اردو ترجمہ مولوی غلام رسول گوہر نقشبندی نے قصور سے ۱۹۷۶ء میں بنام احسن الکلام گوہر نظام شائع کیے۔

۱۰..... اسرار الحقیقہ (مدح)

قلمی مخزنہ کتب خانہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان (۱)

۱۱..... خطبات حضوری (مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ) مطبوعہ لاہور

۱۲..... مکاتیب طیبہ (مجموعہ مکتوبات مولانا قصوری) مرتبہ صاحب مکتوبات خود مولانا قصوری

اس میں اپنے پیر بزرگوار حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور دیگر احباب کے نام مکتوبات ہیں اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں:

۱..... ذخیرہ شیرانی، کتب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱/۷۵۱ / ۳۷۸۳

۲..... کتب خانہ شخصی محمد اقبال مجددی، ذخیرہ مجددی (مخزنہ پنجاب یونیورسٹی

لاہور، لاہور)

۱۳..... مکاتیب شریفہ بنام مولانا غلام نبی للہی جامع حضرت للہی، اس کے دو خطی نسخے

(۱) تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء ص ۱۷۷

موجود ہیں:

۱.....ذخیرہ شیرانی

۲.....ذخیرہ محمد اقبال مجددی، ذخیرہ مجددی (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری

لاہور)

۱۳.....مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہی

مشمولہ ضمیمہ سلسلۃ الاولیاء مولفہ محمد صالح کنجاہی، قلمی مملوکہ پروفیسر احمد حسین

احمد صاحب، گجرات

۱۵.....مکتوبات بنام مولوی غلام محمد، اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔

اول.....محظ مصنف (صاحب مکتوبات) مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ

صاحب، قصور

دوم.....نقلش مملوکہ محمد اقبال مجددی، کاغذ کہنہ

۱۶.....مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود

متفرق مکتوبات کا مجموعہ جامع راقم محمد اقبال مجددی

مکتوبات شریفہ (متفرق مکتوبات حضرت غلام محی الدین قصوری مولانا

غلام دستگیر قصوری مرتبہ رضوانہ خالق، مقالہ برائے ایم فل فارسی، جی سی یونیورسٹی،

لاہور (۲۰۰۸ء)

۱۷.....بیاض نظم و نثر

۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں،

خطی نسخہ کتب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع میں ہے۔ (۱)

شرح درود مستغیثات، پنجابی نظم، مشمولہ رسالہ در اظہار انکار المنکرین تالیف

مولانا نبی بخش حلوانی لاہوری، لاہور ۱۹۷۳ء ص ۴۹-۶۴



ان کے علاوہ مولوی امام الدین نے ان رسائل کا ذکر کیا ہے جن کے وجود کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے بعد میں چند ایک معلوم ہو گئے ہیں۔

۱..... خلاصۃ التقریر فی مذمت الغنا والمز امیر (۲) (فہرست مشترک ۳/۱۷۰۶)

۲..... قصیدہ شفاعتہ، این رسالہ خرد در مدح پیغمبر خدا ﷺ (است)

۳..... مدح پیر زال در زبان نظم فارسی و پنجابی و مدح حضرت غوث الثقلین

(ممکن ہے کہ یہ آپ کے دیوان کا جزو ہوں۔) مطبوعہ، قصور

۴..... شجرہ ہای خود طریقہ مجددیہ، قادر یہ و چشتیہ در نظم فارسی (۳)

رسالہ رد فرقہ وہابیہ۔ در اثبات استماع موتی است۔ (۴)

مولوی امام الدین نے آپ کی آخری زندگی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

”اخیر عمر خود ایشان در مذمت فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ

از حد زیادہ می کردند دوستان و آشنایان خود را از کید و

مکر آن مردودان خبر دار می فرمودند چنانچہ در رد آنها

یکی از غزل (۵) معمورہ اند“ (۶)

۵..... حواشی مشکوٰۃ المصابیح

یہ وہ نسخہ شریفہ (مکتوبہ ۹۹۱ھ) ہے جسے آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث کی خدمت میں دہلی میں پڑھا تھا اور جس میں شاہ صاحب کی عطا کردہ سند

(۱) محمد بشیر حسین ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیح۔ ص ۱۹۷

(۲) امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۳

(۳) ایضاً ص ۱۴ (۴) ایضاً ۱۳

(۵) یہ غزل آپ کے کتب خانہ کے ایک خطی مجموعہ (تحفہ وہابیہ رسالہ در رد وہابیہ از مولوی عبدالحق پٹنی

گجراتی) کے مابین مجلد ہے یہ مجموعہ اس وقت کتب خانہ مسجد مولوی محمد شریف نوری، لاہور میں موجود ہے

(۶) امام الدین: مقامات طیبین ص ۱۴

حدیث اصل مع مہر مجلد ہے، یہ حواشی نہایت باریک خط میں آپ نے خود تحریر کئے ہیں، حکیم ارشاد حسین کی وفات کے بعد ان کے فرزندوں نے یہ بیش بہا خطی نسخہ افغانان کو فروخت کر دیا ہے۔

۵..... تصحیح و تحشیہ تفسیر حسینی (جلد اول) حضرت قصوری نے یہ جز خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

کئی مقامات کے حواشی پر اپنا نام بصراحت تحریر کیا ہے یہ کام قبل ۱۲۶۷ھ کا ہے۔  
۶..... اردو اشعار: ایک اور بیاض حضرت قصوری کی ہے جس میں آپ نے اردو اشعار اور شجرات بھی نظم کیے ہیں یہ پورا مجموعہ ہمارے نزدیک بیاض ثانی کے طور پر ہے۔

۷..... شجرہ نامہ قادریہ و نقشبندیہ، قلمی نسخہ ذخیرہ حضرت خواجہ قصوری در کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، شمارہ ۵۶۷۵

۸..... جواز استمداد من اہل القبور تالیف حضرت قصوری کا رد محمد بن غلام اکبر خوشابی نے سماع موتی او استمداد کے نام سے لکھا تھا، خطی نسخہ مخزونہ نیشنل میوزیم، کراچی نمبر ۱۴۸-۱۹۶۸-N.M (فہرست نسخہ ہای خطی فارسی)

## ملفوظات چہل روزہ

مشائخ کے ملفوظات ہماری مذہبی، معاشرتی اور فکری تاریخ کے سب سے اہم  
ماخذ ہیں، انہیں نظر انداز کر کے کوئی مورخ بھی کسی عہد کی معاشرتی زندگی اور انسانی  
فکر و عمل کے نشیب و فراز کی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا۔

اس اعتبار سے جب ہم حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی ملفوظات کے پیش نظر  
مجموعہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس وقت اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہمیں  
اس دور کے ملفوظاتی لٹریچر میں انتہائی فقدان نظر آتا ہے، خصوصاً تیرہویں صدی  
ہجری (انیسویں صدی عیسوی) جبکہ سارا ہندوستان سیاسی انتشار کا شکار تھا اس اہم  
موضوع کی طرف بہت کم توجہ کی گئی، اس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ حضرت شاہ  
غلام علی دہلویؒ جیسی ہمہ گیر شخصیت کے ملفوظات کا اب تک صرف ایک ہی مجموعہ  
سامنے آیا ہے وہ بھی پوری زندگی کے سخنان نہیں ہیں بلکہ چند ماہ کے ہیں یعنی  
درالمعارف

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس دور کا قلیل ملفوظ لٹریچر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی  
کے شعلوں کی نذر ہو چکا ہے۔

ملفوظات چہل روزہ میں اس کے جامع فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ  
شاہ صاحب کے ملفوظات سے آپ کے خلفاء نے دفاتر جمع کر رکھے ہیں:

”بعضی خلفائے اجلہ را یافتم کہ بقصد نفع عباد اللہ در  
صدد جمع اکثر ملفوظات آن کریم الذات شدہ بتدوین  
دفاتر پر داختم اند“

ظاہر ہے کہ ان دفاتر میں سے بہت ہی کم مواد اس وقت دنیا کے غیر معروف

کتب خانوں میں دبا پڑا ہوگا، یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ یہ سخنان میدان تصوف کے کسی نو وارد کے نہیں ہیں بلکہ اس بزرگ شخصیت کے کلمات ہیں جس کی زندگی کے چھیا سٹھ سال صرف دہلی جیسے مرکزی شہر میں گزرے جہاں کے اثرات سارے ہندوستان پر براہ راست پڑتے تھے، اگرچہ پیش نظر ملفوظات کا یہ مجموعہ بھی ساری زندگی کا نہیں ہے بلکہ صرف چالیس روزہ حاضری کی رُوداد ہے لیکن یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ دورِ آخر کے تمام تر تجربات کا حاصل ہے۔

## سال تدوین

قارئین کو تعجب ہوگا کہ اس مجموعہ ملفوظات میں سال تحریر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا اگرچہ بعض مقامات پر تاریخیں مندرج ہیں مثلاً ۲۹ شعبان ۲۲ - ۲۳ رمضان المبارک اور عید الفطر وغیرہ لیکن سال حاضری کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔

اس سے سال تحریر کا اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کیوں کہ مختلف مقامات پر اس میں ایسے کئی اشارات ملتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعہ کس سن میں مرتب ہوا اس میں ایک مقام پر شاہ صاحب کا یہ ارشاد درج ہے کہ جب ہم دہلی پہنچے تو اس وقت ہماری عمر سترہ برس تھی اور آج ساٹھ (۶۰) برس ہمیں یہاں قیام کیے گذر چکے ہیں، اس سے یہ قرآنِ سامنے آتے ہیں:

۱..... آپ کی ولادت جیسا کہ ہم نے شروع میں ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء لکھی ہے۔

۲..... لہذا آپ (۱۱۵۶ + ۱۷ = ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) میں دہلی پہنچے

۳..... اب اگر ۱۱۷۳ھ میں ساٹھ سال مدت قیام جمع کریں تو ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء برآمد ہوتا ہے جو اس ملفوظات کے مجموعہ کا قیاسی سال ترتیب اور حضرت جامع کی حاضری کا سال ہے۔

یہ ملفوظات مولانا غلام محی الدین نے اپنی دوسری حاضری کے موقع پر جمع کیے۔

### چند اہم نکات

اس مجموعہ کے چند قابل توجہ مختصات کا بیان بے محل نہ ہوگا۔

۱..... اس میں جا بجا حضرت مرزا صاحب و قبلہ کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اس سے قارئین اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ یہاں حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کے علاوہ کوئی اور شخصیت بھی مراد ہیں۔ جنہیں قبلہ کہا گیا ہے بلکہ یہ حضرت شاہ غلام علیؒ کا تکیہ کلام تھا جیسا کہ آپ کے دوسرے معروف مجموعہ ملفوظات اور درالمعارف میں متعدد مقامات پر ایسا ہی درج ہوا ہے۔ (۱)

حاصل یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب و قبلہ ایک ہی شخصیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲..... اس میں انگریزوں کی صنعت انجماد آب (برف سازی) کا بھی ذکر آ گیا ہے وہ اس طرح کہ آپ کو ایک مرتبہ ٹھنڈے پانی کی طلب ہوئی، پانی حاضر کیا گیا تو اس کی خنکی طبع شریف کے موافق نہیں تھی آپ کے ایک مرید نے جو حکومت انگریزی کا ملازم تھا عرض تھا کہ:

”انگریز صنعتی مہیا ساختہ اند کہ آب فی الفور در

ظرف منجمد می گردد لاکن بر آن مبلغا بسیار خرج می

شوند“

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی انجماد آب کا ایک طریقہ ہے جس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا، چنانچہ آپ نے حاضرین میں سے خواجہ حسن مودودیؒ سے

(۱) رافت، روف احمد: درالمعارف، ترکی، ۳۵، وہ بعد

فرمایا کہ دو سو مرتبہ اس پانی پر اللہ کی ضرب مع بادکش لگاؤ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پانی فی الفور سرد ہو گیا۔

۳..... ملفوظات ہذا کے مطالعہ سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھری نے اپنے مرشد کے مکتوبات کی شرح لکھی تھی۔

۴..... اس کے خاتمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جامع ملفوظات ہذا اپنے قیام درگاہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے دوران یہ سخنان بلند نشان مختلف کاغذات پر تحریر فرماتے رہے پھر واپس قصور پہنچ کر اس کی تسوید سے تہیض کا موقع نہ مل سکا، آپ کے خلیفہ ارجمند حضرت مولوی غلام نبی للہیؒ نے متعدد مرتبہ اس کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کروائی لیکن یہ کام تعویق میں ہی رہا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی پھر صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول بن جامع ملفوظات کے ایما پر ان متفرق اور کہنے پرچوں کو جمع کر کے ”بہ ترتیب لائق و ترکیب فائق“ مجموعہ کی صورت میں جمع کیا۔



## مولوی محمد صالح کنجاہی نقشبندی

مجمع التوارخ کے مصنف کا تعلق پنجاب کے مردم خیز قصبہ کنجاہ سے ہے، جو گجرات سے سات میل بجانب مغرب پھالیہ روڈ پر واقع ہے۔

یہاں کے علماء و شعراء میں سے ملا محمد اکرم غنیمت، علامہ محمد ماہ صداقت اور مولوی محمد صالح نے اپنی بھرپور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر تخلیقی ادب میں قابل قدر اضافہ کیا جس کی وجہ سے یہ قصبہ اہل قلم کی توجہ کا مرکز بن گیا، ان کے علاوہ یہاں کے نامور علماء میں سے شیخ ابوالبقا کنجاہی مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش (ف) ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء جو ملا غنیمت کے چچا تھے (۱)، قاضی محمد عبدالنبی ف ۱۰۸۸ / ۱۶۷۸ء میں کنجاہ کے قاضی تھے۔ (۲)

قاضی محمد خوش محمد بن قاضی عبدالنبی، حضرت نوشہ کے مرید اور کنجاہ کے قاضی تھے۔ (۳)

قاضی عبدالنبی مرید حضرت نوشہ بھی کنجاہ کے قاضی (۴) اور شرح قصیدہ بردہ، رسالہ در حالات حضرت نوشہ (مشمولہ رسالہ (۵) اور تذکرہ قاضی رضی الدین

(۱) صداقت، محمد ماہ، ثواقب المناقب، قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی

(۲) محمد عالم عبدالباسط: تاریخ سادات خوارزمیہ ص ۷۰

(۳) احمد علی سندیلوی: مخزن الغرائب، قلمی ورق ۱۰۱-۱، علی حسن: صبح گلشن ۱۵۶، شرافت نوشاہی:

شریف التوارخ ۳/۱۳۱، محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین مترجم محمد ایوب قادری ۸۹

(۴) احمد بیگ لاہوری: رسالہ قلمی مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی ورق ۳۶۲

(۵) ایضاً ورق ۱۱۲-۱۲۲

کے مصنف تھے، ان کے اشعار صداقت نے نقل کئے ہیں۔ (۱)

خاندانی تحریرات کے مطابق قاضی رضی الدین کا انتقال ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء میں

ہوا، مفتی غلام سرور نے سال وفات (۲) ۱۱۵۲ھ درست نہیں لکھا ہے۔ (۳)

شیخ نظر محمد مرید (۴) حضرت نوشہ کے دو بیٹے تھے اول ملا محمد اکرم غنیمت اور

دوسرے کا نام معلوم نہیں ہے، اس معلوم صاحبزادے کے دو فرزند تھے علامہ محمد ماہ

صداقت اور شیخ محمد (۵)

ملا محمد اکرم غنیمت کا شمار پنجاب کے معروف ترین فارسی شعراء میں ہوتا ہے، انہوں

نے پنجاب کو نیرنگ عشق جیسی مثنوی دے کر ادبی دنیا میں بلند مقام عطا کیا ہے (۶)۔

علامہ محمد ماہ صداقت، شیخ عبدالرحمن دہلوی کے مرید تھے، ان کے والد، نواب

ارادت مند خان شرف الدولہ بہادر کی طرف تجویدار خزانہ تھے، مہمات ملکی میں ان

کے ہمراہ رہتے تھے (۷)، صداقت کابل میں پیدا ہوئے (۸) مروجہ علوم اپنے چچا ملا

غنیمت سے پڑھے تھے، ان کو نظم و نثر پر کامل عبور تھا، ثواب المناقب (۹) (در

حالات و مقامات حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قدس سرہ) آپ کا لاثانی شاہ کار ہے،

اس کے علاوہ فتح نامہ نواب عبدالصمد خان، ساقی نامہ، مثنوی مہتاب، مثنوی

(۱) ایضاً ورق ۱۱۹

(۲) غلام سرور، مفتی لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، ۱/۲۰۲۔ مطبع شہر ہند، لکھنؤ ۱۸۷۳ء

(۳) شرافت نوشاہی: شریف التواریخ ۳/۱۶۳-۱۸۰

(۴) صداقت: ثواب المناقب، قلمی ورق ۱۲۵

(۵) شرافت: شریف التواریخ ۳/۵۱۵

(۶) ایضاً ۳/۲۶۰-۳۱۰

(۷) صداقت، ثواب، قلمی ورق ۹

(۸) ایضاً ورق ۹ (۹) ثواب المناقب، قلمی

چراغان، گل صنوبر، قصبہ کلیدہ و دمنہ، دیوان اشعار، رباعیات ابدار، محمسات رنگین، رقعات، لطائف ہزلیات اور مطلع الاسرار بھی آپ کی تصانیف ہیں، آپ کا انتقال ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء میں ہوا۔ (۱)

صداقت کے علاوہ کنجاہ میں میاں جعفر شاہ بن شاہ درگاہی بھی تھے، حضرت شاہ محمد غوث لاہوری نے ان سے ملاقات کا حال لکھا ہے۔ (۲)

صاحب مرآة العالم بختاورد خان کے مقرب لطف اللہ موہب کا تعلق بھی کنجاہ سے تھا، ان کے صرف دو شعر ملتے ہیں۔ (۳)

شیخ یحییٰ کنجاہی نے رائے حاکم سنگھ دیوان کی فرمائش پر مثنوی نیرنگ عشق کی فارسی میں شرح لکھی تھی جس کا خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔ (۴)

### آبا و اجداد

ان کے والد کا نام مولوی محمد صالح بن مولوی محمد یار تھا، محمد یار نے وظائف و معمولات کا ایک مجموعہ اپنے بیٹے محمد صالح کے لیے لکھا تھا، وضاحت کرتے ہیں:

”تمام شد درودِ مستغاث برائے بر خودارِ سعادت اطوار  
نیک کردار نور چشم راحت جان لخت جگر محمد صالح  
تحریر یافت در ۱۲۴۰ ہجری مقدس یک ہزار و دو صد و

(۱) شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، جلد سوم حصہ سوم ۲۸-۱۰۳

(۲) شاہ محمد غوث: رسالہ رد کسب سلوک و بیان طریقت و حقیقت، مطبوعہ پشاور، ۱۲۸۳ھ ص ۴۲

(۳) محمد اسلم پسروری: فرحت الناظرین ۱۹۴

(۴) قصبہ کنجاہ کی تاریخ و شخصیات سے متعلق ملاحظہ ہو رقم کا مقالہ ”کنجاہ“ شامل اُردو دائرہ معارف

اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور

چہل بود۔“

مولوی محمد صالح کے پردادا کا نام محمد اودہم تھا (۱)۔ اور جد مادری کا نام محمد ابراہیم بن محمد اودہم تھا، فرماتے ہیں:

”حضرت میان شیخ محمد ابراہیم طیب اللہ ثراہ و جعل اللجنة مثواه عالم و عامل در زہد و تحمل رفیع الشان بود علم ظاہری از بسیار اساتذہ حاصل نموده بود چنانچہ از خدمت حضرت میان محمد فیض و حضرت مرزا مقصود بیگ و حضرت حافظ محمد یونس و حضرت میان محمد صالح گجراتی رحمة اللہ علیہم و در علم باطن مرید حضرت شاہ سید میر است و والدبزرگوارش حضرت میان محمد ادہم مرحوم مرید حضرت شاہ محمد غوث (لاہوری) بود، حسن صورت و سیرت و بلبقای جہاں آرای خواجہ ہر دوسرای صلی اللہ علیہ وسلم در عالم رویا مشرف شدہ... جد مادری اوستاد پاک نهاد این خاکسار نژاد است، و فاتش روز دو شنبہ وقت ظہر بیست و نہم ماہ ربیع الآخر در سال یک ہزار و دو صد و چہل و سہ (۱۲۲۳ھ) از ہجرت بود قبرش در کنجاہ پایان مرقد حضرت پیر سبز غازی است۔ (۲)

(۱) احمد حسین احمد، قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، زمیندار کالج گجرات، دسمبر

۱۹۶۸ء ص ۱۳۵

(۲) محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، محظ منصف قلمی مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد قلعداری، گجرات

کنجاہی کے جد مادری حافظ نور احمد بن حافظ یار محمد تھے، حافظ احمد یار بقول  
کنجاہی ۱۲۲۳ھ میں فوت ہوئے:

چوں جناب حافظ احمد یار باحکم خدا  
شد ز دنیا جانب عقبی رواں نیک خو  
سال تاریخ وفات آنجناب زندہ دل  
گفته در شد روز محشر باد احمد یار او (۱)

۱۲۲۳ھ

حافظ یار محمد مذکور نے ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں انتقال کیا:

قطعہ تاریخ وفات حضرت حافظ یار محمد صاحب گنیا نوالہ کہ جد مادری این  
خاکسار بود چنانچہ جد مادری این خاکسار حافظ نور احمد بن  
حافظ احمد یار بن حافظ یار محمد بود:

حامد اللہ تارک دنیا  
قدوہ کاملان اہل تمیز  
سال تاریخ او حضوری رب  
آفتاب بہشت بالا نیز (۲)

میاں محمد ابراہیم کنجاہی مذکورہ کے ایک صاحبزادے بابا میاں اسماعیل نے

۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔

وقت پیشین روز شنبہ شانزدہم از ربیع الآخر:

(۱) غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ، ورق ۱۰-۱۔

(۲) ایضاً ۱۰-الف

ربیع الآخرین را شانزده بود  
بروز شنبه وقت ظهر گردید  
سنین ارتحالش جستم از عقل  
خرد گفتا بخاک پاک خوابید (۱)

میاں اسمعیل کے برادر کلاں میاں احمد یار نے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء انتقال کیا:  
وقت دمیدن صبح روز آدینہ بیستم ذی قعد:

بیستم ذی قعد روز آدینہ بود  
نیز بدن دمیدان صبحدم  
سال تاریخش بجستم از خرد  
گفت با آہ و فغان ہی درود غم (۲)

کنجاہی کے دادا مولوی محمد یار کا انتقال ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں ہوا:

روز پنجشنبه وقت پیشین یازدہم صفر  
”باد منظور جناب و ہاب (۳)“

۱۲۷۳ھ

کنجاہی نے اپنے خاندان کی بعض خواتین کے سین ہائے وفات بھی لکھے ہیں،  
ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے والد کی جد مادری کا نام عظمت خاتون (ف ۱۹ رمضان  
۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء) اور جد پدری سلطان بی بی (ف بروز بدھ ۱۴ صفر ۱۲۵۵ھ /  
۱۸۳۹ء) اور کنجاہی کی دادی کا نام حسن بی بی (ف سوموار ۲۹ رمضان ۱۲۸۰ھ /  
۱۸۶۳ء) اور کنجاہی کی والدہ کا نام حیات بی بی (ف شب شنبہ ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء)

(۳) ایضاً اب

(۱) ایضاً ورق ۱۲۔ الف

(۲) ایضاً ورق ۱۲۔ الف



تھا۔ (۱)

محمد صالح کنجاہی (والد، کاتب و مرتب مجمع التوارخ)

مولوی محمد صالح کنجاہی، کتاب مجمع التوارخ کے مصنف کے والد، استاد، مرتب اور اس کے کاتب کی حیثیت سے قابل ذکر ہیں، وہ سکھ عہد کے کہنہ مشفق خطاط، پر مغز، شاعر، با عمل صوفی اور جید عالم تھے، حدود ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ (۲)

ان کی تعلیم و تربیت ان کے نانا شیخ محمد ابراہیم کنجاہی کے ہاں ہوئی جو اپنے وقت کے جید عالم دین تھے (۳) مروجہ علوم کی تحصیل کے بعد مولوی محمد صالح کا زیادہ وقت اہل طریقت کی صحبت میں گزرا، جن مشائخ سے زیادہ عقیدت تھی ان میں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری، نانا شیخ محمد ابراہیم کنجاہی، شیخ محمد قاسم ابوالوفاء ساکن گولیگی، سید محمد بقاء اور سید شاہ میر پشاوری نبیرہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قابل ذکر ہیں لیکن زیادہ رحجان حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی طرف تھا۔

مولوی محمد صالح کنجاہی کے خیالات و نظریات سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس وقت کی فضا اور مشائخ کے حالات کا مجمل سا خاکہ پیش کیا جائے جن سے محمد صالح متاثر تھے۔

میاں محمد قاسم ابوالوفاء

نہایت متبع شرع بزرگ تھے، اپنے والد میاں محمد اسلم کے شاگرد و مرید تھے۔

(۱) غلام محی الدین کنجاہی: قطعات تاریخائے وفات خواتین بر اوراق اولین خطی نسخہ سلسلۃ الاولیاء

مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات

(۲) احمد حسین احمد: مولوی محمد صالح کنجاہی، شاہین ۱۳۷-۱۳۸

(۳) رجوع کنید باحوال اجداد غلام محی الدین کنجاہی

۲۷ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا، قصبہ گولیکی (کنجاہ سے جانب جنوب) میں دفن ہوئے مولوی محمد صالح نے خود لکھا ہے:

”عابد و زاہد و فقیہ و شب خیز و طیب کامل در زمان خود بود، شاگرد و مرید والد بزرگوار خود حضرت میاں محمد اسلم است و وی مرید والد خود حضرت حافظ بڈھا است و وی مرید والد خود حضرت حافظ امان اللہ و ودی مرید حضرت میاں محمد مصطفی لاہوری است و وی مرید حضرت میاں جان محمد لاہوری است و وی مرید حضرت میاں وڈا صاحب است رحمتہ اللہ علیہم و بہ شاہ صاحب حافظ سید عبدالرحیم (ساکن مگھو وال) نیز اعتقاد کمال داشت، دانا و شیرین زبان متکلم بود بخیر الکلام ماقل و دل نیکو خو و روشن رو پیوستہ بہ تبسم و از اقوال و افعال ما لا یعنی محترز کمال بود حضرت سید محمد بقاء را باوی اعتقاد تمام بود بجائے پیر میدانستی پیر روشن ضمیر این فقیر (محمد صالح) است و فاتش روز شنبہ وقت بامداد بیست و ہفتم از ماہ جمادی الآخر در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و دو (۱۲۵۲) از ہجرت بود، قبر آن صاحب در موضع گولیکی است کہ سہ کروہ بطرف جنوب از کنجاہ (۱)

(۱) محمد صالح کنجاہی: سلسلہ الاولیاء قلمی ورق ۶۸ ب۔ ۶۹۔ ۱

## سید محمد بقاءؒ

سید عبدالرحیم (۱) کے فرزند ارجمند تھے ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء میں انتقال کیا، قصبہ مگھووال میں اپنے والد کے پایاں میں مدفون ہیں، مولوی محمد صالح ان سے بڑے متاثر تھے، اپنی عقیدت مندی کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

”از علم ظاہری و باطنی حظی وافر داشت ... فرزند حافظ سید عبدالرحیم است طریق نقشبندیہ از حضرت غلام شاہ داشت و وی از والد خود حضرت غلام علی و وی از حضرت شاہ محمد بقا سہرندی و طریقہ سہروردیہ از حضرت میاں محمد قاسم ابو الوفاء داشت ... و حضرت میاں صاحب قصوری (مولانا غلام محی الدین) وی را باین القاب یاد میفرمود، سید محمد بقاتارک الدنیا ولی کامل مکمل فناء فی اللہ بقا باللہ باین گداخیلی میل خاطر میداشت کہ در تحریر نمی آید، الحمد للہ علی ذلک، وفاتش روزِ شنبہ وقت صبح چہارم جمادی الاول در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ از ہجرت، قبرش پایاں خوارزمی سادات والدبزرگوار خود است“ (۲)

(۱) حضرت سید عبدالرحیم ”در علم ظاہری و باطنی کامل بود، در توحید و تفرید بلند شان داشت، حضرت نور شاہ را باوی اعتقاد تمام بود کہ بجای پیر میدانستی، مریدان وی بسیار بودند، اول ارادت قادریہ بحضرت مراد شاہ داشت، بعدہ در طریق نقشبندیہ و قادریہ بحضرت شاہ محمد بقاء و آواز خواجہ قطب الدین و آواز خواجہ محمد زبیر و آواز خواجہ حجۃ اللہ و آواز خواجہ محمد معصوم

(۲) محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء قلمی

خوارزمی سادات میں سے تھے:

## سید شاہ میر پشاوریؒ

حضرت سید شاہ محمد غوث (۱) لاہوریؒ بن سید حسن پشاوریؒ کے خواہر زادے تھے، مولوی محمد صالح نے انہیں اپنا پیر روشن ضمیر لکھا ہے، ان کی قبر پشاور میں ہے:

”پیر روشن ضمیر حضرت سید شاہ میر رحمتہ اللہ علیہ در عہد خود عالی شان بود خواہر زادہ و مرید حضرت سید محمد غوث است، بصورت ظاہری و باطنی کمال آراستہ بود، در سوق و درد مرتبہ عالی داشت، قبرش در پشاور و

(۱) حضرت شاہ محمد غوث لاہور کے مشہور عالم اور شیخ طریقت متعدد عربی و فارسی کتابوں کے مصنف اور بخاری شریف کی نہایت ہی بسیط شرح کے مؤلف تھے، آپ کا شجرہ نسب و طریقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے، پشاور میں ۱۰۸۴ھ / ۱۶۳۷ء کو پیدا ہوئے اپنے والد حضرت سید حسن کی وفات ۱۱۱۵ھ / ۱۰۷۳ء کے بعد ظاہری و باطنی علم کے حصول کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور اس وقت کے اجل علماء و مشائخ سے استفادہ کیا ایک عالم کو ظاہری و باطنی فیض پہنچا کر ۱۷ ربيع الاول ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء میں انتقال کیا مزار مبارک لاہور میں بیرون دہلی دروازہ ہے، آپ کی تصانیف میں سے شرح آپ کی تصانیف میں سے شرح غوثیہ ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء (شرح صحیح بخاری فارسی) قلمی بحظ مصنف مملوکہ امیر شاہ قادری، پشاور، رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت و طریقت (فارسی) مطبوعہ پشاور ۱۸۶۶ء، رسالہ ذکر جہر قلمی مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری، شرح قصیدہ غوثیہ، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۱۰ء اسرار التوحید (عربی) و دیگر رسائل در وحدت الوجود بحظ مصنف، روٹو گراف مملوکہ مولانا سید محمد امیر شاہ، رسالہ مناجات، عربی بحظ مصنف، مملوکہ ایضاً رسالہ اصول حدیث، مطبوعہ پشاور، مع اردو ترجمہ (رک محمد امیر شاہ: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، مطبوعہ پشاور، محمد اقبال مجددی: شاہ محمد غوث لاہوری، مقالہ مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاه پنجاب) ام سلمی: محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری (مقالہ برائے حصول درجہ دکتری) (عربی) دانشگاه پنجاب لاہور، مطبوعہ پشاور، ۱۹۹۰ء

فرزندش حضرت میر سید قبول متورع و متقی و متزہد  
کمال بود، رحمتہ اللہ علیہ“ (۱)

## وفات

مولوی محمد صالح کی وفات ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء کو کنجاہ میں ہوئی، حضرت پیر سید  
سبز غازی، کنجاہ کے دروازے کے سامنے دفن ہوئے، ان کا مزار نہایت کسمپرسی کی  
حالت میں علم و حکمت کی بے بسی پر نوحہ خواں ہے (۲) مولوی تاج الدین ساکن  
(باگڑیا نوالہ) نے قطعات تاریخ وفات کہے تھے، جو سلسلۃ الاولیاء (بحظ مولوی  
تاج الدین) کے آخر میں درج ہیں (۳) ملاحظہ ہو:

صالح محمدیکہ عزیز زمان خود بود  
ہمہ دوستانش نور ہدی بگفتا  
سال وفات او چوں ز ہاتف سوال کردم  
ناگہ سروش گفتا وی باخدا برفتا ۱۳۰۷ھ  
خوش منش خوش روش و خوش کلام  
رفت چو زین دار فنا پر محن  
سال وصالش چو بجستم خرد  
گفت کہ ”واہ بودچہ شیریں سخن“ ۱۳۰۷ھ  
دریغا کہ جامع کمالات دوست  
ز دنیا بملک فنا رفت وے

(۱) محمد صالح: سلسلۃ الاولیاء، خطی

(۲) احمد حسین احمد قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، گجرات ۱۶۳

(۳) ایضاً

سنینش ملک گفت یا آہ آہ  
 کہ بیہات بیہات بیہات ہے ۱۳۰۷ھ  
 مولوی صالح کے ایک ہی فرزند حافظ غلام محی الدین کنجاہی تھے، جو کتاب مجمع  
 التواریخ کے مصنف ہیں۔

### تصانیف

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد صالح کی تصانیف ضائع ہو گئی تھیں، جس کی وجہ  
 ان کی اولاد کی ان کے حین حیات وفات اور ناخلف تلامذہ ہیں، فقط وہی کتابیں بچ سکی  
 ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کتابت کر کے اپنے مشائخ کرام مولانا غلام  
 محی الدین قصوری اور صاحبزادہ حافظ عبدالرسول کی خدمت میں قصور بھیجی تھیں، ذیل  
 میں بعض تالیفات کا مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے:

### سلسلۃ الاولیاء

یہ مولوی محمد صالح کی سب سے اہم تصنیف ہے ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء میں لکھی گئی  
 ، حواشی میں اس سنہ کے بعد کی بھی تاریخیں درج ہیں اس کتاب میں حضرت نبی کریم  
 (ﷺ) سے لے کر معاصر مشائخ تک مجمل طریقہ سے مشائخ کے مناقب درج ہیں،  
 متقدمین کے حالات سرسری ہیں اور ان میں کوئی امتیازی نکات نہیں لکھے گئے وہی  
 مروجہ روایات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے البتہ قریب العہد اور معاصرین کے حالات  
 کے سلسلہ میں یہ کتاب ایک منفرد ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور مجمع التواریخ دراصل اسی  
 سلسلۃ الاولیاء کا تکملہ ہے۔

سلسلۃ الاولیاء میں حسب ذیل معاصرین کے حالات قابل توجہ ہیں:



سید شاہ میر پشاوری، شیخ محمد ابراہیم کنجاہی، محمد قاسم ابوالوفاء، مخدوم عبدالکریم، شاہ غلام علی دہلوی، مولانا غلام محی الدین قصوری، حافظ یار محمد، سید جملہ شاہ، سید نور شاہ، حافظ عبدالرحیم، سید بقاء اللہ، سید عباد اللہ، غلام محی الدین سیالکوٹی ثم کشمیری نبیرہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، محمد صالح گجراتی، حافظ محمد اعظم، مولوی شکر اللہ، میاں صدر الدین، میاں احمد جی، حافظ نصر اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی، خلیفہ غلام رسول لاہوری، حافظ غلام محمود، پیر اعظم شاہ، خواجہ سلیمان تونسوی، میاں مفتی محمد کاظم معروف کا کے شاہ، پیر کرم شاہ محلانوالہ، میاں محمد اشرف بھیروی۔

سلسلۃ الاولیاء کے فقط تین خطی نسخوں کا احقر کو علم ہے:

۱..... نسخہ بحظ مصنف نوشتہ برائے متنبی و خواہر زادہ خود غلام یسین، بسال

۱۲۹۵ھ مملوکہ جناب پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔

۲..... مملوکہ جناب محمد حلیم خان پتن، ملتان (۱)

۳..... نسخہ بحظ مولانا سید شرافت نوشاہی مرحوم، ساہن پال، گجرات

## مجمع التواریخ

یہ کتاب، مولوی محمد صالح نے اپنے بیٹے کی وفات (۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء) کے بعد مؤلف کے مسودات کی مدد سے مرتب کی اور اس میں ایک مفید ضمیمہ کا اضافہ کیا، جس میں مصنف کے حالات بھی لکھے، جو نہایت قابل قدر ہیں، یہ نسخہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں نہایت خوش خط کتابت کر کے اپنے مرشد حافظ عبدالرسولؒ کی خدمت میں قصور بھیجا تھا، جو ہمیں ۱۹۷۴ء میں حضرت حافظ محمد قصوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا۔

(۱) تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

## نغمہ توحیدی

یہ کتاب دراصل معمولات مظہریہ (حالات و ملفوظات حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں) مولفہ مولوی نعیم اللہ بہڑاچی کی تلخیص ہے، اس کا خطی نسخہ جناب محمد ضیاء، مدرس گورنمنٹ ہائی سکول، پسرور کے پاس ہے۔ (۱)

## مجموعہ وظائف

یہ مجموعہ مولوی محمد صالح نے ۱۲۷۷ اور ۱۸۸۹-۱۸۷۲ء میں جمع کیا تھا یہ بھی مرتب و کتابت کر کے نہایت دیدہ زیب خط جلد اور کاغذ و روشنائی سے مزین کیا اور حضرت حافظ عبدالرسول قصوری کی خدمت میں ارسال کیا تھا جو آج حکیم سید ارشاد حسین صاحب ساکن قصور کے پاس محفوظ ہے، ایک اور مجموعہ وظائف مکتوبہ ۱۲۹۴ھ برائے متنبی خود غلام یسین کا ذکر پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ (۲)

## مکتوبات

اس مجموعہ میں مولوی محمد صالح نے اپنے معاصر عرفا کے مکتوبات جو ان کے نام آتے رہے تھے یکجا کر دیئے ہیں اس میں آٹھ مکتوبات مولانا غلام محی الدین قصوری کے، بارہ خواجہ عبدالرسول قصوری، ونوپیر کرم شاہ محلانوالہ اور ایک مکتوب شیخ محمد عمر بن شاہ احمد سعید مجددی کا ہے۔

یہ مجموعہ سلسلۃ الاولیاء کے خطی نسخہ بحفظ مصنف مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

## دو بیاضیں

بیاض اول میں متقدمین، قریب العہد اور معاصرین کی شان میں قصائد کو یکجا

(۱) احمد حسین احمد: مولوی محمد صالح کنجاہی، ۱۵۹ (۲) ایضاً

کیا گیا ہے، اس کا آغاز ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ کو ہوا اور ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ میں مکمل ہوئی، اس کا خطی نسخہ پروفیسر قریشی احمد حسین صاحب کے پاس ہے، دوسری بیاض میں مولوی محمد صالح نے اپنا طبع زاد کلام، نعت و مناقب مشائخ کرام اور شجرات طریقت وغیرہ نظم کئے ہیں۔

### ذوق شعر و سخن

مولوی محمد صالح کو فارسی زبان پر پوری دسترس حاصل تھی، اپنا مافی الضمیر بخوبی بیان کر سکتے تھے، پہلے قلندر پھر فقیر اور آخر میں صالح تخلص اختیار کیا، تاریخ گوئی پر کامل عبور تھا، سلسلۃ الاولیاء میں یہ اہتمام کیا ہے کہ مشائخ کے سنن نظم کر دیئے ہیں، جن میں خاصی روانی پائی جاتی ہے۔

### خطاطی

مولوی محمد صالح نے علمی کتب کی کتابت میں بڑا اہتمام کر رکھا تھا، عمدہ کاغذ، اعلیٰ روشنائی (سرخ و سیاہ) دل پسند تقطیع ہر وقت مد نظر رہتا تھا، ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں احقر کی نظر سے گزر چکی ہیں، ان سلسلۃ الاولیاء مملوکہ پروفیسر قریشی احمد، مجمع التواریخ، شور جنون، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ذخیرہ مولانا غلام محی الدین قصوری، مجموعہ وظائف مملوکہ حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب قصور، اپنی دیدہ زیبی کے لحاظ سے پرکشش ہیں نیز منطق الطیر اور مثنوی بوعلی قلندر کے خطی نسخوں کا ذکر قریشی صاحب نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ (۱)

(۱) احمد حسین قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی، ۱۶۱-۱۶۳ (ان کے علاوہ غازی شہید بھیروی کی چہل

چراغ کا ذکر فہرست مشترک ۸/۹۵ کیا گیا ہے)۔

## حافظ غلام محی الدین کنجاہیؒ

مجمع التواریخ کے مصنف حافظ غلام محی الدین کنجاہی رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو کنجاہ میں پیدا ہوئے، مصنف کے والد مولوی محمد صالح کنجاہی لکھتے ہیں:

”ولادتش در ماہ رجب در سال یک ہزار و دو صد و پنجاہ و یک از ہجری مقدس بود“ (۱)

حافظ کنجاہی کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہمیں زیادہ معلوم نہیں ہے ہمارا خیال ہے کہ اپنے والد بزرگوار مولوی محمد صالح سے ابتدائی مروجہ کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ اور صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ سے منسلک ہو گئے ہوں گے ابتدائی درسی کتب کی تحصیل کے بارے میں خود محمد صالح نے تصریح کی ہے:

”کتابہائے نظم چنانچہ بوستان و زلیخا و نیرنگ عشق کہ بس دقیق است بخوب و وجہ بیان نمودی کہ تسکین خاطر میگردیدی و ہمچنین کتابہای فقہ تعلیم می نمود و این بکمال عجب است کہ بجز قرآن مجید ہر گز چیزی دیگر نخواندہ بود“ (۲)

جب ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء میں مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کا انتقال ہوا تو حافظ کنجاہی نے ان کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا یہ مصنف کی منظومہ پہلی تاریخ تھی، اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، محمد صالح لکھتے ہیں:

”اولین گفتہ او تاریخ وفات حضرت مولینامیاں صاحب

(۲) ایضاً

(۱) محمد صالح: مجمع التواریخ: ضمیمہ ورق ۱۸

قصوری است و در آن وقت بیست سالہ بود“ (۱)  
 مولانا غلام محی الدین نے اپنے کئی مکتوبات میں حافظ غلام محی الدین کنجاہی کا  
 ذکر کیا ہے، ایک مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں۔

”برخوردار سعادت اطوار میاں غلام محی الدین راتا کید  
 پختہ کردن سبق یاد“ (۲)

”برخوردار حافظ غلام محی الدین و دیگر دوستان دینی  
 و مخلصان یقینی و اسلمہ مسنونہ مع اشواق مشحونہ پذیر  
 باد، بالنون و الصاد“ (۳)

حضرت صاحبزادہ عبدالرسول بن مولانا غلام محی الدین قصوری نے اپنے متعدد  
 مکتوبات میں ان کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

برادر دینی مخلص یقینی اتحاد آگین مشفق حافظ غلام  
 محی الدین (۴)... احبب و اعزى میاں غلام محی الدین (۵)  
 دیگر نور بصر حافظ غلام محی الدین (۶)

(۱) ایضاً

(۲) غلام محی الدین قصوری، مکتوبات بنام مولوی محمد صالح (مشمولہ بطور ضمیمہ در سلسلۃ الاولیاء) خطی

مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، مکتوب دوم ورق ۱۔ ب

(۳) ایضاً، مکتوب ششم ورق ۳ ب مکتوب ہفتم ورق ۴۔ ۱ مکتوب ہشتم ۴ ب

(۴) عبدالرسول قصوری: مکتوبات بنام مولوی محمد صالح مشمولہ ہمیں ضمیمہ مکتوب نمبر ۱ ورق ۵۔ الف

(۵) ایضاً، مکتوب چہارم و ششم ورق ۷ ب

(۶) ایضاً، مکتوب ہشتم ورق ۸۔ الف

## مصنف کا فن تاریخ گوئی!

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ حافظ کنجاہی کو بچپن ہی سے تاریخ گوئی کے فن سے لگاؤ تھا ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں جب حافظ کنجاہی نے حضرت صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ کی مدح میں طویل فارسی قصیدہ لکھ کر ممدوح کی خدمت میں قصور بھیجا تو صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عجب فصاحت و بلاغت و شیرین و نمکین بود بہ شعر

متقدمین شبابت تمام دارد“ (۱)

حافظ کنجاہی کے والد مولوی محمد صالح نے مصنف کی وفات کے بعد ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مجمع التواریخ مرتب کر کے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی، تو جواباً فرمایا:

”کلام الہام ترجمان حبیب الرحمن روحی و زوجی

حضرت حافظ غلام محی الدین اسکنہ اللہ تعالیٰ فی اعلیٰ

علین نور چشم و سرور صدر حاصل گردید“۔ (۲)

حافظ کنجاہی کی وفات (۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) کی خبر سن کر پنجاب کے مشہور تاریخ گو عالم و شاعر مولوی عبداللہ ساکن چک عمر نے اسی نسبت سے گنج تاریخ سے ان کی تاریخ وفات نکالی، فرماتے ہیں:

گنج تاریخ بہ دل پاکش ”گنج تاریخ“ گشت تاریخ (۳)

(۱۲۸۴ھ)

(۱) ایضاً۔ مکتوب اول ورق ۵۔ الف

(۲) ایضاً مکتوب ۱۲۔ ورق اب

(۳) مجمع التواریخ، ضمیمہ ہذا ورق ۱۸ ب



## وفات حافظ کنجاہی

انہوں نے ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء بوقت سحر روز پنجشنبہ کنجاہ میں وفات پائی اور وہ رجب ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے اس حساب سے عمر صرف ۳۴ سال تھی۔

مصنف مولوی محمد صالح کے اکلوتے لڑکے تھے وفات پر باپ کو سخت صدمہ ہوا اور ان کا گھر بالکل اجڑ گیا، ان کے علاوہ ایک صاحبزادی بیگم بی بی تھیں جو غلام محمد قلعہ اری کے عقد میں تھیں، ان کے بطن سے غلام یسین تولد ہوا اور ایک بچی عابدہ بی بی بھی پیدا ہوئیں، عابدہ بی بی بھی جلد فوت ہو گئیں اس کے بعد بیگم بی بی دختر محمد صالح نے بھی باپ کے حین حیات ۱۱ ذی الحج ۱۲۱۸ھ میں انتقال کیا (۱) تو ان حالات میں مولوی محمد صالح کو انتہائی صدمہ ہوا ایسے میں اپنے نواسے غلام یسین کو متنبی بنا کر مولوی محمد صالح زندگی کے باقی دن گزارنے لگے، مشہور تاریخ گو مولوی عبداللہ ساکن عمر چک نے حافظ غلام محی الدین کنجاہی کی وفات کے سانحہ کی خبر سن کر قطعہ تاریخ وفات لکھا، جس کے ہر مصرعہ سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

حافظ سالم کمال از دین	آہ کہ آمادہ شد بخلد برین
شیخ سال وصال گوپس ازین	آہ جان غلام محی الدین
گنج تاریخ بند دل پاکش	”گنج تاریخ“ گشت تاریخش

(۲)

مولوی عبداللہ کے علاوہ دیگر معاصر علماء و مشائخ کو بھی حافظ غلام محی الدین کی

(۱) احمد حسین قریشی: مولوی محمد صالح کنجاہی۔ مقالہ مشمولہ رسالہ شاہین، گجرات ج ۵ ش ۲ دسمبر

ناگہانی موت نے خاصا متاثر کیا، حضرت حافظ عبدالرسول قصوریؒ نے اپنے مکتوبات میں اس سانحہ پر گہرے رنج و الم کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں:

از سنوح سانحه ہوش ربا و جانگزاء انتقال فرزند آن  
 مشفق بسیار از غم و الم دامن گیر حال حسرت اشتہال  
 شد، انا لله وانا اليه رجعون اگرچہ این غم نہ آن غم است  
 کہ بدستیاری معبرہ مجرہ و بیل قلم ازین دریای زخار  
 عبور توان کرد و این الم نہ آن الم است کہ بآہ و ویلا سوز دل  
 و حرکت جگر توان بہ آورد مگر چونکہ سوائے اعتصام  
 بحیل المتین صبر و شکیبای چارہ دیگر نیست، چار و نا  
 چار بصیر گرایند، اللہ تعالیٰ آن مہربان را استقامت و صبر  
 ارزانی فرمودہ بہ نعم البدل محفوظ العافیت فرماید، آمین  
 یارب العالمین (۱)

مکتوب نہم میں پھر فرماتے ہیں:

”سابق، فقیر از انتقال و ارتحال۔۔۔ حضرت میاں حافظ  
 غلام محی الدین مرحوم مغفور خیلی از طرف آن مخلص  
 صادق الوفا مضطرب الاوقات بود، حالاً از ملازمت  
 طبیعت فیض طویت سامی زبانی حکیم پیر بخش  
 صاحب ڈنگہ والا بسمع رسیدہ، نہایت قلقی بخاطر  
 رسیدہ، بالعشی والابکار از جناب پروردگار حضرت  
 پیران کبار و مزار پر انوار (مولانا غلام محی الدین

(۱) عبدالرسول قصوری: مکتوب ہشتم، نوشتہ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ ورق ۸ ب ۹۔ الف

قصوری) خواستہ میروود کہ بحق سبحانہ تعالیٰ آن  
متوفی را غریق بحار مغفرت فرمودہ ، آن مخلص را  
صحت و عافیت دارین نصیب کناد“ (۱)

۱۲۹۳ھ میں جب مولوی محمد صالح نے مجمع التواریخ کا یہ نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ  
کر حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی خدمت میں قصور بھیجا تو اس کے حسن خط کی  
تعریف کے بعد مصنف کی ناگہانی موت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

از مهاجرت صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در  
دل نیاز منزل میماند و یادشہا گابی از دل نمیرود و ہر وقت  
دعا با بصد التجا برائے صلاح دارین و حصول مرادات  
کونین شہامیکنم اللہ تعالیٰ بفضل خود آن مہربان را از  
غموم و ہجوم دنیا محفوظ داشته در محبت خود و محبان  
خود محو و مستغرق گرداناد (۲)

### مجمع التواریخ

مجمع التواریخ میں حضرت نبی کریم ﷺ سے لے کر اپنے معاصر علماء و مشائخ و  
اقرباء کے سنین ولادت اور وفات نظم کئے گئے ہیں، بعض متقدمین کے سنین وفات غلط  
بھی ہیں اور بعض کے سنین وفات میں جو اختلاف چلے آ رہے ہیں ان کا لحاظ نہیں رکھا  
گیا، البتہ قریب العہد اور معاصرین کے سنین وفات کے لئے یہ کتاب مفرد ماخذ کی  
حیثیت رکھتی ہے۔

(۱) ایضاً مکتوب نہم رمضان ۱۲۸۷ھ ورق ۹-۱۰، ب

(۲) مکتوب ۱۲-نوشتہ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۳ھ ق ۱۰، ب

یہ کتاب محض قطعات تاریخ کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ ان قطعات میں اعیان کے مناقب بھی ملیں گے گویا یہ ایک منظوم تذکرہ ہے، خصوصاً اس میں پنجاب کے علماء و مشائخ کے سین و وفات نہایت قابل توجہ ہیں، جن کی تاریخ ہائے وفات کا علم نہیں تھا، پہلی مرتبہ اس کتاب کے ذریعہ پنجاب کے ان مشائخ کے سین و وفات کا علم ہوا ہے۔

### خطی نسخہ

مجمع التواریخ کا خطی نسخہ جو مصنف کے والد مولوی محمد صالح نے ۱۲۹۳ھ میں خود کتابت کر کے اپنے اور اپنے بیٹے (مصنف) کے مرشد حضرت صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا کے پہلے ورق پر لکھا ہے۔ ”جناب خواجہ عبدالرسول روشن دل“ حضرت صاحبزادہ اپنے ۱۲۹۳ھ کے ایک مکتوب بنام مولوی محمد صالح میں اس کتاب کے حسن خط کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جمادی الآخر ۱۲۹۳ ہجری اخلاص و اختصاص پناہ اتحاد و ارشاد دستگاہ احبی و اعزی حضرت محمد صالح اصلح اللہ تعالیٰ احوالہ و حصل امالہ و جعل الی خیر مآلہ بحرمة النبی وآلہ از مہجور مکسور محزون ملول عبدالرسول زرقہ اللہ و الرسول، بعد تسلیہا ذاکیات و اشتیاقات مضمورات و دعوات حصول مرادات مشہود آنکہ رقیمہ کریمہ و نسخہ مجمع التواریخ از دست میاں غلام احمد و اسمعیل بخیریت رسید از دیدن حسن خط مبارک و کلام الہام ترجمان حبیب الرحمن روحی و زوحی حضرت غلام محی الدین اسکنہ اللہ تعالیٰ فی

اعلیٰ علین نور چشم و سرور صدر حاصل گردید لیکن از  
مہاجرت صوری آن برادر مہربان حزن و ملال کمال در  
دل نیاز منزل میماند و یادِ تماگابی از دل نمیروید ہر وقت  
دعاہا بصد التجاہائے برائے صلاح دارین و حصول  
مرادات کونین شہا میکنم اللہ تعالیٰ بفضل خود آن مہربان  
راز غموم و ہموم دنیا محفوظ داشته در محبت خود و محبان  
خود مستغرق گرداناد، چیزی برائے برآمدن حاجات  
نوشته بعمل آرند“ (۱)

اگرچہ اس نسخہ کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، تاہم اس کے بخط مولوی محمد صالح  
ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کیوں کہ مولوی محمد صالح کے جن دستخطی ترقیموں کے  
یہاں عکس دیئے گئے ہیں مجمع التواریخ کا خط ان سے ملتا ہے۔

اس میں بعض قطعات مولوی محمد صالح نے اپنی تصنیف سلسلۃ الاولیاء کے  
حواشی پر نقل کر دیئے تھے انہیں حواشی کو پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب نے یکجا  
کر کے اس کی ایک نقل ڈاکٹر وحید قریشی صاحب، لاہور کو دی تھی (۲) اور اس کی  
دوسری نقل اپنی کتاب تاریخ گجرات میں شامل کر دی ہے، اصل خطی نسخہ کے بارے  
میں پروفیسر قریشی صاحب لکھتے ہیں:

اس کا اصل مخطوط گم ہو چکا ہے..... راقم نے سلسلۃ الاولیاء کے حواشی سے  
نقل کر کے مرتب کی ہے۔ (۳)

(۱) عبدالرسول قصوری: مکتوب دوازدهم جمادی الاخریٰ ۱۲۹۳ھ مشمولہ ضمیمہ سلسلۃ الاولیاء خطی

(۲) احمد حسین احمد قریشی: گجرات کی تمدنی تاریخ، خطی مملوکہ مصنف مدظلہ، جلد دوم ص ۱۴۱ حاشیہ

(۳) ذخیرہ ڈاکٹر وحید قریشی (اس نسخے کا ذکر فہرست مشترک ۱۰/۷۷ میں بھی کیا گیا ہے)

یہی گم شدہ خطی نسخہ ہمیں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے اس میں بہت سے قطعات ایسے ہیں جو قریشی صاحب کے نقل کردہ نسخہ میں نہیں ہیں۔

## استدراک

کتاب جواہر علویہ تصنیف حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ کے اردو ترجمہ شائع کردہ ملک فضل الدین، کشمیری بازار، لاہور میں حضرت ابوعلی فارمدیؒ اور حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کے حالات کے سلسلے میں ان بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات غلام محی الدین کنجاہی سے منسوب ہیں (۱) اور یہ قطعات غلام محی الدین کنجاہی کی مجمع التواریخ میں بھی موجود ہیں (۲)۔ اور مولوی محمد صالح نے سلسلۃ الاولیاء میں بھی ان بزرگوں کے قطعات تاریخ وفات، حافظ غلام محی الدین سے منسوب کیے ہیں (۳) اور یہ واقعی حافظ غلام محی الدین ہی کی تصنیف ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان قطعات کا تعلق جواہر علویہ کے اصل متن سے متعلق نہیں ہے جس کے وجوہ یہ ہیں:

۱۔ شاہ رؤف احمد رافت ۱۲۴۹ھ میں انتقال کر گئے تھے۔

۲۔ ان قطعات کے مصنف (غلام محی الدین) ۱۲۵۱ھ میں متولد ہوئے، گویا

شاہ رؤف احمدؒ کی وفات کے وقت حافظ غلام محی الدین دو یا تین سال کے تھے۔

۳۔ حافظ غلام محی الدین کے والد مولوی محمد صالح کے قول کے مطابق غلام محی

الدین نے پہلا قطعہ تاریخ، مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کی وفات ۱۲۷۰ھ پر لکھا،

(۱) رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ص ۳۶-۳۷

(۲) غلام محی الدین کنجاہی: مجمع التواریخ۔ ورق ۷-۸، ب

(۳) محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء ۴ قلمی ورق ۹ ب-۸۰-۱



جبکہ شاہ رؤف احمدؒ کو انتقال کے سترہ برس ہو گئے تھے۔  
اس لیے ہمارا خیال ہے کہ ملک فضل الدین نے جو اہر علویہ کے جس خطی نسخہ  
سے یہ ترجمہ کروایا ہے وہ نسخہ مولوی محمد صالح کے کتب خانہ میں رہ چکا ہوگا جس کے  
حواشی پر یہ قطعاً منقول ہوں گے اور مترجم نے کم علمی کی وجہ سے اسے متن کا جز سمجھ  
لیا۔

حاصل یہ ہے کہ ان قطعاً کا شاہ رؤف احمدؒ کے متن سے کوئی تعلق نہیں ہے  
ہم نے اپنے ایک سفرِ دہلی (۱۹۸۹ء) کے دوران حضرت ابوالحسن زید فاروقی مرحوم  
کے آبائی کتب خانہ میں اسی غرض سے جو اہر علویہ کا وہ خطی نسخہ دیکھا ہے جو اس کے  
بزرگ مصنف نے نقل کروا کر حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی (ف ۱۲۵۰ھ) کو  
دہلی بھیجا تھا (مقامات خیر ۲۳) اس کے متن میں واقعی یہ قطعاً تاریخ درج نہیں  
ہیں۔ (ورق ۲۷-۲۸)

# ملفوظاتِ چہل روزہ

اردو ترجمہ



## ملفوظات چہل روزہ

اس ذات صمدیت کی تعریف جو ہزاروں آسائشوں کا باعث ہے، جس نے انسان کو ”و نحن اقرب الیہ من حبل الوريد“ یعنی میں انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہوں) کا اعزاز بخشا اور اس حبیب معبود پر لا محدود درود ہو جس نے وہو معکم ایما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں بھی تم ہو) کی خوشخبری ہر خوش نصیب کے کانوں تک پہنچائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور اصحاب پر بھی درود ہو جو طالبوں کے مرشد اور آفتاب حقیقت کے اسطرلاب ہیں۔

یہ بندہ مسکین طالب دوام حضوری غلام محی الدین احمدی قریشی قصوری غفر اللہ تعالیٰ ذنوبہ و ستر عیوبہ کو قادر کریم نے اس ناپسندیدہ و کور باطن کو آپ (شاہ غلام علی دہلوی) کے حلقہ ارادات میں داخل کر کے استقامت عطا کی۔

شہادۃ اقلیم شریعت در طریقت مقتدی	پیر کامل مرشد ہادی مکمل رہنما
منبع جود و عطا و مطلع صدق و صفا	مخزن حلم و حیا و معدن علم و آداب
از نگاہش بشکفت دل ہمو غنچہ از صبا	خضر صورت سیرتش آب خضر از زندگی
زیب بخش مسند حضرت مجدد مجتبیٰ	سرو باغ استقامت شمع بزم معرفت
ہست احسان خانہ زادش زاد خوانش ہل اتی	بی نظیر اندر کرم حاتم گدائی کوئی او
بر سر فرعون نفس آمد چو موسیٰ با عصا	ہست شیطان لعین را چوں عمر گردن زنی
بر ہدف دائم رسد تیر دعائش بی خطا	ہر چہ می خواهد دلش موجود گردد در زمان
فیض بوبکر و عمر عثمان علی المرتضیٰ	می رسد ہر دم براو مانند باران پی بہ پی

شاہ عبداللہ غلام شاہ علی قطب الزمان بس نمی گرد و شنائش تا ابد بادش بقا (۱)  
 اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ (شاہ غلام علی) کے کلام فیض نظام کو براہ راست سننے کا  
 موقع عطا فرمایا تو مجھے وہ دیدار نصیب ہوا جو بحکم اولیاء اذکاراواذکر اللہ (اولیاء  
 کے دیدار سے خدا کی یاد تازہ ہوتی ہے) میں نے آپ کی زبان سے وہ کلام سنا جو عقل  
 و خرد کے سانپ کے زہر کا تریاق (توڑ) ہے۔

وہاں (آپ کی خانقاہ میں) مجھے آپ کے ایسے خلفاء اجل سے ملاقاتیں میسر  
 آئیں جنہوں نے بندگان خدا کے نفع کے لئے آپ کے ملفوظات کی کئی جلدیں جمع کی  
 تھیں (۲)۔ مجھے آپ کی ظاہری مفارقت کا خوف رہتا تھا، اس لئے میں نے چاہا کہ  
 اس بحر بے کنار سے ایک قطرہ (کے مساوی) حاصل کروں اور اہل اللہ کے قول اذا  
 ذکر واذکر اللہ (جب اولیاء کرام کا ذکر کیا جائے تو یہ اللہ کا ہی ذکر ہوتا ہے) آپ کا  
 ذکر ہی حضرت رحمن کی یاد کا باعث ہے اور اس حقیقت کہ حاضر غائب تک ہماری بات  
 پہنچا دے پر بھی عمل ہو جائے۔

ملفوظات کے بعض مجموعوں میں بظاہر بعض اشکال اور شبہات بھی نظر آتے  
 ہیں، میں نے انہیں حل کرنے اور آسان بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ اللہ کی توفیق سے  
 ہر خاص و عام بھی ان سے محظوظ ہو سکے۔

جس روز یہ حقیر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کے لئے آپ کی محفل مبارک  
 میں حاضر ہوا تو (حاضرین سے) فرمانے لگے کہ آج ایک عظیم واقعہ کا ظہور ہونے والا  
 ہے، ایک فاضل ہم سے طریقہ (سبق طریقت) حاصل کرنے والا ہے، اس طرح

(۱) یہ مدح خود خواجہ غلام محی الدین قصوری کی تصنیف ہے، جو آپ کے دیوان ہی بھی شامل ہے۔

(۲) یہاں اشارہ ہے حضرت شاہ غلام علی کے مشہور مجموعہ ملفوظات در المعارف جامع شاہ روف احمد

رافت مجددی کی طرف

آپ نے یہ کہتے ہوئے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیتے ہوئے بلند کئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کرتے ہوئے کہا یا الہی ہر وہ فیض جو حضرت غوث اعظم (شیخ عبدالقادر جیلانی) کو ان کے اجداد سے وراثتاً ملا ہے اور جو انہیں دوسرے بزرگوں سے عطا ہوا ہے اور وہ فیض بھی جو انہوں نے خود حاصل کیا ہے، وہ بہت جلد ان کے نصیب میں فرمادے، اس کے بعد آپ نے میرا داہنہ ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر ہوا میں بلند کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے تمہارا ہاتھ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں دے دیا ہے جو تمہارے تمام دینی اور دنیاوی امور میں مدد و معاون ہوں گے، اس کے بعد اپنے مبارک سر سے اپنی کلاہ اتار کر اپنے دست شریف سے میرے سر پر رکھی، پھر دعا خیر کی۔

جامع ملفوظات عرض کرتا ہے کہ اس بشارت کے حاصل ہونے کے باوجود اس کی فطری شقادت میں کوئی تبدیلی نہ آئی لیکن امید وابستہ ہے کہ اس مقرب بارگاہ کے طفیل آخر کار مجھے میرا مقصود ملے گا اور یہ عقدہ کار حل ہو جائے گا۔

با کریہاں کارہا دشوار نیست

ایک روز یہ حقیر آپ کی مجلس میں حاضر تھا کہ بیعت کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی تو آپ فرمانے لگے کہ سلسلہ چشتیہ میں بیعت پر ہی طریقہ کا دار و مدار ہے، یہاں تک کہ اس طریقہ کے بعض افراد کا قول ہے کہ مرشد کا فیض بیعت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتا، لیکن میرے نزدیک بیعت کوئی لازم امر نہیں ہے، میری بیعت تو صرف توجہ کے لئے ہوتی ہے، جس پر میں اپنی ہمت سے توجہ کرتا ہوں، اُسے فیض مل جاتا ہے۔

ایک روز تجدید بیعت (تکرار بیعت) پر گفتگو ہوئی تو آپ فرمانے لگے کہ بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک تجدید بیعت صحیح امر ہے، شرط یہ ہے



کہ طالب کے پہلے شیخ کا انتقال ہو چکا ہو، ہمارے حضرت میرزا صاحب و قبلہ (میرزا مظہر جان جاناں شہید) اپنے پہلے پیر حضرت سید نور محمد (۱) (بدایونی) رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت شیخ محمد عابد (۲) (سنامی) رحمۃ اللہ سے بیعت کی تھی۔

(۱) حضرت سید نور محمد بدایونی: آپ شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ تھے اپنے وقت کے جید عالم اور پابند شرع صوفی تھے، ہر وقت کتاب و سنن اپنے پاس رکھتے تھے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے ایک مرتبہ بیت الخلاء میں داخل ہوئے راست پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین دن تک سیر باطنی بند رہا، آپ سے بیٹھار انسانوں نے باطنی فیض حاصل کیا جن میں حضرت میرزا مظہر جان جاناں کا اسم گرامی سرفہرست ہے جن سے سارے عالم اسلام میں مجددی سلوک کا عام رواج ہوا۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ رافت، رؤف احمد: جواہر علویہ ۱۲۷-۱۳۰۔ (۲) نعیم اللہ بہراچی: معمولات مظہریہ، کانپور ۱۲۷۵ھ (۳) شاہ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ۲۱-۲۵ (۴) محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ۳۲-۳۳ (۵) غلام سرور، مفتی: حدیقتہ الاولیاء ۱۲۸-۱۲۹، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۲) حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت، شاہ گل متونی ۱۱۲۶ھ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے مرشد بزرگوار تھے، غایت درجہ متقی تھے (شاہ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری ص ۳۰)

شیخ محمد عابد نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب شریفہ کا انتخاب کیا تھا، جس پر عربی میں مولوی نعیم اللہ بہراچی صاحب معمولات مظہریہ، خلیفہ حضرت میرزا مظہر نے دیباچہ لکھا، حضرت بہراچی فرماتے ہیں: اللہم لا احصي ثناءً عليك انت كما اثنيت على نفسك ولا صلوة على حبيبك... الخ اما بعد فيقول العبد الضعيف العاصي محمد نعيم الله البهرايجي هذا اربعون مكتوباً انتخبها الشيخ الكامل المكنى العارف بالله الهادي عباد الله الى الله القاسم الخزان الله الشيخ محمد العابد السنامي قد سنا الله سره الا قدس ونور الله مرقدہ المقدس من المكاتيب الا مام الرباني التي تسمى باربعين مكتوباً... ان چہل مکتوبات کا ایک خطی نسخہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی، کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور ۸۶۸/۳۹۰۱ میں موجود ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

میرے لئے میرے مشائخ کا قول اور علم ہی حجت ہے اگرچہ آپ بذات خود بہت ذی علم اور متقی ترین فرد تھے۔

ایک روز یہ احقر عصر کے حلقہ میں آپ کے دربار فیض اثر میں حاضر تھا کہ اکابر مشائخ کے طریقہ کے بارے میں بات چل نکلی تو فرمانے لگے کہ میں اپنے پیروں کے طریقہ پر خوش بھی ہوں اور ناخوش بھی، خوش اس لئے یوں کہ ان کے طفیل مجھے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت حاصل ہوئی اور ناخوش اس لئے یوں کہ یہ طریقہ (نقشبندیہ) انتہا پذیر نہیں ہے ہم جس مقام پر بھی پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدعا نہیں ہے بلکہ اصل مقامات تو اس کے آگے ہیں، ساٹھ سال سے ہم تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں لیکن (طریقہ کی) انتہاء کو نہیں پہنچے، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی راسخن پایان

بمیرد تشنہ مستسقی و دجلہ ہمچنان باقی

ان کی نسبت سنائی کے متعلق مولوی محمد صالح کنجاہی نے یوں وضاحت کی ہے۔ ”سنام بضم سین مہملہ و تشدید نون، قصبہ ایست از توابع سہرندہ (محمد صالح کنجاہی، سلسلۃ الاولیاء، مخطوط مصنف، قلمی، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد گجرات۔ ورق ۸۳ ب حاشہ)

آپ کا انتقال ۱۸، رمضان (جواہر علویہ ص ۱۰۹) اور ۱۱۶۰ھ (مقامات مظہری ص ۱۴) کو ہوا، مزار مبارک باغ کے سامنے آزاد پور، دہلی میں ہے (مزارات دہلی ص ۱۴۴)، حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ رسالہ درحالات حضرت شیخ محمد عابد سنائی، قلمی

۲۔ شاہ غلام علی دہلوی، رسالہ درحالات حضرت مظہر (مقامات مظہری) مطبوعہ دہلی ۱۲۶۹ھ

ص ۱۲-۱۵

۳۔ نعیم اللہ بہزائی: معمولات مظہریہ،

۴۔ رافت، روف احمد مجددی: جواہر علویہ ص ۱۰۸-۱۰۹

جب کہ اس کے برعکس دوسرے سلاسل کے شیوخ اپنے مرید کو اسرار توحید میں سے ایک سر اس پر منکشف ہو اور اُسے شوق و ذوق اور رقص و وجد جو کہ طمانیت قلب کا تقاضا ہے، حاصل ہو جائے تو فرماتے ہیں کہ تم واصل ذات ہو کر منتہی عارف ہو گئے ہو۔

آں ایشانند من چنین ام یا رب

جامع ملفوظات ہذا عرض کرتا ہے کہ یہاں ”ناخوش“ کا لفظ مذمت کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ تعریف کے لئے آیا ہے اور ناخوشی کے مراتب خوشی کے مراتب سے برتر ہیں کیوں کہ خوشی کا تعلق سیر صفات سے ہے اور ناخوشی سیر ذات سے تعلق رکھتی ہے، ذات میں سب کچھ سلب ہو جاتا ہے مگر صفات میں ثبات باقی رہتا ہے اور یہ ناخوشی وہی ہے جسے حدیث میں ”حزن“ سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی کان رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم دالم الفکر متواسل الحزن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر فکر و حزن کی کیفیت میں رہتے تھے) چنانچہ ناخوشی تو غایت درجہ کی بلند ہمتی سے عبارت ہے، جو نہایت کمال قرب سے عبارت ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بلند ہمتوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس پریشان حال (جامع ملفوظات) کو آپ (حضرت شاہ غلام علی) کے طفیل اس ناخوشی کے جذبہ سے حصہ عطا فرمائے۔

ایک روز عصر کے وقت یہ احقر حضرت کے حضور حاضر تھا کہ آپ نے حضرت میاں رسول بخش چشتی مودودی کو توجہ دینے کے لئے طلب فرمایا تو حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ جامع مسجد کی طرف گئے ہیں، فرمانے لگے سیر کے لئے گئے ہوں گے، فرمایا کہ یہ کیسی فقیری ہے، فقر میں صبر لازم ہوتا ہے، اور صبر کا مفہوم جس نفس ہے، جب میں خود مجاہدہ میں مشغول تھا تو میں نے خود کو پچیس سال تک ایک حجرہ میں

محبوس کر لیا، نہ موسم سرما میں اور نہ ہی موسم گرما میں باہر آیا۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں سترہ سال کا تھا جب حضرت دہلی آیا اور اب میں دہلی ہی میں ساٹھ سال کا ہو گیا ہوں، ایک دن بھی میں نے ذکر، فکر، حلقہ اور مراقبہ کے بغیر نہیں گزارا، مجھ پر ہر وقت خاتمہ کا خوف طاری رہتا ہے اور یہ خوف اس وقت تک رہے گا جب ہم بہشت میں قدم نہ رکھ لیں اور جب تک ہم رب العالمین سے یہ نہ سن لیں کہ رضیت عنک یا عبدی (اے بندے میں تجھ سے راضی ہو گیا)۔

ایک دن یہ احقر حاضر تھا کہ فقراء کی بے نیازی اور امراء کی خوشامد کے ترک کرنے کا ذکر بھی آیا تو فرمانے لگے کہ ایک روز ہم نواب شاہ نظام الدین صاحب (۱) کے فاتحہ و تعزیت کی تقریب میں ان کے گھر گئے تو وہاں دہلی کا انگریز حاکم مٹکاف (۲) بھی اس تقریب میں آیا تو اُس وقت تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن میں بدستور بیٹھا رہا جب وہ بیٹھ گیا تو میں نے اپنی پشت اس کی

(۱) شاہ نظام الدین، حضرت خواجہ باقی باللہ کی دختری اولاد میں سے تھے، مرہٹہ سردار سندھیا (۱۷۵۹-۱۷۹۳ء) نے انہیں اگست ۱۷۸۹ء کو دہلی میں اپنا گورنر مقرر کیا، مرہٹہ ریکارڈز میں ان کا ذکر مرہٹہ ایجنٹ کی حیثیت سے بھی آیا ہے، ملاحظہ ہو:

(بامداد اشاریہ) Poona Residency correspondence, vol.i, vol.ii

جادو ناتھ سرکار نے اپنے ایک خط میں شاہ نظام الدین کے حالات کے ماخذ کی ایک طویل فہرست دی ہے: ابراہیم بیگ، مرزا: تذکرہ غمگین، گوالیار ۱۳۳۸ھ ص ۱۲۲، ۱۰-۱۳  
عبدالودود، قاضی: غمگین دہلوی، برہان، دہلی اکتوبر ۱۹۶۰، ذکر میر، مرتبہ ثار احمد فاروقی ۳۲۶ (مقامات منظرہری، طبع سوم ص ۵۸۵)

(۲) Charles Theophilus Baron Metcalf (1785-1846) وہ تین مرتبہ دہلی کا ریزیڈنٹ بنا (ایک مرتبہ مددگار ریزیڈنٹ) لیکن یہ واقعہ اس کے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۹ء تک کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے، مٹکاف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

Buckland: Dictionary of indian biography, p, 287

طرف کر لی تا کہ میری نظر اس کے چہرہ پر نہ پڑے، جب اس نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا، تو وہ میری قدم بوسی کے لئے آیا، جب وہ ہمارے قریب پہنچا تو مجھے اس کے منہ سے شراب کی بو آئی، تو ہم بہت ناراض ہوئے ہم نے اُسے کتے کی طرح ڈانٹے ہوئے دھتکار دیا، وہ ہماری طرف پھر لپکا، ہم نے اُسے پھر سخت لہجہ میں اس سے یہی کہا اور اسے اپنے نزدیک نہ آنے دیا، جب وہ اپنے گھر پہنچا تو ملازمین میں سے ایک سے کہا کہ میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔

ایک روز مجھے نماز عصر کے بعد حاضری کا شرف حاصل ہوا تو فرمانے لگے کہ ہمارے طریقہ کے اکابر نے فرمایا ہے کہ ہم نے نہایت کو بدایت (آغاز) میں شامل کر دیا ہے، اس باب میں بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں نہایت سے مراد ”دائمی توجہ“ اور ”حضور مع اللہ“ ہے جس میں کم خطرگی یا کم خطرگی کیفیت ہوتی ہے، جب کہ دوسرے سلاسل میں اسی کو نہایت کہا گیا ہے لیکن ہمارے طریقہ (نقشبندیہ) میں تو یہ بدایت (ابتداء) میں ہی حاصل ہو جاتی ہے، ہمارے نزدیک تو نہایت دوسری کیفیت کا نام ہے اور وہ حضور میں توجہ کا کم ہو جانا ہے، اس کے بعد ذکر کثیر پر بات شروع ہوئی تو فرمانے لگے کہ ذکر کثیر دراصل دائمی ذکر قلبی کا نام ہے جس میں اس کے انقطاع کا احتمال نہیں ہوتا نہ کہ ذکر لسانی جس کے منقطع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جس کی یہ آیت کریمہ دلیل ہے: رجال لا تلهیہم تجارۃ ولا بیع من ذکر اللہ، یعنی ایسے مردان حق بھی ہیں جنہیں تجارت یا خرید و فروخت کی مصروفیات ذکر الہی سے محروم نہیں کر سکتیں اور نہ ہی ذکر قلبی سے، اس کے بعد آپ فرمانے لگے کہ اکثر لوگ ذکر قلبی کو ذکر خفی کہتے ہیں، یہ بات غلط ہے کیوں کہ خفیہ کے معنی پوشیدہ، کے ہیں اور ذکر قلبی اگرچہ دوسروں سے پوشیدہ ہوتا ہے لیکن وہ ذکر سے مخفی نہیں ہوتا وہ تو فرشتوں اور شیطان سے بھی پوشیدہ نہیں ہوتا بلکہ ذکر خفیہ تو ذکر کے مذکور میں گم ہونے



سے عبارت ہے کیوں کہ وہ تو اپنے اور اپنے ذکر کے سوا ہر چیز سے بے خبر ہوتا ہے، فرمانے لگے کہ میرا حال بھی ایسا ہی ہے، میں جب بھی اپنے دل پر توجہ کرتا ہوں تو اپنے آپ میں توجہ اور ذکر کا اثر تک محسوس نہیں کرتا، ہاں اور اگر کبھی ”غیبت“ میسر آجائے تو اس وقت میرا بال بال ذکر ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد شب قدر کی بات ہونے لگی تو فرمایا کہ یہ شب بہت ہی بابرکت ہے جس میں عبادت مقبول اور دعا قبول ہوتی ہے، مقربین کو اس رات الگ سی قرب کی کیفیت کا احساس ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جامع مسجد (دہلی) میں اعتکاف میں تھا، وہاں میں رات کو سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کے لئے دعا کرو، میں اٹھا تو دیکھا کہ ساری مسجد منورہ ہو گئی ہے، گویا یہاں چراغاں کیا گیا ہے، خیال کیا کہ یہی شب قدر کا نور ہے، لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ اس رات درخت اور دیگر مخلوقات سجدہ کرتی ہیں لیکن یہ بات کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذری، ان ملفوظات کا جامع عرض کرتا ہے کہ وہ شخص جس نے وہاں (مسجد میں) آپ سے کہا کہ اٹھو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کے لئے دعا کرو، معلوم ہوا کہ وہ دراصل ہمارے حضرت (میرزا مظہر جان جاناں) تھے جو کہ قطب ارشاد تھے ہی وہ قطب مدار بھی ہوں گے، فقدر

ایک روز یہ احقر اور پیر ابراہیم چشتی قصوری (۱) چاشت کے حلقہ کے وقت

(۱) پیر ابراہیم خویشتکی چشتی قصوری، ہندوستان کی برطانوی حکومت کا ایجنٹ تھا، سیر کے لئے انگلستان بھی گیا تھا اور اپنا سفر نامہ سیرستان کے نام سے فارسی میں لکھا تھا جو طبع ہو چکا ہے (ملتان ۱۸۵۴ء) اس کی بعض یادداشتیں لندن سے ۱۸۴۸ء کو بھی شائع ہوئی تھیں، برطانوی عہد حکومت میں وہ پنجاب کے بعض علاقوں یعنی بہا پور وغیرہ کا پولیٹیکل ایجنٹ بھی رہا تھا۔

Memoires of Muhammad ibrahim Qusuri, London, 1848



خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تو ایک بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے تبرک کی شیرینی آپ کی خدمت میں لایا، آپ نے اُسے بوسہ دیا، سینہ، آنکھوں سے لگا کر سر پر رکھا اور فرمانے لگے کہ میں چشتیوں کا بہت معتقد ہوں پھر فرمایا کہ سلطان جی (حضرت نظام الدین اولیاء) تو ایک موجزن دریا ہیں، فرمانے لگے کہ چشتیوں میں سلطان جی جیسا محدث کوئی نہیں گذرا، فرمایا کہ حضرت فرید الحق والدین گنج شکر مجھ پر بہت عنایات فرماتے ہیں، ایک روز میں مراقبہ کی حالت میں تھا کہ میرے گھر تشریف لائے میرا سارا گھران کے نور سے منور ہو گیا، موصوف درمیانہ قد کے تھے، فرمایا کہ آؤ تمہیں ایک شغل سکھاؤں، مجھ پر اپنے شیخ کی غیرت نے غلبہ کیا تو میں نے عرض کی کہ حضرت وہ شغل جو میرے پیر نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میرے لئے وہی کافی ہے، مجھے اب کسی دوسرے شغل کی ضرورت نہیں ہے، اس وقت حضرت گنج شکر کی اولاد میں سے ایک صاحب جو آپ کے مرید بھی تھے اس مجلس میں تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ چشتی حضرات کی طرز پر تم ذکر جہر کرو کہ ان کا فیض یہاں پہنچے، انہوں نے ایسا ہی کیا تو ساری مجلس پر ”وجد و رقص“ کی کیفیت طاری ہو گئی۔

ایک روز عصر کے حلقہ میں حاضری نصیب ہوئی، اس وقت حاجی گل محمد کابلی (۱) آپ کی خدمت میں چند دانے عمدہ اور پاکیزہ آموں کے لائے جس پر آپ

(۱) حاجی گل محمد کابلی، غزنی (افغانستان) سے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں آئے، نسبت باطنی حاصل کر کے مقامات عالی کو پہنچے اور خلافت یاب ہو کر اپنی ولایت کے مقتدا بنے (جو اہر علویہ ۲۴۳)

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے لکھا ہے کہ حج کے لئے گئے تو وفات ہو گئی

از غزنین بخدمت حضرت ایشاں حاضر آمد، کسب نسبت نمودہ بہ خلافت مشرف گشت بمردمان ولایت فائدہ رسانید، چند کس را اجازت داد بہ حج رفت و وفات یافت (مقامات مظہری، ج ۱، ۱۸۲)، مقامات مظہری (طبع سوم) ۵۷۰-۵۷۱ حضرت شاہ غلام علی کا ایک مکتوب (نمبر ۱۰) بھی انہی کے نام ہے۔

ان سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آؤ میں تمہیں پیر بنا دوں، پھر فرمانے لگے کہ میں تو حضرت غوث الثقلین اور حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ عنہما کا خاکروب اور مہتر ہوں، یہ دستور ہے کہ گاؤں کا حاکم اپنے ساتھ رہنمائی کے لئے ایک خاکروب کو اپنے قافلہ کے ساتھ لے لیتا ہے تاکہ وہ چوروں اور رہزانوں سے محفوظ رہ سکے، میں بھی اس طرح حضرت غوث الثقلین اور حضرت شاہ نقشبند کا مہتر ہوں۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ اس ایوان کی جو کہ میری نشست گاہ کی عمارت ہے بنوانے لگا، تو معمار نے کہا کہ صرف اس کی چھت کے لئے چھتیس روپے درکار ہیں، اس وقت ہمارے پاس ایک کوڑی بھی نہیں تھی، میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اس نے اسی وقت وہ روپیہ بھیج دیا۔

اس اثنا میں خواجہ نجیب الدین خان قصوری آپ کی محفل مبارک میں حاضر ہوئے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوری خوشدلی سے فرمانے لگے کہ غلام محی الدین (جامع ملفوظات حاضر) کو کہاں کا پیر بنائیں؟ تو خواجہ ہندکور نے عرض کی کہ قصور کا پیر، تو آپ یہ سن کر طیش میں آگئے اور فرمایا کہ تم بہت ہی کم ہمت ہو، میں تو انہیں پورے پنجاب کا پیر بناؤں گا، وہ تو لاہور، ملتان اور وٹیا لہ (بٹالہ) کے بھی پیر ہوں گے۔

پھر فرمانے لگے کہ جب مولانا خالد رومی (۱) جو کہ بے نظیر فاضل تھے، یہاں تشریف لائے تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہم تجھے قطب بنانا چاہتے ہیں، جس پر بعض لوگوں کو ہنسی آئی اور مولانا کو بھی تعجب ہوا، آخر وہی ہوا جو ہم نے کہا تھا، وہ اس وقت اپنے علاقہ کے قطب ہیں۔

ان ملفوظات کا جامع عرض کرتا ہے کہ مولانا خالد رومی کے مقتدر علماء میں سے

(۱) مولانا خالد کردی رومی کے حالات مقدمہ کتاب حاضر میں ملاحظہ کریں۔

تھے، ان میں خدا طلبی کا جذبہ پیدا ہوا تو محض آپ کے کمالات سن کر آپ کے مشتاق ہو گئے اور معرفت الہی حاصل کرنے کے لئے روم سے شاہ جہان آباد (۱) دہلی کا عزم کیا، انہیں یہاں آنے میں ساڑھے سات ماہ لگے، جب وہ پشاور شہر پہنچے تو خواب میں انہیں آپ (حضرت شاہ غلام علی) کی زیارت ہوئی، جب بیدار ہوئے تو ذکر الہی کے ساتھ ان کے لطائفِ خمسہ بھی جاری ہو چکے تھے، جب وہ آپ کے سراسر نور (حلقہ) میں داخل ہوئے تو انہوں نے آپ کی بالکل وہی صورت دیکھی جس سے ان کا اشتیاق بہت ہی بڑھ گیا اگرچہ آپ کا اشتیاق ہر طالبِ خدا کے لئے مساوی ہے لیکن ان کے سفر کی کوفت، مسافرت اور مولانا کی فطری بلند استعداد کے باعث آپ نے اشتیاقِ مربیانہ سے ممتاز فرمایا، اپنی قوی ہمت صرف فرما کر انہیں چند ماہ میں ہی سلوک کی انتہا پر پہنچا دیا، خلعتِ خلافت سے بھی مشرف کر کے رخصت فرمایا، آپ کی خانقاہ میں آنے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ اب مولانا سارے روم کے مرجع بن چکے ہیں۔

ایک روز فجر کے بعد یہ غلام حاضر خدمت تھا، ایک شخص یہ خبر لایا کہ فلاں عورت جو کہ حضرت کی مریدہ تھی کارات کو انتقال ہو گیا ہے، اس وقت اس کا جنازہ تیار ہے، آپ نے اس پر افسوس کیا کہ وہ ہماری بہت مخلصہ تھی، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر جمع کریں تاکہ میں اس کی روح کو بخش سکوں،

(۱) قدیم دہلی یعنی شاہ جہان آباد جسے مغل بادشاہ شاہ جہان (۱۰۳۷-۱۰۶۸ھ / ۱۶۲۸-

۱۶۵۸ء) نے آباد کروایا تھا تعمیر کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

1 Ehlers, Eckart and Thomas Krafft: Shahjahanabad /old Delhi, Delhi, Manohar, 2003,

2 Chenoy, Sharma Mikra: Shahjahanabad (A City of Delhi) Delhi, Munshiram Manoharlal, 1998

حدیث میں آیا ہے اگر کسی مردہ کے لئے ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھا جائے تو اس کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے، اگر وہ عذاب کا مستحق ہو تب بھی (بخشش ہو جاتی ہے)۔

اس کے بعد آپ فرمانے لگے کہ ہر وہ شخص جو ہمارے طریقہ میں داخل ہے کے بارے میں ہمیں قوی امید ہے کہ اسے قبر کا عذاب نہیں ہوگا، اور ہم نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے، اور فرماتے تھے کہ ایک ہندو عورت تھی اس نے ہمارے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ کلمہ طیبہ کا بہت ہی ورد کرتی تھی، جب اس کی وفات ہو گئی تو میں اس کی قبر پر گیا تو دیکھا کہ اس کی قبر اس قدر منور، وسیع اور پاکیزہ تھی کہ میں اب یہ آرزو کرتا ہوں کہ میری قبر بھی اسی طرح کی ہو جائے۔

آپ کی مجلس شریف میں ایک مرید نے عرض کیا کہ قبر کیا ہے؟ حضرت کی توجہ سے آپ کے ہزار ہا مریدوں کی قبور منور ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی، فرمانے لگے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک روز آپ فرمانے لگے کہ ایک عورت تھی جو ہمارے طریقہ میں داخل ہونے کی تمنا رکھتی تھی لیکن اس کا شوہر یہ بات میرے سامنے بیان نہ کر سکا، یہاں تک کہ وہ خاتون فوت ہو گئی، پھر اس کے شوہر نے آکر مجھے اس کی اس خواہش سے آگاہ کیا تو میں نے اس کے حال پر توجہ کی اور اس کی روح کو اپنے طریقہ میں داخل کر لیا، وہ اسی رات کو اپنے شوہر کے خواب میں آئی اور کہا کہ میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور میں طریقہ میں داخل ہو گئی ہوں۔۔

ایک روز اس غلام نے عرض کی کہ حضرت شیخ اکبر نے فصوص (الحکم) میں لکھا ہے لایوثر الہمة بدون الاستعداد ولهذا ما اثرت ہمة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ابی طالب، یعنی مرشد کی ہمت مرید کی استعداد کے بغیر اثر نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے ابوطالب پر بھی اثر نہ کیا، یہ

بات سن کر مجھے سخت مایوسی ہوئی کہ یہ بندہ خود تو ابوطالب سے بھی کم استعداد رکھتا ہے، آپ فرمانے لگے ہمارے نزدیک یہ قول معتبر نہیں ہے، اگر ہم پتھر پر بھی اپنی ہمت سے توجہ کریں تو اس میں سے بھی انوار الہی کا ظہور ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت توجہ کا ابو جہل پر اثر نہ ہونا آپ کے ارادہ اور توجہ کے نہ ہونے کے باعث ہے۔

ایک دن فرمانے لگے کہ اپنے شیخ کی رضا خالق اور خلق کی مقبولیت کا سبب ہے اور اس کی آزر دگی نفرین کا موجب ہے اور خلق میں بھی نفرت پیدا ہو جاتی ہے، فرمانے لگے کہ شیخ کی رضا وہ کام کرتی ہے جو کوئی مجاہدہ اور ریاضت بھی نہیں کر سکتی، آپ نے اس موقع پر یہ حکایت بیان کی کہ حضرت میرزا صاحب و قبلہ کے ایک مرید حافظ محمد (۱) تھے، ان کا سلوک لطیفہ نفس تک پہنچ کر رک گیا تھا، حضرت مظہر نے اس معاملہ میں مزید توجہ کی پھر بھی اس کا اثر ظاہر نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ (بہاء الدین نقشبند بخاری) رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر سے فرمایا کہ اے فرزند ان کا اس قدر سلوک کیا کم ہے؟ آپ اس مقولہ کو سن کر اس کی مزید ترقی سے ناامید ہو گئے، کئی روز بعد جب کہ حافظ مذکور ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بد بخت نے حضرت مظہر کی ہجو، مذمت اور غیبت کا آغاز کر دیا تو حافظ صاحب کی رگ غضب بھڑک اٹھی تو انہوں نے اس کو خوب ڈانٹا، حضرت کو کشف کے ذریعہ سارے معاملہ کا علم ہو گیا تو آپ حافظ صاحب سے بہت خوش ہوئے، جب وہ آپ

(۱) حافظ محمد، حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلفاء میں سے تھے، اس کے پہلے انہوں نے شیخ

موسیٰ خان دھبیدی سے فیض پایا تھا، اور انہی کے حکم سے حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے،

انہیں سخت قسم روحانی قبض کا احساس تھا، آخر حضرت مظہر ان کے ایک کام سے خوش ہوئے تو ان کی یہ

کیفیت دور ہوئی، ان کا انتقال عارضہ جنون میں ہوا (مقامات مظہری ۳۸۵-۳۸۶ طبع سوم)



کی خدمت میں پہنچے تو آپ فرمانے لگے کہ حافظ صاحب ادھر آئیں، اب آپ کی کشاکش کا وقت آ گیا ہے، مبارک ہو، آپ نے پوری ہمت سے توجہ کی تو انہیں اس بندش سے خلاصی ہوئی۔

ایک روز عصر کے بعد آپ حاضرین سے مخاطب ہوئے آج سارا دن ہمیں انقباض رہا، ابھی کشادگی ہوئی ہے، اپنی اپنی حاجات کا دل میں تصور کریں، تمہارے لئے دعا کی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

اس دوران حضرت مولوی محمد عظیم (۱) جو کہ حضرت کے مجاز اور اخلاق دوریشان سے آراستہ ہیں کھڑے ہوئے اور دست بستہ عرض کی کہ میری حاجت یہ ہے کہ مجھے قولاً، فعلاً، عملاً اور اعتقاداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت نصیب ہو اور آپ (شاہ غلام علی) کی محبت میں کامل استغراق حاصل ہو، آپ نے ان کے بارے میں دعا کی اور ان کے حال پر توجہ فرمائی، عشا کی نماز کے وقت میری (جامع ملفوظات) ان سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ حضرت کی دعا اور توجہ کی تاثیر مجھ میں موجود ہے، یہ غلام اس وقت اپنی جائے قیام پر تھا کہ اس پر غلام اپنی انتہائی عنایت کے باعث طلب فرمایا اور دعا کے اس حلقہ میں داخل کر لیا۔

اسی اثنا میں موضع کوٹہ بوندی جو کہ دہلی سے بطرف اجمیر تین میل کے فاصلہ پر ہے کے قاضی حاضر ہوئے، اس وقت بیعت کے بارے میں بات ہو رہی تھی، آپ

(۱) مولوی محمد عظیم دیندار عالم تھے، باطنی نسبت حضرت شاہ غلام علی سے حاصل کی تھی، کئی سال خدمت میں رہے، مقامات مجددیہ حاصل کر کے خلعت سے مشرف ہوئے، شاہ صاحب سے تاحیات جدا نہ ہوئے، یہاں تک کہ شاہ صاحب کا وصال ہو گیا، انہیں شاہ صاحب کو غسل دینے کی سعادت حاصل ہوئی، پھر حرمین الشریفین چلے گئے، وہیں انتقال ہوا (جو اہر علویہ ۲۳۳، تکملہ مقامات مظہری ص ۵۷۱) وہ ایک جید عالم بھی تھے (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۵۷)



فرمانے لگے کہ ایک شخص، جس کا نام آپ نے بتایا تھا لیکن فقیر (جامع ملفوظات حاضر) کو اب بھول گیا ہے، اس کے لطائفِ خمسہ ہماری ایک ہی توجہ سے جاری ہو گئے، اُسے ”توجہ الی اللہ اور حضور فی اللہ“ کا مرتبہ بھی مل گیا، اس کے بعد آپ فرمانے لگے کہ مولانا خالد نے کہا تھا کہ مشائخ کبرویہ کے ہاں یہ رسم ہے کہ جب ایک مرید کسی سے بیعت ہوتا ہے، تو حاضرین پیر کا دامن پکرتے ہیں، تاکہ وہ بھی فیض میں شریک ہو جائیں؟ لیکن ہمارے طریقہ میں معمول نہیں بنے، پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں کسی کا ہاتھ بیعت کے لئے پکڑوں اور اُسے استغفار و توبہ کی تعلیم دوں تو تمام حاضرین کو استغفار پڑھنی چاہیے تاکہ وہ سب پھر سے طریقہ میں داخل ہو جائیں، اس کے بعد آپ نے قاضی صاحب کو بیعت کے لئے اپنے پاس بلایا، اور چونکہ آپ پر اپنے اعمال کے قصور کی دید پر توجہ رہتی تھی اس لئے فرمایا سبحان اللہ و بحمدہ اس عیب چھپانے والے نے ہمارے کتنے پوشید عیب چھپا رکھے ہیں کہ اس قسم کے فضلاء و علماء دور دراز سے فیض حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس آتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے خوش گوئی کے طور پر فرمایا کہ ایک آدمی نے شاہ رفع الدین محدث صاحب سے بیعت کی، جب وہ اپنے دوستوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اُسے مبارک باد دی، اس نے پوچھا کہ تم کس بات کی مبارک دے رہے ہو؟ اس لئے کہ تم شاہ صاحب سے بیعت ہوئے ہو، اس نے کہا کہ شاہ صاحب کو بھی مجھے مبارک دینی چاہیے کیوں کہ میں نے ان کا ہاتھ تھاما ہے اور انہوں نے میرا، اس لئے اس کام میں ہم دونوں برابر ہیں، تم ان کی مجھ پر کیسے فضیلت ثابت کر سکتے ہو؟ اس پر آپ نے تبسم فرمایا کہ میرا حال بھی بس یہی ہے، ہم نہیں جانتے کہ ہم پیر ہیں یا وہ پیر ہیں، آپ نے قاضی صاحب کو طریقہ میں داخل کر لیا اور ان کے حال پر پوری ہمت کے ساتھ توجہ کرنے میں مصروف ہو گئے، انہوں نے کہا کہ میرا تو آپ کی

ایک ہی توجہ سے کام پورا ہو گیا تھا۔

ایک روز آپ مجھے مراقبہ اقربت کی تعلیم دے رہے تھے کہ فرمانے لگے کہ ”مراقبہ“ ”ترقب“ سے مشتق ہے جس کے معنی انتظار کے ہیں، یعنی فیض الہی کا انتظار کرنا اور پھر فرمایا کہ مراقبہ میں فیض کے لئے دو چیزوں کی شرط ہے، اول اس کے لئے لازم ہے کہ منشاء یعنی ذات احدیث پر اپنی توجہ مرکوز رکھے، دوم اُسے ”مورد“ یعنی اپنے دل کی طرف توجہ رکھنی چاہیے۔

ایک روز یہ غلام (جامع ملفوظات) عصر کے بعد حضرت کے حضور معلیٰ میں حاضر تھا کہ حضرت صاحبزادہ شیخ رؤف احمد (۱) صاحب اور احقر کو حضرت نے مخاطب کیا، فرمانے لگے کہ میں ایک نکتہ بیان کرنے لگا ہوں، توجہ سے سنو اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی دائرہ قلب میں داخل ہو جائے اور وہ اس میں وسعت اور کشادگی پیدا کر لے اور دوسرا جو بساط حاصل کیئے بغیر اس دائرہ سے اوپر تک چلا جائے تو ان میں سے فضیلت تو پہلے کی ہی ہوگی۔

ایک روز آپ مولانا روم کے یہ اشعار نہایت شوق کے ساتھ پڑھ رہے تھے

جان منی جانانِ من دینِ منی ایمانِ من  
سلطانِ من سلطانِ من چیزِ بدہ درویشِ را

کہ فرمانے لگے کہ وہ چیز تو ”ذات بے پردہ صفات“ کی رویت ہے اور وہ اس

(۱) حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی، حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے، شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے، عالم، مدرس، مفسیر، فقیہ اور شاعر بھی تھے، ولادت رام پور میں ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء کو ہوئی، شاہ درگا ہی کے بعد شاہ غلام علی سے منسلک ہوئے، حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات و مکتوبات جمع کیئے، ۱۲۲۹ھ/۱۸۳۳ء کو وصال ہوا، مشائخ نقشبندیہ کا تذکرہ جو اہر علویہ کے نام سے لکھا (تفصیل کے لئے دیکھیے: تفسیر روئی، مقدمہ)

دنیا میں ممکن نہیں ہے، اسی لئے مولانا اُمید ہو کر دوسرے مقام پر فرماتے ہیں  
 چہ بہانہ میدی شیدات را ای بہانہ شکر لبہات را  
 چوں نہ نالم زار از دستانِ تو چوں نثم در حلقہٴ مستان تو  
 اس کے بعد فرمانے لگے کہ اس قسم کی گستاخی تو مولانا (روم) کو ہی زیب دیتی  
 ہے، مجھے اس کی مجال کہاں ہے، پھر فرمانے لگے کہ جوشِ محبت میں اس قسم کی سو  
 گستاخیاں بھی معاف کر دی جاتی ہیں۔

ایک روز نماز عصر کے بعد یہ بندہ (جامعِ ملفوظات) حاضر ہوا تو سماع پر گفتگو ہو  
 رہی تھی، فرمانے لگے کہ مجھے سماع سے بہت ہی رغبت تھی لیکن اپنے پیروں کی مخالفت  
 کے باعث میں سماع کی جرأت نہیں کرتا تھا، ایک روز مجھے بہت شدید (روحانی) قبض  
 کا احساس ہوا، میں نے ہر طرح سے اس کا علاج کیا لیکن یہ قبض دور نہ ہوا، میں اسی  
 طرح گردن میں ہاتھ ڈالے اور ہتھیلیاں سر پر رکھے متفکر حالت میں زمین پر بیٹھا ہوا  
 تھا کہ سرنگی کی آواز مرے کان میں پڑی تو فی الفور وہ قبض دور ہو گیا اور ایک طاقتور جذبہ  
 مجھ پر طاری ہو گیا، فرماتے تھے کہ اگر میں سماع سنو تو دہلی کے تمام قوال مرے ہاں جمع  
 ہو جائیں لیکن میں اپنے پیروں کے طریقہ کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں،  
 کہ یہ (سماع) سم قاتل (۱) ہے اس کے بعد آپ نہایت شوق سے یہ شعر پڑھنے لگے۔

بر سرِ خاکِ ما بیا نغمہٴ عشق می سرا

کز جذباتِ شوق تو نعرہ ز خاک بر زخم

(آپ نے یہ شعر) دو تین مرتبہ دہرایا جس سے حاضرین کے دلوں میں عجیب

تاثیر پیدا ہوئی، بعض تو نعرہ لگانے لگے اور بعض بے ہوش ہو گئے اور بعض آہ و بکا کرنے

(۱) یعنی قتل کرنے والا زہر

لگے اس غلام کا تعلق تیسرے یعنی آخری گروہ سے تھا۔

ایک روز اس احقر (جامع ملفوظات) پر گریہ کی حالت طاری ہوئی تو کسی نے جا کر آپ سے کہہ دیا، جب یہ غلام آپ کے حضور حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ دوسروں پر تو گریہ کی یہ مصیبت ایک دو روز کے لئے ہی ہوتی ہے لیکن مجھ پر ہمیشہ گریہ طاری رہتا ہے وہ ختم ہونے والا ہی نہیں ہے۔

ایک روز مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے، مولوی صاحب مولویت چھوڑ دیجئے اور آہ پیدا کیجئے آپ کے اس فرمان کی برکت سے میرے سیاہ دل میں دوسرے روز ہی آہ کے ماہ کا نور چمکنے لگا، پس اس (نعمت پر) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ کرے اور اس میں کمی نہ آئے، تو اس احقر نے اسی وقت آہ کی تعریف میں یہ دو شعر کہے۔

مدی کہ طرفہ بر سرِ آدم کشیدہ اند  
آمدِ آہ و آن کہ پیش ز آفریدہ اند  
مد آہی گر نہ بودی بر سرِ آدم پدید  
او آدم بودی یعنی چرم گاؤ گوسپند

ایک روز یہ غلام عصر کے بعد حاضر ہوا تو اجازت اور خلافت کے موضوع پر بات ہوئی، فرمانے لگے کہ ہمارے نزدیک اس کا اصول مقرر ہے کہ کسی کو ہماری توجہ کے اثر سے، کسی کو لطیفہ قلب مع کیفیت اور جذبات کے ساتھ تزکیہ نفس حاصل ہو جائے تو وہ ہماری طرف سے مجاز مطلق ہے، اگرچہ ہماری طرف سے اُسے زبانی اجازت نہ بھی دی گئی ہو۔

اس کے بعد اس غلام سے فرمایا کہ تمہیں عنقریب اجازت دی جائے گی اور امتحان کے طور پر میں اپنے سامنے تمہیں توجہ دینے کے لئے کہوں گا، یہ غلام اٹھا اور تسلیمات بجا

لایا۔

کسی اور دن چاشت کے وقت یہ غلام حاضر تھا کہ اجازت کا ذکر چل نکلا، فرمانے لگے کہ ہم جس کو ”اَجَزْتُ“ کہیں تو گویا اُسے ”اجزت من اللہ“ (اللہ تعالیٰ طرف سے اجازت) ہی گی۔

ایک روز اس غلام کو ”القا اور حلقہ“ کی اجازت عطا فرمائی، ۲۷ شعبان کے روز چہار شنبہ چاشت کے وقت آپ نے مولوی محمد عظیم صاحب اور صاحبزادہ حضرت رؤف احمد صاحب کو طالب فرمایا کہ تمہیں ہم نے گواہ کے طور پر بلایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ غلام محی الدین کو اجازت دیں، آپ بتائیں کہ وہ اجازت کے قابل ہیں یا نہیں، صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ وہاں وہ اس قابل ہیں، اور مولوی صاحب نے بھی عرض کی کہ آپ کا فرمان ہی کافی ہے کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد آپ فرمانے لگے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ اجازت کے قابل ہو گئے ہیں، اس کے بعد اس غلام کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ تمہیں چھ سلاسل یعنی قادر یہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، مجددیہ، اور کبرویہ کی اجازت دے دی ہے اور تم طالبوں کو ان چھ طریقوں کی اپنی کامل ہمت کے ساتھ (نسبت) القا کرنی چاہیے، پھر القا کے طریقہ کی تعلیم دی اور اس کے بعد اپنے دست مبارک سے کلاہ شریف میرے سر پر رکھی، پھر دیر تک اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھے رہے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ ابھی بیٹھو کہ میں پھر سے تمہارے سینہ میں ان چھ طریقوں کا فیض جدا جدا طور پر القا کروں گا، پھر توجہ کی اور القا فرمایا، غلام اٹھا اور تسلیمات بجالایا اور بے اختیار ہو کر آپ کے پاؤں مبارک پر گر پڑا، دیر تک میں اپنا سر آپ کے بابرکت پاؤں پر رکھے رہا اور میں نے عرض کی ایک سگ گرگین ہوں اس شاہی اعزاز کے قابل نہیں ہوں، آپ نے محض عنایت و کرم ہے یہ فضل فرمایا، آپ فرمانے لگے کہ یہ میری کلاہ نہیں ہے بلکہ میرے پیروں کی



ہے، پھر فرمایا کہ ۲۷ رمضان کو میں تمہیں خرقہ خلافت بھی دوں گا، جب ۲۷ کی رات آئی تو آپ نے اس غلام کو نمازِ مغرب کے بعد طلب فرمایا اور وہ خرقہ و کلاہ جو اس غلام کو عطا فرمانا تھا، پہلے خود پہنا اور پھر مجھے توجہ دی اس کے بعد اپنے دست مبارک سے خود پہنانے لگے اور صاحبزادہ صاحب اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ تم بھی یہ پہنانے میں مدد کرو کہ پیروں کی یہی سنت ہے، اس کے بعد وہ دونوں بزرگ میرے دائیں اور بائیں آگئے اور پہنانے میں مدد کرنے لگے اور کلاہ مبارک خود اپنے ہاتھ سے اس احقر کے سر پر رکھی، اس کے بعد پھر دوبارہ اجازت مرحمت فرمائی، فرمانے لگے کہ میں تمہیں اجازت مطلقہ دیتا ہوں، جو کوئی بھی تم سے فیض طلب کرے ہماری طرف سے تم اُسے اذکار القا کرو اور فیض پہنچاؤ، حق سبحانہ و تعالیٰ پیران کبار کے صدقہ اس میں تاثیرات اور ثمرات پیدا فرمائے، پھر غلام اٹھا اور آداب بجالایا۔

عید الاضحیٰ کے روز آپ نماز کے لئے مسجد میں گئے، یہ غلام بھی حاضر تھا، نماز سے فراغت کے بعد لوگوں نے آپ کی قدم بوسی کے لئے اژدہام کیا، یہ غلام مسجد کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا کہ ہجوم چھٹ جانے کے بعد میں بھی قدم بوسی کروں گا، لیکن عین اژدہام کے دوران آپ نے پوچھا کہ مولوی قصوری کہاں ہے؟ انہیں بلاؤ یہ غلام بڑی خوشی سے اٹھا اور اپنا سر آپ کے مبارک قدموں پر رکھ دیا، اپنے دست مبارک سے اس احقر کا سر اٹھایا، اپنے سینہ مبارک سے چسپاں کر کے اپنی پوری توجہ سے حرارت میرے دل پر القا کی، اس کے بعد دعا کی، پھر یہ غلام واپس مسجد کے اسی گوشے میں آ کر بیٹھ گیا۔

اسی دوران شہر کا مفتی بھی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، انہوں نے اپنی داڑھی ترشوار کھی تھی، آپ نے تبسم فرمایا، فرمانے لگے کہ سبحان اللہ تم بوڑھے ہو گئے ہو لیکن کیا تمہیں ابھی تک داڑھی نہیں آئی ہے؟ مفتی شرمندہ ہوا۔



اس کے بعد غلام کو پھر طلب کیا اور فرمانے لگے کہ صرف تین چار ماہ ہوئے کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے، اس نے ان تین ماہ میں مجھ سے جو کچھ حاصل کیا ہے، تم چھ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے، یہ میرے بڑھاپے کی محنت ہے، اس کے بعد آپ حضرت میرزا صاحب و قبلہ (مظہر جانِ جانان) کے مزارِ مبارک پر آئے اور ان کے مزارِ مبارک سے قدم گاہ کی طرف سے خاک اٹھا کر اپنی آنکھوں، رخساروں اور دل پر ملنے لگے، پھر مزارِ مبارک کے پائین آ کر اپنے دونوں پاؤں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اب ضعف کا مجھ پر نہایت غلبہ ہو گیا ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کی قوت نہیں رہی، آپ نے مجھے ساری عمر ناز و نعمت سے پالا ہے، اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے طفیل میرا خیر و عافیت سے خاتمہ کرے، وہاں آپ نے اس غلام کو پھر طلب کیا، میں حاضر ہوا، آپ نے اس غلام کا ہاتھ پکڑا اور پھر دیر تک اسے ہوا میں اٹھائے رکھا اور پھر مجھے حضرت میرزا صاحب و قبلہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ یہ شخص آپ کے گھر آیا ہے، اس پر تمام تر عنایات فرمائیے، اس کے بعد اپنا ہاتھ مبارک چھوڑتے ہوئے اندر تشریف لے گئے۔

ایک روز یہ غلام عصر کی توجہ کے وقت حاضر ہوا، تو محمد حسن چشتی (۱) جو کہ مقبول درگاہ ہیں، ہمارے نزدیک ہی بیٹھے ہوئے تھے، اس احقر سے خطاب کرتے ہوئے

(۱) خواجہ محمد حسن مودودی چشتی، حضرت شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے، ان کے حالات مقامات مظہری وغیرہ میں نہیں ملتے، شاہ رؤف احمد نے ایک محمد حسن کا ذکر کیا ہے جو مولانا خالد کردی رومی کے شاگرد تھے اور بغداد سے آ کر حلقہٴ ارادت میں داخل ہوئے تھے اور بیت المقدس و شام جا کر ارشاد و تبلیغ کا آغاز کیا تھا (جواہر علویہ ص ۲۴۱) حضرت شاہ صاحب کے اکیس مکاتیب ان کے نام ہیں، ان میں ان کے نام کے ساتھ نسبت کمہاری کا اضافہ ہے۔ (مکاتیب ۶، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۵، ۵۵، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۷۱، ۷۹، ۹۳، ۱۰۱، ۱۱)

نسبت کمہاری، غالباً سہو کتابت ہے، علامہ سمعانی نے ایک نسبت الکماری (بفتح الکاف والمیم.....) کا ذکر کیا ہے (الانساب ۱۱ / ۱۳۳) ممکن یہاں یہی نسبت مراد ہو۔

فرمانے لگے کہ محمد محسن نے تمہارے حال کے مطابق یہ شعر کہا ہے۔  
 نالہ ز من بود کہ بلبیل زود برد  
 یک نفس و اشدنی داشت دلم گل زود برد  
 پھر اس بندہ نے زبان حال سے یہ عرض کی۔

نیاورم از خانہ چیزی نخست

تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ایک روز بتاریخ ۱۴ رمضان شریف جب کہ شدید گرمی بھی تھی تو اس سراپا گناہ  
 نے حکمت عملیہ کے ذریعہ پانی ٹھنڈا کیا اور افطار کے وقت آپ کے لئے لے گیا، جب  
 آپ نے اس غلام کہ دور سے دیکھا تو فرمانے لگے۔

بگو مجنون چہ آوردی برای تحفہ لیلی

تو اس غلام نے اس کا اپنے دل میں یہ جواب دیا۔

دل صد پارہ آوردم اگر باشد بداں میلی

جب میں نے یہ (ٹھنڈا پانی) آپ کے حضور پیش کیا تو پوری رضا مندی کے

ساتھ دعا فرمائی اللہ تعالیٰ تیرے دل کو اپنی معرفت کی ٹھنڈک سے ٹھنڈا کرے اور اس  
 کے علاوہ بھی دعائیں کیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوں گی۔

ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے

حق میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ صحیح مجنون ہے، جب آپ نے اس پریشان حال کے لئے

لفظ مجنون فرمایا تو گویا آپ نے میرے ”کمال ایمان“ کی بشارت دے دی، اللہم

آمین۔

بریں مژدہ گرجان فشانم روا است  
 کہ این مژدہ آسائش جانِ ما است  
 مجھے ایک بزرگ سے معلوم ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ  
 حدیث ارشاد فرمائی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لوگ مجھے بھی ”مجنون“  
 کہیں، آپ بازار گئے، ایک قصاب سے دو آنٹریاں خریدیں، ایک ساری آلائش  
 سمیت منہ مبارک میں ڈال لی اور دوسری اپنے کندھے پر رکھ لی، پھر آپ بازار  
 گئے، جب لوگوں نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے، دیکھو  
 علی ”مجنون“ ہو گیا ہے، جب شاہ مردان نے اپنے بارے میں لفظ ”مجنون“ سنا تو  
 اپنے لباس میں پھولے نہیں سماتے تھے۔

ایک رات نمازِ مغرب کے بعد یہ غلام حاضر خدمت تھا تو ”ترک و تجرید“ پر  
 بات ہو رہی تھی، فرمانے لگے کہ حضرت میرزا صاحب و قبلہ انتہائی گوشہ نشین اور تارک  
 دنیا تھے، یہاں تک کہ آپ اپنے لئے بھی گھر کھانا نہیں پکواتے تھے، بھوک کے غلبہ  
 کے وقت کچھ کھانا بازار سے منگوا لیتے اور اسی پر کفایت کر لیتے تھے، نہ کسی سے  
 ملاقات کرتے اور نہ ہی کسی کی دعوت پر جاتے اور امراء کی توہرگز دلجوئی نہیں کرتے  
 تھے بلکہ اگر کوئی امیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کے مخالف باتیں کرتے تا  
 کہ وہ دوبارہ نہ آئے اور اپنی ساری زندگی کرایہ کے مکان میں گزار دی۔

نواب غازی الدین خان کا والد (۱) آپ کا بہت ہی معتقد تھا، آپ کے لئے

(۱) پدرو نواب غازی الدین خان سے مراد میر محمد شاہ امیر الامراء فیروز جنگ بن نظام الملک آصف  
 جاہ اول ہے، جو ۱۱۲۰ھ کو تولد ہوا اور ۱۱۶۵ھ کو انتقال کیا (رفعت جنگ: شجرہ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ  
 قادری، مطبوعہ، حیدرآباد، دکن، ص ۱۳) مختلف عہدوں پر فائز رہا، اُسے حضرت میرزا مظہر اور حضرت  
 فخر جہان سے بڑی عقیدت تھی..... (مناقب فخریہ ص ۱۳)

اس نے دیوان خانہ، مسجد اور کنواں بنوایا اور دعوت کے بہانہ سے اور پھر کئی طرح کے حیلے کر کے آپ کو وہاں بلایا، فراغت کے بعد جب آپ واپس آنے لگے تو وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی کہ یہ مکان میں نے آپ کے لئے تیار کروایا ہے، قبول فرمائیجئے، جس پر آپ غضبناک ہو گئے، اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں صرف احمق سمجھتا تھا، اب معلوم ہوا ہے کہ وہ تم پلنق بھی ہو، موت کا فرشتہ میرے بڑھاپے کی وجہ سے مجھے اس دار فنا سے دار بقا میں لے جانے کے لئے پہنچ چکا ہے، ہاں اس کی تدبیر معلوم ہونا لازم نہیں ہے کہ میری زندگی اس رات تک میرے ساتھ وفا کرتی ہے یا نہیں، (رب کریم کا) رزق تو متواتر پہنچ رہا ہے۔

(ایک روز فرمایا) کہ جس دن حضرت خواجہ (نور محمد بدایوانی) نے حضرت میرزا (مظہر جانِ جانان) کو اجازت دینے کا ارادہ کیا، تو طریقہ کی تعلیم بھی دی، آپ فرماتے تھے کہ اجازت دینے کے لئے چند امور ضروری ہیں، اول علم، دوم عقل، سوم ترک و تجرید، دنیا سے لاتعلقی اور قطع تعلق کے بغیر اجازت بے کار ہے۔

فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ درویش کے لئے لازم ہے کہ اس کے دست و پاشکتہ ہوں وہ دین اور یقین بھی صحیح طور پر رکھتا ہو، اس کے بعد اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

من نہ آن صیدم کہ آزادی ہوس باشد مرا

از قفس گویم نفس تا در قفس باشد مرا

ایک روز یہ غلام حاضر ہوا تو آپ کا روئے سخن حضرت روف احمد صاحب، اس بندہ اور مولوی کرم اللہ (۱) کی طرف تھا، فرمانے لگے کہ تم شاعر اور مولوی لوگ بیٹھے

(۱) مولوی کرم اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

شاگرد خاص اور مجدد وقت تھے، شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی انہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئے ہو، اس شعر کے معنی تو بتاؤ۔

ایک دن یہ غلام چاشت کے حلقہ کے وقت حاضر ہوا، رسالہ آداب المریدین (۱) جو حضرت نجیب الدین سہروردی (۲) کی تصنیف ہے، ہاتھ میں لئے ہوئے تھے، فرمانے لگے کہ اس کتاب میں طریقہ نقشبندیہ کا ذکر نہیں ہے، اس طریقہ (سہروردیہ) میں شدید مجاہدات اور ریاضاتِ شاقہ کا صوفیہ نے بیان کیا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، کے لئے تالیف کی تھی، شاہ عبدالغنی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیز بخاطر اوشان تصنیف کردند... اکثر اہل دہلی در فن قرأت و وجوہات سببعہ شاگرد ایشان بستند با واسطہ یا بلا واسطہ..... (تکملہ مقامات مظہری نوشتہ شاہ عبدالغنی ص ۱۷۰)

صاحب نزہۃ الخواطر نے حدیقتہ الاحمدیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی اور علومِ ظاہری کی تحصیل حضرت شیخ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی اور شاہ رفیع الدین سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا ۴۳ سال کی عمر میں حج و زیارتِ حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے، پھر دہلی آ کر خلق کثیر کو فیض یاب کیا اور پھر حج کے ارادہ سے سورت پہنچے تو سلطان کا مرض لاحق ہوا اور اس مرض میں شعبان ۱۲۵۲ھ کو انتقال کیا۔ سورت ہی میں دفن ہوئے (نزہتہ ۷ / ۳۹۴) آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا (نزہتہ ۷ / ۳۹۴) وہ مولوی فخر الدین کے دستِ حق پرست پر مشرف اسلام ہو کر انہی سے بیعت ہو گئے (تکملہ مقامات مظہری ص ۱۷۰) آپ کا سال وفات حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۸ھ ہے جو بے سند ہے ان کے مقابلہ میں صاحب نزہتہ الخواطر نے حدیقتہ الاحمدیہ کے حوالے سے ۱۲۵۲ھ لکھا ہے جسے ہم نے ترجیح دی ہے، ملاحظہ ہو (۱) رافیت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ ص ۲۴۰ (۲) عبدالغنی، شاہ: تکملہ مقامات مظہری، مطبع احمدی دہلی، ۱۲۶۹ھ ص ۱۷۰۔ (۳) فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳ (۴) رحمن علی: تذکرہ علماء ہند، ص ۳۹۶۔ (۵) عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر ص ۷ / ۳۹۴

(۲) آداب المریدین، تصوف کی شہرہ آفاق کتاب ہے، جو حضرت ابونجیب سہروردی کی تصنیف ہے، بہت سے مشائخ نے اس کی شروح بھی لکھی ہیں۔

(۳) حضرت ابونجیب، سہروردی سلسلہ کے ائمہ میں سے تھے ۵۶۳ھ کو وصال ہوا۔



حضرت خواجہ (بہاء الدین نقشبند بخاری) نے فرمایا ہے کہ (سلسلہ نقشبندیہ) کی بنیاد جناب باری تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری پر ہے اور اپنے پیر کے ساتھ اخلاص کا ہونا بھی لازم ہے، حضرت خواجہ نے بارہ روز تک جناب الہی میں مناجات کیں کہ مجھے ایسا نیا طریقہ عطا فریے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے سب سے آسان اور قرب حاصل کرنے کیلئے ”اقرب ترین“ ہو جو موصل بھی ہو، بارہ دن کے بعد آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کو نیا طریقہ عنایت ہوا (یعنی طریقہ نقشبندیہ)۔

ایک روز فرمانے لگے کہ دوسرے طریقوں میں مجاہدہ (باطنی ترقی) بنیاد ہے۔ لیکن طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ کی بجائے پیر کی مرید پر توجہ ہی رکن ہے لیکن ذکر تو ہر طریقہ میں (پہلی) شرط ہے۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ حضرت میرزا صاحب و قبلہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے طریقہ مجددیہ کیوں کراختیار کیا، جواب دیا اس لئے کہ اس طریقہ میں اس قسم کی ریاضات مجاہدات نہیں ہیں اور میں ایک نازک مزاج میرزا تھا، میں سخت مجاہدات کا متحمل نہیں تھا۔

ایک رات مغرب کے بعد توجہ کے وقت ارشاد فرمایا کہ اہل محبت کے لئے اعمال (اورادو و وظائف) کی ضرورت نہیں ہے، ان کا تھوڑا سا عمل ہی کافی ہے بلکہ انہیں تو اس تھوڑے عمل کی بھی حاجت نہیں ہے اور (ہمارے) حضرت میرزا صاحب و قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان میں سے ایک تھے۔

ایک روز یہ بندہ حاضر خدمت تھا کہ عشق و محبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، فرمانے لگے کہ عشق جبلی بہت خوب ہوتا ہے اور مفید بھی، چنانچہ ایک روز حضرت میرزا صاحب و قبلہ ارشاد فرمانے لگے کہ میری جبلت میں عشق ہے، مجھے یاد ہے کہ میں ابھی صرف چھ ماہ کا تھا کہ ایک خوب رو عورت ہمارے گھر آئی، جب میری آنکھیں



اس کی آنکھوں سے ملیں تو میرا دل اس کا گرفتار (اسیر) ہو گیا، جب وہ میری آنکھوں سے دور ہو جاتی تو میں بے قرار ہو جاتا اور آہ و زاری کرنے لگتا اور جب میں اُسے دیکھتا تو میری جدائی کو تسکین مل جاتی۔

ایک دن فرمانے لگے کہ ہمیں حضرت میاں صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب سے یہ بات سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ جب حضرت شاہ نقشبند کمالات و افاضات کا شہرہ دنیا میں پھیلا، تو ایک زاہدان کے اعمال (اورادو وظائف) اور اوقات کا جائزہ لینے کے لئے ان کے پاس آیا، اس نے دیکھا کہ دن کے وقت تو آپ صرف فرائض اور سنتیں ہی ادا کرتے ہیں، جب رات ہو جاتی ہے تو عشاء کی نماز کے بعد پلاؤ کھاتے ہیں اور رات کو اکثر سو جاتے ہیں، رات کے تیسرے پہراٹھ کر دس بارہ رکعت تہجد کے ادا کرتے ہیں، جس پر زاہد حیران رہ گیا، اس نے پوچھا کہ میں تو ساری رات آرام نہیں کرتا اور ذکر کرتے کرتے تو اپنا گلا پھاڑ لیتا ہوں، لیکن مجھے تو ایک نور بھی نظر نہیں آیا، اور تم رات کو اکثر سوئے ہوئے ہوتے ہو اور کھانا بھی کھاتے ہو تو پھر یہ نور کہاں سے آیا؟ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نور تو پلاؤ کھانے سے آیا ہے۔

ایک روز فرمانے لگے کہ نقشبندیہ علماء کا پسندیدہ طریقہ ہے کسی کو بھی اس پر اعتراض نہیں ہے اور اس طریقہ کو مشائخ متقدمین مثلاً حضرت غوث اعظم اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اور دیگر اولیائے کرام نے پسند کیا ہے۔

ایک دن فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ ایک سائل ہمارے پاس آیا اور بھنگ کے لئے دو پیسے مانگے، میں نے دے دیئے، ایک مولوی وہاں بیٹھا ہوا تھا، اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا حرام چیز کے لئے کسی کی مدد کرنا بھی حرام ہے، تم نے اُسے کیوں کر دے دیئے، ہم نے اس کے جواب میں کہا کہ مسلمان کے بارے میں ہمیشہ نیک خیال کرنا چاہیے اور ہر ممکن اس کے قول و فعل کی توجیہ کرنی چاہیے، ممکن ہے کہ اس

کا ارادہ نان کہنے کا ہو لیکن اس کی زبان سے غلطی سے بھنگ نکل گیا ہو۔  
 ایک روز یہ غلام چاشت کی توجہ کے وقت آپ کی محفل مبارک میں حاضر  
 ہوا، مریدوں میں سے ایک شخص آیا، اور کہنے لگا کہ میرے والد اور دادا غالی (۱) شیعہ  
 تھے اور یہ بھی انہی میں سے ایک تھا، میری کوشش تھی کہ میں ہر ممکن اسے ترک کر دوں  
 لیکن ایسا نہیں ہوتا تھا، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے  
 تو حضرت ابو بکر صدیق کے لئے نیاز دے، تیرا کام ہو جائے گا، میں نے ایسا ہی کیا،  
 میری مشکل حل ہو گئی، پس وہ میرے پاس آیا اور توبہ کی اور صدق دل سے طریقہ عالیہ  
 نقشبندیہ صدیقیہ میں شامل ہو گیا اور اب وہ متصلب سنی ہے۔

ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ ایک جوان افغان قصور سے حرین الشریفین کی  
 زیارت لازم سعادت کے لئے گیا، راستے میں مغرب کی جانب ایک بستی کی ایک مسجد  
 کے امام سے اس کی واقفیت اور دوستی ہو گئی، اس نے پیغام دیا کہ جب تم روضہ کی  
 زیارت کے لئے جاؤ تو وہاں میرا سلام شوق عرض کر دینا، کہ فلاں شخص زیارت کا  
 انتہائی شوق رکھتا ہے لیکن وہ دو اشخاص کے باعث جو اس کے دشمن ہیں نہیں آسکتا،  
 جیسا کہ کہا گیا ہے۔

واجب است از ہزار دوست برید

تایکی دشمنت نباید دید

وہ سادہ لوح حاجی جو اس کے ارادہ (نیت) سے ناواقف تھا جب حضور نور علی  
 نور کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو اس نے وعدہ ایفا کرتے ہوئے اس جہنمی  
 امام کا پیغام سلام اس طرح پہنچا دیا، جب پیغام دینے والا سرکار سے غافل ہو کر وہاں

(۱) یہاں متن میں لفظ ”غلات“ آیا ہے، جو اہل تشیع کا ایک ایسا فرقہ ہے جو حضرت علیؑ کو خدا ماننا  
 ہے (فرہنگ فرق اسلامی، فرہنگ فارسی عمید)

ہی سو گیا تو اُسے خاتم الانبیاء کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس نے دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالی شان جگہ پر جلوہ افروز ہیں اور آپ سے وابستہ اصحاب بھی وہاں حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں اور دونوں بزرگ (شیخین امیر المؤمنین ابو بکر صدیق اور عمر فاروقؓ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں حاضر ہیں، اس دوران حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول قبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آ کر سلام عرض کرنے لگے تو آپ نے اس کا جواب نہ دیا، انہوں نے پھر سلام عرض کیا، پھر کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے مایوس ہو کر حضور خیر الناس کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اس بے سرو پا سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے وہ بتائیے تاکہ میں اس سے توبہ اور اس کا مداوا کر سکوں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ خطا کیا ہو سکتی ہے کہ ایک بد فطرت میرے دوستوں (شیخین) کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور وہ انہیں بُرے الفاظ میں یاد کرتا ہے اور تو نے اب تک اُسے اس کی سزا نہیں دی ہے، آپ یہ فرمان عتاب آمیز سنتے ہی اٹھے، تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی، کہ آپ اس بد انجام امام کا سر کاٹ کر لے آئے، اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سلام کا نہ صرف جواب مرحمت فرمایا بلکہ مزید عنایات بھی فرمائیں، جب میں بیدار ہوا تو اس کی حقیقت جان کر اس پیغام کے پہنچانے پر شرمسار ہوا، میں نے توبہ کی، اور پھر اس واقعہ کی تاریخ کاغذ پر لکھ لی، جب واپس آیا تو پھر اُس مسجد کے گھروں کے قریب گیا اور اس بد بخت امام کا حال دریافت کیا تو اس کے مقتدیوں نے بتایا کہ فلاں وقت وہ اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا کچھ بیان کر رہا تھا کہ اچانک دیوار کے پیچھے سے ایک ہاتھ نمودار ہوا، اس کا سر کاٹا، گردن سے الگ کر کے لے گیا، جس پر اس حاجی نے اپنے خواب کا سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور پھر اس نے وہ کاغذ نکالا جس پر اس افسوسناک واقعہ کی تاریخ لکھ رکھی تھی اور دکھایا تو اس علاقہ کے تمام اہل تشیع نے

مسک اہل سنت قبول کر لیا ہے

بحمدِ اللہ آن دن مسلمان شدہ

اگرچہ گدا بود سلطان شدہ

اسی طرح اگر ہمارے حضرت (میرزا مظہر جانِ جانان) کے منکروں کے سر بھی غیبی تلوار سے کٹ جائیں تو شاید وہ جہنمی بھی بہشت میں داخل ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن وہ اشخاص جو ابو جہل جیسی شقی قسمت رکھتے ہیں اگر ہزاروں کرامات دیکھ لیں تب بھی وہ اپنے انکار پر ہی قائم رہیں گے۔

ہزاروں دل مردہ از یک نگاہ

شود زندہ و خصم ناید براہ

نیاید ز بد نیکوی در وجود

ز ابلیس برگز نیاید سجود

پس گمراہی اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ایک روز آپ فرمانے لگے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور پوچھا کہ یزید پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ لعنت کا مستحق ہے یا نہیں، میں نے جواب دیا کہ لعنت کا تو میں مستحق ہوں جہاں تک تم سے ممکن ہو مجھ پر لعنت بھیجو، دوسرے کے حال کی میں خبر نہیں رکھتا، اگر اس مسئلہ کی تحقیق مقصود ہو تو شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس جا کر دریافت کرو کہ وہ اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ آپ کا جواب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کے مطابق ہے کہ اس شخص کو خوشی نصیب ہو جو دوسروں کے عیوب چھپاتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اس مسئلہ کا جواب دینا فقیہ کے لئے لازم ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہی درست ہے لیکن اگر اس شہر میں کوئی دوسرا فقیہ نہ ہو، اور وہ صاحب حال

بھی ہو اور پھر ہمارے حضرت کو اپنے حال کی متابعت بھی لازم ہے، جیسا کہ کتاب عین العلم (۱) میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب یزید پلید کا ذکر آئے تو چاہیے کہ اس مسئلہ پر کچھ بیان کیا جائے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کی کچھ تفصیل بیان کروں تاکہ یہ مسئلہ غیر واضح نہ رہ جائے۔

جاننا چاہیے کہ بحر مذہب (۲) میں تحریر ہے کہ یزید پر لعنت کے مسئلہ پر اہل سنت و جماعت کے تین گروہ ہیں یعنی لائسنین، ساکتین اور مانعین، امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں خاموشی ہی بہتر ہے، کیوں کہ آخر یہ مسئلہ مباحثات میں داخل ہو جائے گا اور مباح میں ثواب لازم نہیں ہے، ایسا کرنا محض وقت ضائع کرنے کے مساوی ہے، چنانچہ میرزا بیدل (۳) نے کہا ہے

اوقات کہ صرف گشت در لعن یزید

اے کاش شدی صرف درودی حسنین

شہابیہ (۴) میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جو یزید پلید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں وہ اس بنیاد پر کہتے ہیں کہ اس پلید کا نام مسلمانوں کی زبان پر نہ آئے نہ اس لئے کہ وہ

(۱) عین العلم، امام محمد بن عثمان بن عمر بنی کی تالیف ہے جو امام محمد غزالی کی احیاء العلوم کا خلاصہ ہے، اس کتاب کا عربی متن کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے ملا علی قاری نے اس کی شرح بھی لکھی تھی وہ بھی چھپ چکی ہے۔ (معجم المطبوعات ۱/۵۸۶، کشف الظنون ۲/۱۱۲)

(۲) بحر المذہب، (متن میں بحر المذہب سہو کتابت ہے) امام ابی المحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی شافعی (ف ۵۲۲) کی تصنیف ہے (کشف الظنون ۱/۲۲۶)

(۳) مرزا عبدالقادر بیدل (ف ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰) بارہویں صدی ہجری کے پاکستان و ہند کے نامور فارسی شاعر، صوفی اور عالم تھے، افغانستان سے ان کا ضخیم و تجسیم کلیات شائع ہو چکا ہے

(۴) شہابیہ یعنی شہاب الاخبار فی الحکمہ والامثال والاداب مولفہ قاضی ابو عبداللہ

محمد بن سلامۃ القضاعی (ف ۴۵۴ھ) شافعی، مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ (رک سلم الوصول الی

طبقات النحول ۳/۱۴۵)



لعنت کا مستحق نہیں ہے، اسی طرح لباس برہنہ (۱) اور کتاب مصباح الزیت (۲) کے علاوہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات شریف میں سے ایک مکتوب (۳) میں آپ خود فرماتے ہیں کہ بعض علماء اہل سنت و جماعت نے یزید پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے وہ اہل عقائد کے اس اصول کے باعث ہے کہ کف اللسان عن الشہادتین لازم ہے ورنہ وہ تو ہزار ہا لعنت کا مستحق ہے، اس خبیث سے جو حرکت سرزد ہوئی تھی کسی یہودی یا نصرانی سے بھی نہیں ہوئی۔

ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ اس پلید پر لعنت کرنا اُسے بے نقاب کرنے کے برابر ہے اور پھر تو وہ ثواب کا بھی مستحق ہو جائے گا چنانچہ اگر کسی کو اس کے مال یا عدم استحقاق کے باعث اس پر لعنت کرنے سے منع کرنا یا صرف مخالفت کے لئے لعنت کرنے سے وہ شخص ثواب کا مستحق ہو جائے گا، یہ بھی جاننا چاہئے کہ لعنت کے دو مفہوم لیئے جاتے ہیں، ایک تو اصل رحمت سے دور ہونے کے معنی میں دوسرے کمال

(۱) لباس برہنہ، شاہ عنایت قادری قصوری کی تالیف ہے جو شیخ نصیر الدین لاہوری کے فتاویٰ برہنہ کے مغلط مقامات کی شرح ہے، شاہ عنایت لکھتے ہیں:

محامد متواترہ و مدائح متکاثرہ... بعدہ می گوید اضعف عباد اللہ الباری ابو المعارف عنایت اللہ الحنفی القادری القصوری ثم اللاہوری ہر گاہ نسخہ مولفہ شیخ نصیر الدین لاہوری مسمیٰ بہ فتاویٰ برہنہ... باغلاق و اشادات ذکر ساختہ کہ چہرہ مقصود جلوہ گر نمی گردید... این دعا گوی خلق اللہ خواستہ کہ محال مغلقات وی را شرح دہد و این حاشیہ را بہ لباس برہنہ نامیدم... لباس برہنہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ذخیرہ خواجہ غلام محی الدین قصوری اور دوسرا مولانا محمد طیب ہمدانی کے پاس تھا جو اب کتنا جانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے۔

(۲) کتاب الزیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔

(۳) مکتوبات امام ربانی ۱/۲۵۱



رحمت سے دور ہونے کے باعث ہے، اس پلید پر لعنت کرنے کے معاملہ میں جو اختلاف ہے وہ اول الذکر ہی ہے، البتہ لعنت کی دوسری قسم پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جائز ہے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ نجف خان (۱) کے ابتدائی زمانہ میں رمضان شریف کے انوار و برکات کا شروع میں ہی اور اک ہو جاتا تھا، اس کے بعد آدھے شعبان میں جا کر محسوس ہوتا اور اب چند سالوں سے تو کفر کی ظلمت اتنی بڑھ گئی ہے کہ رمضان سے بمشکل ایک دو روز پہلے ہی معلوم ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ۲۹ شعبان توجہ کے وقت حاضر خدمت ہوا تو فرمانے لگے کہ میرے بعض دوستوں (مریدین) کو درود شریف کی کثرت کے باعث باطن میں برکات کا احساس ہو جاتا تھا کہ آج چاند رات ہے، اس کے بعد مراقب ہوئے تو بڑی دیر کے بعد سراٹھایا کہ اسی لمحہ میں تازہ برکات وارد ہوئی ہیں، لیکن میں یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ آج رات چاند نکلے گا یا نہیں۔؟ لیکن حضرت کے فرمان کے مطابق اس رات چاند طلوع ہو گیا، اللہ تعالیٰ ہی اس کے اسرار صحیح طور پر جانتا ہے۔

(۱) مرزا نجف خان ایرانی تھا ۱۷۷۳ء کو اصفہان میں پیدا ہوا، ہندوستان آ کر مختلف نوابوں کے ہاں ملازم رہا، جنگ بکسر کے بعد اس نے انگریزوں کے لئے خدمات انجام دیں، لارڈ کلا یونے اس کے صلہ میں اس کی دو لاکھ سالانہ پنشن مقرر کر دی، وہ روہیلوں کا بہت دشمن تھا، اس کے لئے وہ مرہٹوں سے بھی اتحاد کر لیتا تھا، اس کے عہد میں شیعیت کو بہت فروغ ہوا، وہ ۱۷۸۱ء کو فوت ہو گیا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو ایک مرتبہ خارج البلد کیا، روہیلوں کا سب سے بڑا مرکز حضرت میرزا مظہر کی خانقاہ تھی اس لئے نجف خان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ حضرت مظہر کو قتل کروادے چنانچہ محرم ۱۱۹۵ھ کو حضرت پر حملہ کروایا اور ۱۰ محرم کو آپ کا وصال ہو گیا، یعنی آپ کی شہادت میں سیاسی و مذہبی دونوں اسباب کار فرماتے تھے، قاتل نجف خان کے ملازم تھے، جس کی تصدیق تاریخ محمدی اور مناقب فخریہ سے بھی ہوتی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقامات مظہری، مقدمہ، ص ۱۱۳-۱۱۷، طبع سوم

ایک روز عصر کے بعد یہ غلام حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ دل کو ماسواۃ اللہ کے خالی کرنے اور صرف ایک ذات حق سبحانہ و تعالیٰ پر توجہ رکھنے سے نور حضور کا جو ظہور ہوتا ہے اس میں کامل تاثیر ہوتی ہے، فرماتے تھے کہ میں بازار میں سے گذر رہا تھا کہ ایک ہندو اپنے بت کے سامنے دل کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا اور ہندی زبان میں لفظ ہری ہری بول رہا تھا، اس کے بعد آپ مولوی محمد عظیم صاحب اور مولوی کرم اللہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے فرمانے لگے کہ میں تو یہی کہتا ہوں اگرچہ مولوی حضرات ناراض کیوں نہ ہوں، ایک روز فرمانے لگے کہ اگرچہ مولوی حضرات مجھے مار ڈالیں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ذات واحد کی طرف توجہ کرنے سے اس مقام پر برکت کا ظہور ہوا تھا۔

ایک روز میں آپ کے حضور حاضر تھا تو ہندوؤں کی عبادت کے متعلق بات چل نکلی، فرمانے لگے کہ خدا کی یاد کی تاثیر ہوتی ہے، اگرچہ ذاکر ہندو ہی کیوں نہ ہو، اُسے کسی نام سے بھی یاد کیا جائے تو توجہ اُسی طرف ہو جاتی ہے، لیکن اسماءِ حسنیٰ کا ذکر جو شرع کے مطابق ہو جداگانہ تاثیر رکھتا ہے، انوار، جذبات، واردات، قرب الہی اور وصولِ ذات کا ظہور بھی اسی ذکر سے ہوتا ہے۔

فرمانے لگے کہ ایک روز ایک ہندو ہمارے پاس آیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے رب کی یاد سکھائیں، ہم نے کہا کہ تم صبح کے وقت ایک دو ہزار مرتبہ اللہ اللہ کا وظیفہ کیا کرو، اس نے کہا کہ میں تو اُسے اس لفظ سے یاد نہیں کروں گا، میں نے کہا کہ تم صبح کے وقت اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر دو ہزار مرتبہ ”توی توی“ چند دنوں کے لئے کہو، چند دن کے بعد اس کے دل میں ”حضور اور توجہ الی اللہ“ کا ملکہ پیدا ہو گیا، اور وہ اسلام کی دولت سے مشرف ہوا۔

ایک روز ۲۲ رمضان شریف کو اشراق کی توجہ کے وقت حاضر ہوا تو فرمانے

لگے کہ کل نیم چاشت کے وقت ایک ہندو ذاکر جو کہ مدت سے ہم سے اخلاص رکھتا ہے، آیا اور کہا کہ میں دن میں پچاس ہزار مرتبہ اپنے طریقہ پر خدا کا ذکر کرتا ہوں، جس کی برکت سے مجھے ”ماسواء اللہ“ کا احساس ہو گیا ہے، فرماتے تھے کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے اس کی برکت اور کیفیت اس کے دل میں دیکھی لیکن کفر کی وجہ سے اس کی یہ کیفیت مکر تھی، ذکر ایمانی کے بغیر نورانی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی، فرماتے تھے کہ اس ہندو سے مجھے شرم آتی تھی کہ کفر کی ظلمت کے باوجود وہ ذکر سے بالکل غافل نہیں تھا اور میں نور ایمانی کے باوجود اس میں غفلت کرتا ہوں، فرمانے لگے کہ کیفیت کے لئے صرف خدا پرستی کی ضرورت ہی نہیں ہے، ذکر کرتے رہنا چاہیے، کیفیت پیدا ہو یا نہ، کیوں کہ ذکر بذاتِ خود عبادت ہے۔

گر نباشد از شکر جز نام بہر

زاں بسی خوشتر کہ اندر کام زہر

فرماتے تھے کہ روزانہ ۲۵ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرنا بہت لازم ہے، ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ آپ سلہم اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ میں نور ایمان کے باوجود..... دراصل اپنے اعمال کے نقائص پر توجہ کے غلبہ کے باعث ہے، ورنہ تو آپ کی ایک نظر سے ہزاروں دلوں کی غفلت دور ہو جاتی ہے، نیز آپ کے اکثر اقوال حاضرین کے لئے اشارہ و کنایہ کے طور پر ہوتے تھے، داناؤں کے لئے بس اشارہ ہی کافی ہے۔

ایک دن آپ فرمانے لگے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے اللہم ارزقنی حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الی حبك اس میں ”حب“ سے مراد طریقہ مراقبہ ہے اور ”من یحبك“ سے مراد مرشد ہے اور ”عمل یقربنی“ سے مراد ذکر ہے ان ملفوظات کا جامع کہتا

ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”مرشد کل“ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق ”حب مرشد“ کی طلب کیسی ہے؟ میں کہوں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی دعائیں امت کے لئے بطور تعلیم کے تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں اس لئے دہرائیں کہ وہ متبرک ہو جائیں اور مستجاب بھی ہو سکیں۔

ایک روز جمعیت باطن کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی کہ فرمانے لگے کہ ”جمعیت“ کا مفہوم یہ ہے کہ تشویش جاتی رہے اور پھر کبھی دل میں واپس نہ آئے۔ ایک روز یہ غلام حاضر تھا فقر کے بارے میں فرمانے لگے ”فقر“ کیا ہے؟ دل کو مراد سے خالی کر لینا ہی فقر ہے نہ کہ ہاتھوں کو توشہ سے خالی کرنا (یعنی فقر آرزوں کے خاتمہ کا نام ہے نہ کہ تنگ دستی و غربت کا) پھر فرمایا کہ اسی طرح میرے نزدیک فقر وہ ہے کہ ظاہر باطن کے مطابق ہو یعنی ظاہر میں بھی اسباب دنیویہ پر نظر نہ ہو کہ یہی سنت کی اتباع ہے۔

ایک دن یہ غلام حاضر تھا کہ فنا و بقا کی بات ہونے لگی تو فرمایا کہ ”فنا“ دراصل دریا میں غوطہ لگانے کا نام ہے اور ”بقا“ بدن کے تمام اجزاء میں پانی کے سرایت کرنے کو کہتے ہیں،

ایک دن ارشاد فرمایا کہ فنا اور بقا کے موضوع پر صوفیہ کے بہت سے اقوال ہیں، امام محمد غزالی کہتے ہیں کہ فنا برے اخلاق (عادات) کے ختم ہونے کا نام ہے اور بقا دراصل اچھے اخلاق کے پیدا ہونے کا نام ہے اور قدیم نقشبندی بزرگوں نے کہا کہ ”فنا“ بے شعوری کا نام ہے جو کہ بکثرت ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جب علم سے بے شعوری پیدا ہو جائے تو اسی کو فنا کہتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی اصطلاح میں ”فنا“ ما سوا اللہ کے نسیان کا نام ہے جو بہت ہی دشوار ہے، کسی کسی کو اس دولت سے نوازا جاتا ہے اور آپ فرماتے تھے کہ حضرت غوث الثقلین نے فنا کو چار

اقسام میں تقسیم فرمایا ہے: اول فناء خلق، دوم فناء ہوس، سوم فناء ارادہ اور چہارم فناء فعل، فرماتے تھے کہ ارادہ ہی ہوا و ہوس کی اصل ہے اور ہوا تو اس کی ذیلی شاخ ہے، ایک روز آپ فرمانے لگے کہ غوث الثقلین پر بقا کا غلبہ ہو گیا تھا۔

ایک روز رسمی علم کی تحصیل کے بارے میں بات ہونے لگی تو فرمایا کہ علم تو صرف بس اتنا حاصل کیا جائے کہ صیغہ معلوم ہو جائے اور علم نحو فقط شرح ملا (جامی) تک ہی درکار ہے، علم معانی کی صرف ایک دو کتابیں پڑھ لینا ہی کافی ہے تاکہ بات چیت میں فصاحت (روانی) پیدا ہو جائے، اس کے بعد علم تفسیر و حدیث کی تکمیل جو کہ انوار قلبی کا باعث بھی ہے میں قدرے توقف کرنا چاہے، دینی علوم تو بس یہی ہیں اور باقی علوم کی تحصیل تو وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، ایک روز آپ فرمانے لگے صرف کتاب الصلوٰۃ تک ہی کافی ہے، اس سے بھی انوار کا ادراک ہونے لگتا ہے اور معاملات فقہ میں انوار دریافت نہیں ہوتے، جب کہ معاملات میں انوار موجود ہوتے ہیں۔

ایک روز آپ فرمانے لگے کہ ایک بار حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا قدم مبارک مجھ پر ظاہر ہوا تو میں انتہائی شوق سے اس پر گر گیا اور پھر میں نابود ہو گیا، پھر موجود ہو گیا، پھر نابود ہو گیا، یہ معاملہ اسی طرح چند مرتبہ رونما ہوا، ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ حضرت شیخ صدیق جالندھری (۱) اپنے شیخ کے مکتوبات کی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ بہت سے اولیاء پر بیعت اور عہد کے لئے دستِ قدرت ظاہر ہوا اور دیگر عارفوں پر بھی ظاہر ہوا ہے، اس طرح اگر ہمارے حضرت (شاہ غلام علی) پر بھی ”قدم قدرت“ ظاہر ہوا تو یہ کچھ بعید نہیں ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب دوزخ ہل من مزید (مجھ میں مزید جہنمی بھیجو) کہے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھے

(۱) شیخ صدیق جالندھری کے حالات معروف تذکروں میں نہیں مل سکے اور نہ ان کی شرح مکتوبات

شیخ خود کے وجود کا ہمیں تا حال علم ہے۔



گا، اُس کے بعد دوزخ بس بس کہے گا۔

ایک مرتبہ یہ بندہ مغرب کے بعد توجہ کے موقع پر حاضر ہوا، اس وقت آپ پر ضعفِ دل کا غلبہ تھا، آپ نے ٹھنڈا پانی مانگا، پانی کا کٹورا حاضر کیا گیا، فرمایا کہ اتنا ٹھنڈا نہیں ہے، اس وقت ایک ایسا شخص حاضر تھا جو فرنگیوں کا ملازم تھا، اس نے عرض کی کہ انگریزوں نے ایک ایسی صنعت مہیا کی ہے کہ پانی برتن میں فی الفور جم جاتا ہے لیکن اس پر خرچ بہت زیادہ آتا ہے، جس پر آپ نے ایک جدید صنعت کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے بھی پانی ٹھنڈا کرنے کی ایک جدید صنعت تیار کی ہے کہ جس پر کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا، میں حاضرین میں سے کسی سے کہوں گا کہ دو سو مرتبہ اللہ کی ضرب پنکھے کے ساتھ پانی پر لگاؤ، پانی اُسی وقت ٹھنڈا ہو جائے گا، اُس کے بعد حضرت صاحب نے خواجہ حسن چشتی مودودی سے فرمایا کہ تم حضرات چشتیہ کے طریقہ پر زور زور سے پوری قوت کے ساتھ پنکھے کی مدد سے جو پانی اس وقت موجود ہے اُسی پر کلمہ کی ضرب لگاؤ، پانی اُسی وقت ٹھنڈا ہو گیا۔

ایک دن یہ غلام آپ کے حلقہ فیض رساں میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ایک درویش کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ آج ایک مخلص نے مجھے کہلا بھیجا ہے کہ میں تلی ہوئی مچھلی اس کے لئے بھیجوں، اس وقت مچھلی کہاں سے لائی جاسکتی ہے، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص ایک بڑی اور تازہ مچھلی لے کر آ گیا تو آپ تمام مریدین کی طرف متوجہ ہوئے، فرمانے لگے کہ مجھے ایسا لگتا ہے عنایتِ خداوندی ہر وقت میرے شامل حال ہے، میں نے مچھلی کی خواہش کی اُس نے اُسی وقت بھیج دی پس اس حکم کے تحت کہ ”جب تم اس کی نعمت سے نوازے جاؤ تو اس کا ذکر کرو“ میں نے اس کی اس نعمت کا ذکر کیا ہے۔

ایک شخص نے جو ہمارا منکر تھا، ایک روز اس نے اتنی سخاوت کی کہ اس نے علماء



فقراء کو بہت زیادہ بخشش دی لیکن اپنے عناد اور انکار کی وجہ سے مجھے کچھ نہ بھیجا، میں نے شکستہ دل ہو کر جناب الہی کے حضور عرض کی کہ اے خدا اگر اس نے مجھے محروم رکھا ہے تو تو مجھے محروم نہ کر، زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کسی نے مجھے ایک سو روپے کی تھیلی پیش کر دی۔

۲۳ رمضان المبارک عصر کی توجہ کے وقت یہ غلام آپ کی محفل پاک میں حاضر ہوا، شدید گرمی کے باعث روزہ سے آپ پر اس قدر ضعف طاری ہوا کہ نہ بیٹھنے کی سکت رہی اور نہ ہی بات کر سکتے تھے، فرمانے لگے کہ میں قیامت کے روز ان دو آخری روزوں کا جناب الہی سے اتنا ثواب مانگوں گا اس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سے روزہ فرض ہوا ہے اور اب تک ہے سے بھی زیادہ ہو، اسی اثنا میں ایک شخص حضرت کی نذر کے طور پر نوے روپے لایا، پہلے تو زکوٰۃ کا حساب کر کے اس میں سے زکوٰۃ ادا کر دی، باقی رقم اس نے فقراء میں تقسیم کر دی، اس کے بعد جناب الہی کی حمد و ثنا کا آغاز کر دیا، فرمانے لگے: سبحان اللہ وہ کتنا سخی ہے اور عطا کرنے والا ہے کہ مجھ جیسے بے حیثیت و ناچیز کو کہ نہ تو میرے پاس تعویذ ہے اور نہ ہی طومار ہیں اور نہ تو میں حضرت شیخ عبدالقادر (جیلانی) کے نو اسوں میں سے ہوں، اور نہ ہی خواجہ قطب الدین (بختیار کاکی) کے بیٹوں میں سے ہوں، اس کے باوجود مجھے عزیز سمجھا گیا ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ یہ تو محض اس کی بخشش ہے۔

ایک روز آپ کے ایک مرید نے جو صاحب کشف تھا کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے فرشتے حلقہ بنا کر کھڑے آپ کی توجہ کے منتظر ہیں۔

ایک روز بندہ عصر کے بعد حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ ہمارا فیض اتنا عام اور موثر ہو گیا ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا، ہاں محض بحث اور حسد کی وجہ سے، ہمارا فیض

دور دراز کے علاقوں تک پہنچ چکا ہے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف، روم اور مغرب (میں بھی ہمارے خلفاء کے) حلقے ہوتے ہیں (۱) اور پھر خوش گوئی کے طور پر فرمایا کہ بخارا تو ہمارے والد کا گھر ہے۔

ایک روز آپ فرمانے لگے کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت خواجہ عبدالباقی (۲) کے نصیب تھے کہ انہیں حضرت مجدد الف ثانی جیسے مرید ملے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی کی خوش نصیبی تھی کہ انہیں حضرت سید آدم بنوری (۳) جیسے مرید میسر آئے، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ میرے اچھے نصیب ہیں ہیں کہ مجھے مولانا خالد جیسے مرید ملے۔

ایک روز عصر کے بعد یہ غلام حاضر خدمت ہوا، آپ کے حلقہ میں نیا داخل ہونے والا ایک مرید آیا، عرض کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بیابان میں جا رہا ہوں، اس کا آدھا حصہ گرد و غبار اور ظلمت سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا حصہ روشن اور گرد و غبار سے پاک ہے، میں روشن حصے میں چلا گیا تو راستے میں میں نے ایک حجرہ دیکھا کہ جس کا نصف حصہ تاریک اور باقی روشن ہے، میں اس میں داخل ہوا تو ایک بڑی دیوار اچانک مجھ پر گر پڑی، میں اتنا عاجز آ گیا کہ حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا، دل

(۱) تفصیل، مقدمہ کتاب حاضرین ملاحظہ کریں۔

(۲) حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (ف ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء) کی ذات گرامی احياء دین کی تمام تحریکوں کا منبج تھی، آپ کے مکتوبات و ملفوظات کا ایک ایک حرف آپ کی مجددانہ مساعی اور فکر و نظر کا شاہد ہے، آپ کے مریدین یعنی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے احياء دین کا بیڑا اٹھایا۔ (زاد المعاد، جلد اول)

(۳) حضرت شیخ آدم بنوری (ف ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء) ایک بہت ہی فعال بزرگ تھے، لاکھوں طالبان طریقت نے ان سے فیض حاصل کیا اور سلسلہ نقشبندیہ کی بنور و سرہند سے حرین الشریفین تک انہی کی وجہ سے اشاعت ہوئی۔

میں سمجھ لیا کہ اب میں ہلاک ہونے والا ہوں کہ کوئی شخص میرے قریب آیا اور کہا کہ اپنے پیر کو یاد کرو تو میں نے بلند آواز سے کہا یا پیر غلام علی، اسی وقت وہ دیوار میری پشت سے ہٹ گئی اور میں صحیح و سالم وہاں سے باہر آ گیا، اس پر آپ فرمانے لگے کہ وہ بیابان دراصل تمہارا بدن ہے اور وہ حجرہ تمہارا دل ہے اور دل کے دو خانے ہوتے ہیں، ایک خانہ شیطان کا ہوتا ہے جو تاریک ہے اور دوسرا فرشتہ کا جو روشن ہوتا ہے اور وہ بھاری چیز جو تمہارے اوپر گری تھی وہ تمہاری غفلت اور کدورت تھی، وہ توجہ سے دور ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک رات کو میں نے خواب دیکھا کہ میں چار پائی پر سویا ہوا ہوں اور میرے چچا (۱) و مرشد رحمۃ اللہ علیہ میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ان کے سامنے کثرتِ خواب کی شکایت کر رہا ہوں جس پر وہ فرمانے لگے کہ غم نہ کرو کہ تم تو ذات میں سو رہے ہو یا اس قسم کا لفظ اور اشارہ بما بین السماء والارض فرمایا کہ یہ تو سب کچھ ذات ہی ہے، میں نے اپنا یہ خواب حضرت کی خدمت میں عرض کیا، فرمانے لگے کہ یہ بھی بشارت کی ایک قسم ہے اور یہ ایک اچھی بشارت ہے، لیکن اس کی تعبیر عملی کے لئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

ایک روز یہ بندہ عصر کی توجہ کے وقت حاضر ہوا تو لقمہ کی تاثیر کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ فرمانے لگے کہ مشتبہ لقمہ کی تاثیر اس کے پیٹ میں تحلیل ہونے تک رہتی ہے اور لقمہ حرام کی تاثیر تین روز تک باقی رہتی ہے، فرمانے لگے کہ آج کسی ناواقف کے گھر سے کھانا آیا تھا، ایک دو لقمے ہی ابھی کھائے تھے کہ میرا باطن اس قدر آلودہ ہو گیا کہ میں نے ہر ممکن استغفار، اذکار اور کلام اللہ کی تلاوت کی لیکن اس کا

(۱) یہاں حضرت چچا و شیخ سے مراد جامع ملفوظات ہذا کے مرشد شیخ محمد مراد ہیں جو آپ کے چچا

بزرگوار بھی تھے، جن سے آپ نے مکتوبات امام ربانی سبقتا پڑھے تھے (رک مقدمہ کتاب حاضر)

مداوانہ ہوسکا، تحلیل اور ہضم ہونے کے بعد قدرے افاقہ ہوا، فرماتے تھے کہ لوگ قسم قسم کے کھانے لاتے ہیں اور نان کھانے کا اصرار کرتے ہیں اگر میں نہ کھاؤں تو ان کا دل دکھتا ہے اور اگر کھالوں تو مراد دل کدورت سے بھر جاتا ہے، کیا کروں؟ فرمانے لگے کہ میرے لئے کھانا بازار سے خرید کر لایا جاتا ہے اور اُسے ہمارے سامنے پکایا جائے تو ہماری توجہ کے اثر سے اس کی ظلمت دور ہو جاتی ہے، تو اس دوسری ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

مجنون بخیال زلف لیلی در دشت  
در دشت بجستجوی لیلی می گشت  
می گشت بدشت و بر زبانش لیلی  
لیلی می بود تا زبانش می گشت

اگرچہ وحدت وجود کے قائل حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ کا اس پر اتفاق ہے، جو غلط ہے، کیوں کہ متقدمین میں سے حضرت مقبول سبحانی علاء الدولہ سمنانی (۱) اور متاخرین میں سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کے مخالف ہیں، اور ان دونوں مشائخ کے ہزار ہا اولیاء کبار مقلد و تبع ہیں، اس لئے اس مسئلہ پر اجماع کی حجت تو اسی وقت ختم ہو جاتی ہے اور امام الانام حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام فیض نظام سے بھی وحدت وجود کی تصریح معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف ہی مفہوم معلوم ہوتا ہے اسی طرح (منصور) حلاج سے لغزش کا ہونا اور پھر ان کے زمانہ میں کسی ایسے کامل کا نہ ہونا جو ان کی مدد کرتا، اگر وہ میرے

(۱) شیخ علاء الدولہ سمنانی (۶۵۹-۷۳۶/۱۲۶۱-۱۳۳۶ء) وحدت الوجود کے ناقد اور اس کے

مقابل وحدت الشہود کو متعارف کروانے والے تھے، ان کے بعد اس نظریہ کی سب سے زیادہ حضرت

مجدد الف ثانی نے تشریحات کر کے رائج کیا

زمانہ میں ہوتے تو میں ہر ممکن ان کی دستگیری کرتا یعنی میں انہیں اس حال سے فوق تر حال میں لے جاتا۔

ان ملفوظات کا جامع کہتا ہے کہ عارف کامل صادق قول حضرت شاہ محمد فاضل (۱) ساکن بلدہ وٹیا لہ (بٹالہ) کہ جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہیں اور حضرت کے عاشقان سرشار ان میں سے تھے، اپنے رسالہ نوریہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ نظریہ وحدت وجود ایک سکر ہے نہ کہ صحو جو اس کے قائلین سے سرزد ہوا ہے، ان کا وحدت وجود پر یقین رکھنا اس وجہ سے ہے کہ ان پر سکر اور حال کے غلبہ کے باعث وہ ان دونوں نظریات یعنی ”عدم اور اختفا“ میں فرق نہیں کر سکے اور ان میں سے جو بھی اس حال سے گذر کر مرتبہ صحو پر فائز ہوا تو وہ فرق کرنے لگا، یعنی اُسے ان کے مابین فرق معلوم ہو گیا اور فرماتے تھے کہ یہ تو شیخ اجل حضرت غوث الثقلین کی تحقیق ہے، پس تدبر کریں اور منکرین میں سے نہ ہوں۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک شخص کو لقوقہ کا مرض لاحق ہو گیا، میں نے اس مرض کو دور کرنے کے لئے توجہ کی تو اس کا مرض مجھ میں سرایت کر گیا، اچانک آپ کے رخسار مبارک متاثر ہونے لگے، اور آپ کے جسم پر بھی اس کا کچھ اثر ہوا، اسی وقت آپ نے فرمایا کہ کسی کے مرض کے ازالہ کے لئے تین قسم کے طریقے ہیں، ایک یہ کہ وہ مرض اپنے میں لے آئیں، مولانا عبدالرحمن جامی نے اپنے معشوق کا مرض خود لے لیا اور اسی مرض میں انتقال فرمایا، دوسرے یہ کہ اس مرض کو کسی دوسری چیز پر لے جائیں اور تیسرے یہ کہ اپنی ہمت سے مرض کو دفع (ازالہ) کریں، فرماتے تھے کہ

(۱) حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی (ف ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء) اپنے عہد کے اکابر علماء و مشائخ

میں سے تھے، قصیدہ غوثیہ کی شرح میں انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی بہت تعریف کی ہے۔

(۲) رسالہ نوریہ کے کسی خطی نسخہ کے وجود کی ہمیں تا حال اطلاع نہیں ہے۔



میں اپنے آپ سے اس مرض کو دفع کرنے کے لئے بہت توجہ کر رہا ہوں لیکن ابھی تک اس کا اثر موجود ہے، ہمارے خواجگان کی ہمت کی بڑی تاثیرات تھیں، ان کا طریقہ دعوتِ اسماء کا نہیں تھا، وہ اپنی دنیاوی ضرورتوں کے لئے صرف ہمت ہی سے کام لیتے تھے جس سے کام بن جاتا تھا۔

ایک روز سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا لیکن خواجہ احرار ولی عصر کی نماز ادا نہ کر سکے، انہوں نے اُسے اپنی ہمت سے پھر طلوع (بلند) کر دیا اور غروب نہ ہونے دیا، جب ان کا دل چاہا تو اُسے چھوڑ دیا اُسی وقت جہان میں اندھیرا چھا گیا۔ ایک روز یہ احقر چاشت کے وقت آپ سے بخاری کی حدیث پڑھ رہا تھا، جب اس حدیث پر پہنچے: قال ضمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اللہم علیہ الكتاب، تو اس وقت حضرت پر استغراق طاری ہو گیا، کچھ دیر کے بعد آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا، تو فرمانے تھے کہ کچھ جانتے ہو کہ ہم کس کام میں مصروف تھے؟ میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے، فرماتے تھے کہ جو نبی تم نے یہ حدیث پڑھی تو میں مدینہ منورہ چلا گیا اور میں نے جناب رسول قبول صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل حاصل کیا اور میں نے اس خاک کو وسیلہ بنایا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنے قدم مبارک رکھے تھے، اور میں نے وہاں دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس خاک پاک کے صدقہ اس کتاب کا علم عطا فرما، اس کے بعد آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہے، دعا کے بعد فرمانے لگے کہ میں نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ حق سبحانہ یہ فیض تیرے نصیب میں کرے، الحمد للہ والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ و احبابہ اجمعین

خاتمہ از مرتب ملفوظات چہل روزہ شیخ غلام نبیللہی  
اما بعد یہ نا فہم غبی فقیر غلام نبی احمدی حنفی للہی عنہ کہتا ہے کہ جب جامع علوم



ظاہر و باطن محی سنن نبویہ قیم طریقہ احمدیہ قطب العارفین غوث السالکین مرشدنا و ہادی  
 نا شیخ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے  
 اپنے پیر دستگیر یعنی قبلۃ المحققین کعبۃ البدققین ہادی الامم شیخ  
 العرب والعجم مظهر کبالات خفی و جلی مرشد مرشدنا شاہ عبداللہ  
 مشہور بہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت  
 کے چالیس روز کے ملفوظات مختلف قسم کے کاغذوں پر لکھ لیئے تھے (یعنی مسودہ  
 تھا) ان کی تالیف و نظر ثانی کی آپ واقف اسرار سبحانی کو مہلت میسر نہیں آتی تھی، اس  
 ناچیز گننام نے کئی بار اسے مرتب کرنے کی درخواست آپ کے حضور کی لیکن امور  
 ضروریہ دینیہ میں مصروفیت کے باعث یہ کام معرض التوا میں ہی رہا، یہاں تک کہ آپ  
 اس دار پر ملال سے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، اس لئے میں اس سے  
 مایوس ہو گیا اور اپنے اخروی درجات پر نظر رکھنے لگا، اتنے میں حضرت صاحبزادہ والا  
 مناقب (عبدالرسول) سلمہ اللہ تعالیٰ کی صواب دید پر مکرر استخارہ مسنونہ کرتے ہوئے  
 اس مسودہ معہودہ کے بڑی کوشش سے وہ متفرق اوراق جو اس وقت زیادہ عرصہ گذر  
 جانے سے پرانے اور بوسیدہ ہو گئے تھے، صحیح ترتیب اور تصحیح فائق کے بعد نقل کر لیا، اور  
 اس (رسالہ) کی تالیف کے دوران ایک دو بار خوش بختی اور امداد (رب کریم) سے  
 حضرت (خواجہ غلام محی الدین) کو خواب میں دیکھا۔ فجاء بحمد اللہ کنزاً مدفوناً  
 من جواهر الفوائد و بحر مشحوناً من دار الفرائد اور اس (رسالہ) میں کہنگی  
 اور بوسیدگی کے باعث بعض مقامات اس فقیر کی رسائی میں نہیں آسکے، اس لئے وہاں  
 بیاض (فرجہ) ہی رہنے دیئے کہ کسی وقت کوئی عالم دین پیدا ہو جائے اور انہیں  
 درست کر لے اور وہ رب جلیل کی جناب سے اس کام کا ثواب اور اجر جزیل حاصل  
 کر لے، و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

# ملفوظاتِ چہل روزہ

فارسی متن



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ستایش باعث آلف آسایش مر ذات صمدیت را کہ انسان را  
 بخلعت و نحن اقرب الیه من جبل الرید مشرف گردانید و درد و  
 متکفل اصناف مقصود و بر آن حبیب معبود کہ در گوش ہر مسعود  
 مژدہ و ہو معکم اینما کنتم رسانید و بر آل و اصحاب او کہ مرشدان  
 طلاب اند و آفتاب حقیقت را اسطرلاب اند، اما بعد بندہ مسکین  
 طالب دوام حضوری غلام محی الدین احمدی قریشی قصوری غفر  
 اللہ تعالیٰ ذنوبہ و ستر علیہ عیوبہ مینماید کہ چون قادر کریم بفضل  
 عمیم این ذمیم دمیم را داخل حلقہ فیض علقہ خادمان کرامت  
 نشان استقامت عنوان ے

پیر کامل مرشد ہادی مکمل رہنما  
 شاہ اقلیم شریعت در طریقت مقتدا  
 مخزنِ حلم و حیا و معدنِ علم و ادب  
 منبعِ جود عطا و مطلعِ صدق و صفا  
 خضر صورت سیرتش آبِ خضر را زندگی  
 از نگاہش بشگفت دل ہمچو غنچہ از صبا  
 سرو باغ استقامت شمع بزم معرفت  
 زیب بخشِ مسندِ حضرت مجددِ مجتبیٰ  
 بے نظیر اندر کرم حاتم گدائی کوی او

ہست احسان خانہ زادش زاد خوانش هل اتی  
 ہست شیطان لعین را چون عمر گردن زنی  
 بر سر فرعون نفس آمد چو موسی با عصا  
 ہر چہ میخواد ہد دلش موجود گردد در زمان  
 بر ہدف دائم رسد تیر دعائش بی خطا  
 میرسد ہر دم بر او مانند باران پی بہ پی  
 فیض بوبکر و عمر عثمان علی المرتضیٰ  
 شاہ عبداللہ غلام شاہ علی قطب الزمان  
 بس نمیگردد ثنائش تا ابد بادش بقا

گردانیدہ از منسلکان سلک سامعان کلام فیض نظامش بی  
 واسطہ فرمود دیداری دیدم کہ بحکم اولیاء اللہ اذکار او اذکر اللہ یاد او  
 از دیدار خدا میداد و گفتاری شنیدم کہ بر نیش مار عقلت نوش  
 معرفت می نہاد، بعضی خلفای اجلہ را یافتم کہ بقصد نفع عباد اللہ  
 در صدد جمع اکثر ملفوظات آن کریم الذات شدہ بہ تدوین دفاتر  
 پرداختہ اند، منکہ از خوف مفارقت صوری ضروری در نفیرم نیز  
 خواستم کہ قطرہ از آن محیط بمنقار قلم در گیرم تا بحکم اولیاء اللہ  
 اذا ذکر اللہ یاد حضرت ایشان سبب یاد حضرت رحمن گردد  
 و نیز عمل بر مضمون فلیبلغ الشاہد الغائب حاصل آید و در بعضی  
 ملفوظات کہ بیادی النظر اشکالی و اشتباہی ملحوظ گردد بحل  
 و کشف آن پرداختہ شود تا ہر کسی از آن محظوظ گردد وباللہ  
 التوفیق۔

روزی کہ احقر بارادہ بیعت بحضرت ایشان در طریقه قادریہ عالیشان حاضر محفل منیف گردید رو بحضار آورده فرمودند کہ امروز امری عظیم ظہور میکند کہ فاضلی از ما اخذ طریقه مینماید، پس ہر دو دست بندہ را بہر دو دست مبارک خود گرفتہ بجناب الہی متضرع شدند و گفتند الہی ہر فیض کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ از آبائ کرام خود وارثاً و از مرشدان دیگر عطا و دیگر فیض کہ از کسب خود حاصل نمودہ اند بجلدی تمام نصیب ایشان فرما، بعد از ان دست راست بندہ بدست راست خود گرفتہ بہوا کردند و فرمودند کہ دست شما را در دست حضرت غوث الاعظم دادیم در ہر کار دینی و دنیوی ممد و معاون شما باشند، پس از ان کلاہ سر مبارک خود بدست شریف خود بر سر احقر نهادند و فاتحہ خیر خواندند، میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ و وصول الذات کہ با وجود حصول این بشارت از ان صادق السفارت این مجبول بر شقاوت در باطن خود بیچ تفاوت در نیافتہ، اما امیدواری باستواری است کہ آخر بطفیل آن مقرب الباری فتح باب مقصود خواهند فرمود و عقدہ از روی کا خواهند کشود۔

با کریمان کاربا دشوار نیست

روزی احقر مشرف حضور بود سخن در بیعت افتاد، فرمودند بیعت در طریقه چشتیہ اعتبار تمام دارد تا آنکہ بعض اہل این طریقه میگویند کہ فیض مرشد ہمرد بدون بیعت نمیرسد و نزد ما بیعت ضرور نیست، بیعت ما توجہ ما است بہر کہ بہمت توجہ میکنیم



البتہ فیض باو میرسد

روزی سخن در تکرار بیعت افتاد، فرمودند بعضی مردم منع میکنند و نزد ما تکرار بیعت جائز است بشرط وفات پیر اول، حضرت میرزا صاحب و قبلہ بعد از وفات پیر اول خود کہ حضرت سید نور محمد بودند رحمۃ اللہ علیہ بیعت بحضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نموده اند و ما را قول و فعل پیران خود سند تمام است چہ ایشان اعلم و اورع زمان خود بوده اند۔

روزی وقت حلقہ عصر این قاصر حاضر دربار فیض نثار شد، سخن در طریقہ ہائے پیران کبار افتاد، فرمودند ما از طریقہ پیران خود ہم خوشی داریم و ہم ناخوشی، خوشی برای آنست کہ ما را بطفیل ایشان توفیق متابعت سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حاصل شد و ناخوشی برائے آنست کہ این طریقہ انتہا پذیر نیست بر چہ میرسم میفرمایند براین ما یست کہ مدعا درپیش است شصت سال کہ چون باد و دیدہ ام و بمنتہا نرسیدہ ام، خوش گفت آنکہ گفت۔

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایان

بمیرد تشنہ مستسقی و دجلہ ہمچنان باقی

بخلاف پیران طریقہ ہای دیگر کہ چون مرید را سری از اسرار تو حید مکشوف میشود و شمه از شوق و ذوق و رقص و وجد کہ مقتضای قلب است دست میدہد، میفرمایند کہ واصل ذات شد و عارف منتهی گشت ع

آن ایشانند من چنین ام یارب  
 میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ و وصول الی الذات کہ  
 لفظ ناخوشی از قبیل مدح الشئی بہایشبہ الذم است و بمراتب از نا  
 خوشی برتر است چہ خوشی تعلق بسیر صفات دارد و ناخوشی  
 بسیر ذات کہ در ذات ہمہ سلب است و در صفات اثبات و ہمیں  
 ناخوشی است کہ در حدیث تعبیر از ان بحزن فرمودہ اند کہ کان  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر متواصل الحزن پس این  
 ناخوشی نایشی از غائت علوہمت است و مبنی از نہایت کمال  
 قربت است ان اللہ تعالیٰ یحب معالی الہم او سبحانہ تعالیٰ شانہ این  
 پریشان را بطفیل حضرت ایشان ہم ازین ناخوشی خوش گرداند۔  
 روزی وقت حلقہ عصر احقر مشرف حضور پر نور شد ،  
 حضرت میان رسول بخش چشتی مودودی را برای توجہ طلب  
 فرمودند، یکی از حاضران عرض نمود کہ او جانب مسجد جامع  
 رفتہ است، فرمودند بزای سیر رفتہ باشد، باز فرمودند این چہ  
 فقیری است در فقیر صبر لازم است و صبر بمعنی حبس نفس است  
 وقتی کہ ما بمجاہدہ مشغول بودیم بیست و پنج سال در یک حجرہ  
 خود را محبوس داشتہ بودیم نہ در زمستان بیرون آمدیم ونہ در  
 تابستان۔

روزی ارشاد فرمودند کہ من ہفدہ سالہ بودم کہ در حضرت  
 دہلی آمدم الحال مرا شصت سال در دہلی شدہ اند کہ یک روز بر من  
 بی ذکر و فکر و حلقہ و مراقبہ نگذشتہ است و معہذا خوف خاتمہ

بر وقت دامنگیر حال است ایمن در نگاه کردم کہ در بہشت در آیم و بگوش خود از حضرت رب العلمین ندای ”رضیت عنک یا عبدی“ بشنوم۔

روزی احقر حاضر بود سخن در استغنا فقر او ترک خوشامد اغنیا افتاد، فرمودند یک روز بتقریب فاتحہ و تعزیت بر مکان نواب شاہ نظام الدین صاحب رفتیم مشکاف فرنگی کہ حاکم دہلی بود ہم باین تقریب در آنجا آمد، ہمگی حاضران بجهت تعظیم او برخاستند و من نشسته ماندم، چون او بنشست من پشت باو کردم تا چشم من بر روی او نیفتد از حاضران پرسید گفتند فلانی است، برخاست و برای قدمبوسی نزدیک ما آمد چون قریب رسید مارا بوی خمر از دہنش آمد بسیار آزرده خاطر گشتیم و بزجر تمام چون سگ او را از پیش خود بر اندیم بار دیگر حملہ کرد باز سخن درشت او را گفتیم و نزد خود آمدن ندادیم، چون بر مکان خود رفت یکے از ملازمان خود گفت کہ در تمام ہندوستان این یک مسلمان دیدہ ام۔

روزی بعد از نماز عصر احقر را شرف حضور حاصل شد، فرمودند اکابر طریقہ ما فرمودہ اند نہایت را در بدایت درج کردہ ایم، معنی این سخن بسیار گفتہ اند و من میگویم کہ مراد از نہایت پیدا شدن توجہ دائمی و حضور مع اللہ است و کم خطرگی یا گم خطرگی با کیفیت کہ این مرتبہ را در طرق دیگر نہایت گفتہ اند و در طریقہ ما بدایت است، نہایت نزد ما چیزی دیگر است و آن گم شدن توجہ در حضور است، باز سخن در ذکر کثیر افتاد، فرمودند کہ ذکر

کثیر عبارت از ذکر قلبی دائمی است که احتمال انقطاع ندارد نه لسانی که انقطاع پذیر است و دلیل برای آنکه کریمه است رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله یعنی مردانند که باز نمیدارد ایشان را تجارة و نه بیع از ذکر خدا چه از ذکر زبانی تجارت و بیع باز میدارند نه از ذکر قلبی، فرمودند که اکثر مردم ذکر قلبی را ذکر خفیه گویند و این غلط است چه خفیه معنی پوشیده است و ذکر قلبی اگر چه از غیر پوشیده است لیکن از ذکر پوشیده نیست و از ملائک و از شیطان هم پوشیده نیست، پس حقیقت خفا در آن یافته نشد بلکه ذکر خفیه عبارت از گم شدن ذکر در مذکور است که او را بیچ جز از خود و از ذکر کود نماند، فرمودند حال من چنین است هر چند متوجه بقلب می شوم بیچ اثر توجه و ذکر در خود نمی یابم مگر احیاناً که غیبت دست می دهد می یابم که هر موی من در ذکر است، باز سخن در شب قدر افتاد، فرمودند که این شب عجب بابرکت است عبادت در آن مقبول دعادر آن مستجاب، اهل قرب را در آن شب کیفیتی دیگر در قرب پیدامی شود، فرمودند یکبار در مسجد جامع اعتکاف داشتم، وقت شب خفته بودم شخصی مرا گفت برخیز دامت مرحومه حضرت محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم را دعا کن برخاستم دیدم که تمام مسجد متنور شده است گویا چراغان کرده اند، دانستم که نور شب قدر بود، فرمودند که آنچه در مردم مشهور شده است که در آن شب درختان و دیگر مخلوقات سجده میکنند میتوان که باشد اما در کتاب بنظر نرسیده، میگوید

جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ وصول الی الذات کہ از کلام آن شخص کہ گفت بر خیزد و امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را دعا کن معلوم شد کہ حضرت ایشان ما چنانچہ قطب الارشاد بودند، قطب مدار ہم بودند، تدبر، تدبر

روزی احقر و پیر ابراہیم چشتی قصوری وقت حلقہ چاشت مشرف حضور پر نور شدیم بزرگی شیرینی تبرک حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء در خدمت حضرت ایشان گذرانید، بوسیدند و بردل و دیدہ و سر نہادند و فرمودند کہ من سخت معتقد چشتیانم و فرمودند کہ سلطان جیو دریاء است مواج و فرمودند کہ در چشتیان مانند سلطان جیو محدث کسے نشدہ است و فرمودند کہ حضرت فرید الحق والدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ بر من عنایت بابسیار دارند۔

روزی در مراقبہ بودم دیدم کہ حضرت فرید الحق والدین در خانہ من تشریف آوردند ہمہ خانہ از نور ایشان منور شدہ میانہ قد بودند فرمودند بیا ترا شغلی تعلیم کنیم من از غیرت پیر خود بترسیدم، عرض کردم حضرت شغلے کہ پیر من مرا ارشاد کردہ اند بس است، حاجت دیگر شغل ندارم، یکی از اولاد حضرت شکر گنج کہ از مریدان حضرت ایشان بودند در آن مجلس حاضر بود باو فرمودند ذکر جہر بطور حضرات چشت باید کرد کہ فیض ایشان خواہد آمد، ہمچنان کرد تمام مجلس را وجد و رقص دامنگیر شد۔

روزی وقت حلقہ عصر احقر را حضور دست داد حاجی

گل محمد کابلی چندانبہ ہای عمدہ پاکیزہ در خدمت آورد از و بسیار راضی شدند، فرمودند پیش بیا تا ترا پیر سازیم و باز فرمودند ما بمنزلہ خاک روب و کناس حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت شاہ نقشبند ہستیم، دستور است کہ حاکم دیہہ خاکروب خود را برائے بدرقہ ہمراہ قافلہ میکند تا او را از دزدان و رہزنان سلامت گذرانند، ما ہمچنان خاکروب و کناس حضرت غوث الثقلین و حضرت شاہ نقشبند ہستیم۔

روزی فرمودند روزیکہ عمارت این ایوان کہ نشست گاہ است میکنانیدم، معمار گفت کہ سی و شش روپیہ برائے سقف این ایوان در کار است، در آنوقت یک خرمہرہ موجود نبود و بجناب آلہی عرض کردیم فی الحال بہا نقد روپیہ فرستاد، دریں اثنا خواجہ نجیب الدین خان قصوری حاضر محفل منیف گردید، حضرت ایشان بطرف او متوجہ شدہ بہ بشاشت تمام فرمودند کہ غلام محی الدین را پیر کدام مکان کنیم، خواجہ مذکور عرض نمود کہ پیر قصور، بجلالت آمدہ، فرمودند عجب قاصر ہمت ہستی او را پیر تمام پنجاب خواہم کرد پیر لاہور، پیر ملتان، پیر وٹیالہ، باز فرمودند وقتیکہ مولانا خالد رومی کہ فاضل بی نظیر بود درینجا تشریف آوردند ما او شانرا گفتیم کہ شما را قطب خواہیم ساخت، بعضی مردم از سخن ما بخندہ کردہا و مولانا ہم متعجب شد آخر آنچه ما گفتہ بودیم بہاں شد، الحال او قطب مکان خود است، میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ وصول الی الذات کہ مولانا خالد رومی



فاضلی بود از سر آمد فضلائی روم و در طلب خدا در سر داشت  
 و بمجرد استماع کلمات حضرت ایشان مشتاق شده، برای تحصیل  
 معرفت الہی از روم عازم حضرت شاہجہان آباد شدند در عرصہ  
 ہفت نیم ماہ فائز حضور معلی گردید و قتیکہ در بلدہ پشاور رسید  
 بزیرت حضرت ایشان در عالم رویا مشرف گردید، چون بیدار شد  
 لطائف خمسہ را جاری بذکر باری یافت حینی کہ داخل حضور  
 سراسر نور گردید صورتیکہ در عالم رویا دیدہ بود بہاں بی تفاوت  
 نمود، اشتیاق از یکی صد شد، حضرت ایشان اگرچہ نسبت بہر  
 طالب خدا مساوی الاشفاق اند، اما نظر بارتکاب کربت غربت  
 و استعداد فطرت مولانا را از ہمہ باشفاق مریبانہ ممتاز ساختہ،  
 بہمت ہای قویہ در چند ماہ بسر انجام رسانیدہ، بخلعت خلافت  
 مشرف ساختہ مرخص فرمودند از السنہ واردان بدریافت میرسد  
 کہ مولانا مرجع کل خلائق روم اند۔

روزی بعد از صبح غلام حاضر شد، شخصی خبر آورد کہ  
 فلان مستورہ کہ از مریدات حضرت بود در شب وفات یافت،  
 الحال جنازہ او طیار (تیار) است افسوس نمودند و فرمودند کہ  
 بسیار مخلصہ ما بود بعد از ان بحضور فرمودند کہ ہفتاد ہزار کلمہ جمع  
 نمایند کہ بروح او رسانیم کہ در حدیث وارد است ہر میتی کہ ہفتاد  
 ہزار کلمہ بروح او بخشیدہ شود داخل جنت گردد اگرچہ مستحق  
 عذاب بودہ باشد، باز فرمودند ہر کہ داخل طریقہ ما است امید قوی  
 است کہ اورا عذاب قبر نخواہد شد و ما این را تجربہ کردہ ایم و

فرمودند یک زن ہندویہ بود کہ بدست ما با سلام مشرف شدہ و کلمہ بسیار میخواند، چون وفات یافت بر قبر او رفتیم چنان قبرش را متنور و متوسع و متطیب دیدیم کہ تا حال آرزو می بریم کہ قبر ما ہمچنان گردد، یک مرید از مجلس شریف عرض نمود کہ یک قبر چیست بتوجہ حضرت ہزار ہا قبور مریدان پرنور شدہ اند و خواہند شد، فرمودند ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روزی فرمودند کہ یکی مستورہ بود کہ آرزوی داخل طریق شدن در طریقہ ما میداشت اما شوہرش پیش ما ظاہر نکرد تا آنکہ آن مستورہ وفات یافت، شوہرش بعد از وفات او پیش ما ظاہر کرد، توجہ بحالش نمودیم و روح او را داخل طریق کردیم در بہاں شب بخواب شوہر آمد و گفت مقصود من حاصل شد، من داخل طریق شدہ ام

یک روز غلام عرض کرد کہ حضرت شیخ اکبر در فصوص می نویسد کہ لایوثر الہمتہ بدون الاستعداد ولہذا ما اثرت ہمت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ابی طالب (۱) یعنی ہمت مرشد بدون استعداد مرید اثر نمیکنند، برای این اثر نکرد، ہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در ابو طالب مر ازین سخن بندہ را ایاس تمام دست دادہ است کہ بندہ خود را از ابو طالب بی استعداد ترمی یابد، فرمودند کہ نزد ما این سخن مقبول نیست، ما اگر ہمت توجہ

(۱) فصوص کی یہ عبارت اس طرح ہے: وما اثرت فی اسلام ابی طالب عمہ، وفیہ نزلت

الآیۃ التي ذکرناہا.... (فصوص الحکم: ۱/۱۳۰)

در سنگ کنیم ان شاء اللہ تعالیٰ در سنگ ظہور انوار خواهد شد و عدم تاثیر ہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در ابو جہل برای عدم ارادہ است۔

روزی فرمودند کہ رضای شیخ خود سبب قبول خالق و خلق است و آزر دگی او سبب نفرین خود نفرت خلق، فرمودند کہ رضای شیخ کاری کند کہ بیچ مجاہدہ و ریاضت نتواند کرد، برای حکایت آوردند کہ حافظ محمد یکی از مریدان حضرت میرزا صاحب و قبلہ بود، سلوک او تا بلطفہ نفس رسیدہ بند شد، ہر چند کہ حضرت قبلہ توجہ فوق میگردند، اثر ظاہر نمی شد، تا روزی حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ در عالم مکاشفہ حضرت قبلہ را فرمودند کہ اے پسر او را این قدر از سلوک چہ کم است، بعد از استماع این مقولہ از ترقی او نومید شدند، بعد از ایامی حافظ مذکور در بزمی نشستہ بود کہ بدبختی ہجو و مذمت و غیبت حضرت صاحب و قبلہ آغاز نہاد، حافظ صاحب را رگ غضب بہ جنید و باو خوب بجنگید، حضرت صاحب و قبلہ تمام این ماجرا بکشف دریافتند و از وی بسیار راضی شدند، چون در حضور رسید فرمودند، حافظ صاحب بیائید وقت فتح شمار رسیدہ است، مبارک باد و بہمت توجہ کردند فتح باب او را حاصل شد۔

روزی بعد از عصر رو بحضار نمودہ فرمودند کہ تمام روزی مارا انقباض بود حالا انبساط دست دادہ است حاجت ہای خود در دل تصور کنید کہ برای شما دعا کردہ شود ان شاء اللہ تعالیٰ بغیر

اجابت مقرون خواهد شد، درین اثنا حضرت مولوی محمد عظیم صاحب کہ از مجازان حضرت ایشان و کامل در اخلاق درویشان است برخاستند و دست بستہ عرض نمودند کہ حاجت من طلب حصول متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولاً فعلاً عملاً اعتقاداً است واستغراق حتی حضرت ایشان در بارہ اش دعا فرمودند و توجہ بحالش نمودند، وقت نماز عشاء ملاقات احقر بمولوی صاحب افتاد، گفتند تا حال تاثیر دعا و توجہ در من باقی است و این غلام در آن وقت در مکان سکونت خود بود از غایت عنایت کہ بحال غلام می دارند در آن وقت طلبیدہ داخل آن حلقہ دعا ساختند، درین مجلس قاضی موضع کوٹہ بوندی کہ از حضرت دہلی سہ صد میل بطرف اجمیر است، حاضر بود، سخن در بیعت افتاد حضرت ایشان فرمودند کہ شخص بامای بیعت کرد و نام او ہم گرفتند فقیر را الحال فراموش شدہ است، بیک توجہ جریان لطائف خمسہ او را حاصل شد و توجہ الی اللہ و حضور فی اللہ پیدا گردید، بعد از آن فرمودند کہ مولانا خالد گفت در مشائخ کبرویہ رسم است کہ چون مریدی بہ پیری بیعت کند ہمہ حاضران دامن او می گیرند تا شریک فیض باشند در طریقہ ما این معمولہ نیست لاکن من میگویم کہ در وقتیکہ دست اہل ارادت برای بیعت بگیر و او را تعلیم استغفار و توبہ کنم باید کہ ہمہ حاضران ہم استغفار بخوانند تا از سر نو داخل طریق شدہ باشند، پس قاضی صاحب را برای بیعت نزد خود طلب کردند و نظر بدید قصور اعمال خود کہ بر

حضرت ایشان غالب است فرمودند سبحان اللہ و بحمدہ ستار العیوب۔ چگونہ عیب ہای ما را پوشیدہ کہ این چنین فضلا علماء از راہ دور برای کسب فیض نزد مامی آیند، بعد از ان بطریق مطائبہ نقل کردند کہ یکی در خدمت شاہ رفیع الدین صاحب محدث بیعت کرد چون در یاران خود رفت اورا مبار کباد گفتند، گفت برای چہ گفتند برائے آنکہ بشاہ صاحب بیعت کردہ، گفت شاہ صاحب را ہم مبار کباد گفت کہ من دست او شان گرفتہ ام و او شان دست من گرفتہ اند، پس درین کار ہر دو برابریم، فضل او شان بر من چگونہ ثابت سازید، پس حضرت تبسم فرمودند کہ حال من چنین است نمیدانیم کہ ما پیریم یا او پیر است، پس قاضی صاحب را داخل طریق ساختند و توجہ بہمت بحالش مصروف داشتند او گفت کار من بیک توجہ شد، روزیکہ احقر را تعلیم مراقبہ اقریبیت کردند، فرمودند کہ مراقبہ از ترقی است بمعنی انتظار یعنی انتظار فیض الہی و فرمودند کہ در مراقبہ دو چیز شرط و وصول فیض است اول ملاحظہ منشاء یعنی ذات احدیت، دوم ملاحظہ مورد یعنی قلب خود۔

روزی بعد العصر غلام حاضر حضور معلی گردید، بحضرت صاحبزادہ شیخ رؤف احمد صاحب و این احقر مخاطب شدہ، فرمودند کہ یک دقیقہ اظہار میکنم نیک نگاہ باید داشت و آن این است کہ شخصی داخل دائرہ قلب شدہ و در ان وسعتی و بسطی پیدا ساختہ و دیگری بی حصول بساطت در ان مرتفعی بدائرہ فوق

از آن گردیده فضل ازین بردو مراد دل راست۔

روزی از غایت شوق بیت ملا روم خواندند۔

جان منی جانان من دین منی ایمان من

سلطان من سلطان من چیزی بده درویش را

فرمودند آنچه چیز است آن چیز رویت ذات بی پرده صفات است و

آن در دنیا ممکن نیست لهذا جای دیگر مولانا نا امید شده، می

فرمایند

چه بهانه میدی شیدات را ای بهار شکر لبها را

چون ننالم زار از دستان تو چون نثم در حلقه مستان تو

باز فرمودند که این چنین گستاخی در خطاب مولانا را از بید ما را

مجال نیست، باز فرمودند که در جوش محبت صد چنین گستاخی

معاف می گردد، یک روز بعد نماز عصر بنده حاضر گردید سخن در

سماع افتاد، فرمودند رغبت من بسیار بسماع بود اما از مخالفت پیران

کبار خود جرأت نمی توانستم کرد، روزی بر من قبضی عظیم واقع

شد، هر چند بمعالجات می پرداختم دفع نمی شد، وقتی بطور

متفکران آرنج بر زمین و سر بر بردو کف دست نهاده نشسته بودم که

آوازه سرنگی در گوش من رسید فی الحال قبض دور شد و جذبه

قویه دست داد، فرمودند اگر من سماعی شنوم تمام قوالان دہلی

بر من مجتمع شوند اما از مخالفت پیران پناه بخدا می گیرم که سم

قاتل است، بعد از آن بکمال شوق این بیت خواندند۔



برسرِ خاک ما بیا نغمہ عشق می سرا  
 کز جذبات شوق تو نعرہ ز خاک برزنم  
 دوسہ بار تکرار فرمودند عجب تاثیر در دل حضار وارد شد،  
 بعضی نعرہ باز دند و بعضی بیہوش افتادند و بعضی گریان و نالان  
 شدند و غلام از فرقہ ثالثہ بود۔

روزی براحقر حالت گریہ مستولی شد کسے بحضور رسانید  
 چون غلام مشرف حضور شد فرمودند در دیگر مصیبت ہا گریہ  
 یک دوروز می باشد اما در فقیری گریہ دائمی است ہرگز انقطاع  
 پذیر نیست۔

روزی خطاب باحقر نموده فرمودند کہ مولوی صاحب  
 مولویت را بگذارید و آہ بیاموزید از برکت فرمودہ حضرت ایشان  
 روز دوم نور ماہ آہ در دل سیاہ تافت فالحمد لله علی ذالک اللهم زدنا  
 والا تنقص، احقر ہموں وقت این دو بیت در تعریف آہ گفتہ شدہ

مدے کہ طرفہ بر سر آدم کشیدہ اند  
 آن مد آہ و آن کہ پیش ز آفریدہ اند  
 مد آبی گر نہ بودی برسر آدم پدید  
 او آدم بودی یعنی چرم گاؤ گوسپند

روزی بعد از عصر غلام حاضر شد، سخن در اجازت و خلافت  
 افتاد، فرمودند نزد ما کلیہ مقرر شدہ است کہ چون کسی را از اثر  
 توجہ ماتصفیہ لطیفہ قلب با کیفیت و تزکیہ نفس بجذبات دست  
 دہد او از طرف ما مجاز مطلق است اگرچہ ما اورا اجازت زبانی ندادہ

باشیم، بعد از ان غلام را فرمودند کہ شمارا عنقریب اجازت خواہیم داد و برائے امتحان رو روی خود از شما توجہ خواہم کتانید، غلام برخاست و تسلیات بجا آورد، روز دیگر وقت چاشت غلام حاضر شد باز مذکور اجازت در میان آمد، فرمودند ہر کہ را ما اجزت بگوئیم گویا اورا ”اجزت من اللہ“ شد۔

روزیکہ این غلام را اجازت القا و حلقہ بخشیدند تاریخ بیست ہفتم ماہ شعبان بود، روز چہار شنبہ وقت چاشت مولوی محمد عظیم صاحب را و صاحبزادہ حضرت رؤف احمد صاحب را طلبیدہ فرمودند کہ شمارا برای گدابی طلبیدہ ایم کہ میخواستیم کہ ایشان غلام محی الدین را اجازت دہیم بفرمائید کہ لائق اجازت شدہ اند یا نہ، صاحبزادہ صاحب عرض نمودند کہ شدہ اند و مولوی صاحب معروض داشتند کہ فرمودن حضرت کافی است، حاجت بگوایی ندارد، فرمودند کہ من میگویم کہ لائق اجازت شدہ اند، پس غلام را قرب خود نشانده، فرمودند کہ شمارا اجازت شش طریقہ قادریہ نقشبندیہ چشتیہ سہروردیہ مجددیہ کبرویہ دادیم و فیض این ہر شش طریقہ در دل طالبان بہمت القامی نمودہ باشند و طریقہ القاہم تعلیم فرمودند و کلاہ شریف بدست مبارک خود بر سر غلام نهادند تا دیر دست مبارک خود را بر سر احقر داشتند، بعد از ان فرمودند کہ بنشینید باز در سینہ شما القا ہر شش فیض جدا جدا کنیم، پس توجہ کردند و القا فرمودند، غلام برخاست و تسلیات بجا آورد و بی اختیار شدہ برپا مبارک افتاد

زمانی سر بر قدم شریف داشتیم و گفتم من سگ گرگین لائق این تشریف شاهی نبودم محض بعنایت کرم و فضل نموده اند، فرمودند این کلاه من نیست این کلاه پیران من است، فرمودند که شما را بتاریخ بیست و ہفتم ماہ مبارک رمضان خرقہ خلافت خواہیم بخشید، چون شب بیست ہفتم شد غلام را بعد از نماز مغرب طلبیدند و خرقہ و کلاه کہ برای غلام عطا فرمودند اول خود پوشدند و بدان توجہ نمودند، باز غلام را بدست مبارک خود پوشانیدند و صاحبزادہ صاحب و مولوی صاحب را فرمودند کہ شما ہم در الباس مدد نہائید کہ سنت پیران است، پس ہر دو بزرگان بر زمین و یسار غلام آمدہ مدد در الباس نمودند و کلاه مبارک بدست خود بر سر احقر نہادند و باز تجدید اجازت نمودہ، فرمودند کہ شما را اجازت مطلقہ دادیم ہر کہ طلب فیض نہاید از طرف البقاء اذکار و فیض مینمودہ باشند، حق سبحانہ تعالیٰ بصدقہ پیران کبار تاثیرات و ثمرات ارزانی فرماید، پس غلام برخاست آداب بجا آورد، روزی عید الضحیٰ حضرت ایشان برای نماز در مسجد تشریف آوردند، غلام ہم حاضر شد، بعد از فراغ مردم برای قدمبوسی انبوی نمودند غلام در کنج مسجد نشست کہ پس از ارتفاع اجتماع قدمبوس خواہم شد، در عین اژدحام فرمودند کہ مولوی قصوری کجا است؟ بیاید غلام بشادی تمام برخاست و سر بر قدم مبارک نہاد بدست مبارک خود سر احقر را برداشتہ بسینہ مبارک چسپانیدند و بتوجہ قویہ القای حرارت در دل غلام

نمودند، پس دعا کردند باز غلام پس آمدہ، در بہاں کنج نشست، دریں اثنا مفتی شہر برای قدمبوسی حاضر شد، قص لحيہ کردہ بود، تبسم نمودہ، فرمودند سبحان اللہ شہا پیر شدید و تاحال ریش نہ برآمد، مفتی شرمندہ شد، باز غلام را طلبیدند و فرمودند کہ سہ چہار ماہ شدہ است کہ این مولوی از قصور آمدہ آنچه در سہ ماہ از ما کسب کردہ شہادشش سال حاصل نہ کردہ آید، این محنت پیری ما است باز از آنجا بر مزار مبارک حضرت میرزا صاحب و قبلہ تشریف بردند و از قدم گاہ مزار مبارک خاک برداشتہ بر چشم و رخسار و دل مالیدند و بر پائین مزار مبارک برہر دوپا نشستند و فرمودند کہ یا حضرت ضعف نہایت استیلا یافتہ کہ نماز ایستادہ گذاردن و قرآن خواندن ہم نمیتوانم، در تمام عمر مرا خوش و متنعم داشتہ آید، اکنون او سبحانہ تعالیٰ از طفیل شہا خاتمہ بالخیر والعا فیت گرداناد باز در آنجا غلام را طلبیدند، حاضر شدم، پس دست غلام گرفتہ تا دیر در ہوا داشتند بعد از ان سپرد حضرت میرزا صاحب و قبلہ نمودند و فرمودند کہ این شخص در خانہ شہا آمدہ است ہر چہ تمام تر عنایت در حق او فرمایند، بعد از ان بدست مبارک خود بر خاستند و اندرون تشریف بردند۔

روزی غلام وقت توجہ عصر حاضر شد محمد حسن چشتی کہ مقبول در گاہ است نزدیک نشستہ بود با حقیر خطاب کردہ فرمودند کہ محمد حسن بزبان حال شمارا میگوید۔۔۔ مصرع

نالہ زمن بود کہ بلبل زود برد  
یکنفس داشدنی داشت ولم گل زدو برد  
بنده بزبان حال عرض نمود

نیاوردم از خانہ چیزی نخست  
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

روزی بتاریخ چہار دہم ماہ مبارک رمضان کہ استیلاء  
حرارت بدرجہ کمال بود این مرتکب عصیان بحکمت عملیہ آب  
سرد کردہ وقت افطار برای حضرت ایشان برو، چون این غلام را  
از دور دیدند، فرمودند۔

بگو مجنون چہ آوردی برائے تحفہ لیلی

این غلام در دل جواب گفت

دل صد پارہ آوردم اگر باشد بدان میلی

چون پیش نظر انور نہادم برضا مندی تمام دعا فرمودند کہ برد اللہ  
قلبک برد معرفتہ و دیگر دعا ہا ہم کردند، امید اجابت است ان شاء  
اللہ تعالیٰ، میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ و وصول الی الذات کہ  
در حدیث صحیح وارد است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
فرمودہ اند لا یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون یعنی مومن کامل  
نمی شود یکی از شما تا کہ گفتہ شود در حق او کہ بدرستی او مجنون  
است، چون حضرت ایشان در بارہ این پریشان لفظ مجنون گفتند  
گویا بشارت کمال ایمان دادند، اللہم آمین

بریں مڑوہ گرجان فشانم روا است  
 کہ این مڑوہ آسایش جان ما است  
 از بزرگی مسموع شدہ است کہ چون آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم این حدیث ارشاد فرمودند خدمت علی مرتضیٰ رضی  
 اللہ عنہ خواستند کہ مردم مراجنون بگویند در بازار رفتہ از قصابی  
 دو شکنبہ خریدہ یکی را بہمہ لوٹ بدہن مبارک گرفتند و دیگری را  
 بردوش انداختند و بازار رفتند، چون مردم اینحال بدیدند بیک  
 دیگر گفتند بہ بینید کہ علی مجنون شد، شاہ مردان جون لفظ مجنون  
 در حق خود شنیدند از غایت شادی در پیرہن نگنیدند، شبی بعد از  
 نماز مغرب بوقت توجہ غلام حاضر شد، سخن در ترک و تجرید  
 افتاد، فرمودند کہ حضرت میرزا صاحب و قبلہ عجب مرد متبتل و  
 تارک علائق بودہ اند تا آنکہ برای خود طعام ہم در خانہ نہ پزانیدہ اند  
 و قتیکہ گرسنگی غلبہ میگرد قدری طعام از بازار می طلبیدند و بر آن  
 کفایت میکردند و بملاقات و دعوت کسی نمیرفتند و پاس خاطر  
 اغنیاء ہرگز نمیگردند بلکہ اگر کسی از اغنیاء در خدمت ایشان  
 حاضر می شد سخنان مخالف او می گفتند تا بار دیگر نیاید و تمام عمر  
 بمکان عاریت می گذرانیدند، پدر نواب غازی الدین خان بسیار  
 معتقد ایشان بود برای ایشان دیوان خانہ و مسجد و چاہ مرتب  
 کنایند و بہ بہانہ دعوت ایشان بلطائف الحیل ایشانرا در انجا طلبید  
 بعد از فراغ چون عزم رجوع کردند دست بستہ بایستاد و عرض  
 نمود کہ این مکان برای صاحب آراستہ کنانیدہ ام قبول فرمایند



خشمناک شدہ، فرمودند پیشتر میدانستم کہ تو احمقی، الحال معلوم شد کہ بینق ہم ہستی، رسول موت کہ عبارت از شیب است برای طلب من از دار فنا بدار بقا رسیدہ است، تدبیر آن ضرور معلوم نیست کہ تا شب حیات وفا کند یا نکند، رزق تو بتو ہر روز می رسد۔

روزیکہ خواجہ میرزا صاحب را صلاح اجازت دادن تعلیم طریقہ کردند، فرمودند کہ اجازت را چند چیز ضرور است اول علم دوم عقل سیوم ترک و تجرید و بتل و انقطاع والا اجازت عبث باشد و فرمودند خواجہ نظام الدین اولیا فرمودہ است کہ درویش را باید کہ دست و پا شکستہ باشد و دین و یقین درست داشته باشد بعد از ان این بیت بر زبان مبارک راندند

من نہ آنصیدم کہ آزادی ہوس باشد مرا

از قفس گویم نفس تا در قفس باشد مرا

روزی غلام حاضر شد رو مبارک بحضرت رؤف احمد صاحب و بندہ و مولوی کرم اللہ صاحب نمودہ فرمودند کہ شہا شاعران و مولویان نشستہ آید معنی این بیت بگوید۔

روزی وقت حلقہ چاشت غلام حاضر شد، رسالہ آداب المریدین کہ از تصنیف حضرت نجیب الدین سہروردی است در دست داشتند و فرمودند کہ این کتاب از طریقہ نقشبندیہ بی خبر است درین طریقہ مجاہدات شدیدہ و ریاضات شاقہ کہ صوفیان بیان کردہ اند ہرگز نیست، حضرت خواجہ فرمودہ اند کہ بنای کار بر انکسار و افتقار بہ جناب الہی است و اخلاص بہ پیرو فرمودند کہ

حضرت خواجه دوازده روز در سجده بجناب الهی مناجات کرد که مرا طریقه نو عطا شود که اسهل الطرق و اقرب الطرق الی الله باشد و البتہ موصل بود بعد از دوازده روز دعا مستجاب شد و طریقه نو عنایت شد۔

روزی فرمودند که در دیگر طریقه با مجاہدہ رکن است و در طریقه نقشبندیہ بجای مجاہدہ مرید توجہ پیر رکن است و ذکر در ہر طریقہ شرط است۔

روزی فرمودند کہ یکی حضرت میرزا صاحب و قبلہ را گفت کہ شما چرا طریقہ مجددیہ اختیار کردہ آید، گفتند برای آنکہ درین طریقہ چندان کہ ریاضات و مجاہدات نیست و من میرزا نازک مزاج بودم تحمل اثقال مجاہدات نتوانستم کرد، شبی بعد از مغرب وقت توجہ ارشاد فرمودند کہ اہل محبت را حاجت باعمال نیست عمل قلیل از او نہارا کفایت می کند بلکہ حاجت قلیل ہم نداند و حضرت میرزا صاحب و قبلہ از آنها بودہ اند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

روزی بندہ حاضر حضور گردید، سخن در عشق و محبت افتاد، فرمودند کہ عشق جبلی خوب است و مفید چنانچہ روزی حضرت میرزا صاحب و قبلہ ارشاد کردند کہ عشق ما جبلی است ما را یاد است کہ شش ما بہ بودیم زنی شکیلہ در خانہ ما آمد، چون چشم من بر چشم او افتاد دل من گرفتہ او شد و قتیکہ از چشم من غائب شد بیقرار می شدم و بگریہ و حنین می پرداختم و چون او را میدیدم تسکین الم می یافتم

روزی فرمودند کہ از زبان حضرت میان صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب مسموع است کہ چون شہرہ کمالات و افاضات حضرت شاہ نقشبند در عالم منتشر شد زایدی بجهت دیدن اعمال و اوقات ایشان نزدیک ایشان آمد، دید کہ در روز اکتفا بر فرائض و سنن نمودند و چون شب شد بعد از نماز عشاء پلا خوردند و اکثر شب در خواب بودند در ثلث اخیر دہ دوازده رکعت تہجد خواندند، زاید حیران شدہ پرسید کہ من تمام شب نہ آرامیدہ ام و از ذکر گلوی خود دریدہ ام روزی یکی نور ندیدہ ام و شما اکثر شب در خواب بودہ آید و طعام خوردہ آید این نور از کجا است؟ تبسم کردہ فرمودند کہ این نور از پلا است۔

روزی فرمودند کہ طریقہ نقشبندیہ علماء پسند است جای اعتراض کسی نیست و این طریقہ را مشائخ متقدمین مثل حضرت غوث الاعظم و سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی و دیگر اولیای کرام پسند نمودہ اند۔

روزی فرمودند کہ سائلی نزد ما آمد و گفت دوپل برای بنگ بدہ، بدادیم، یک مولوی نشستہ بود اعتراض کرد کہ اعانت بر حرام حرام است، چرا او را دادید ما در جواب گفتیم کہ ظن نیک بر مسلمان و حتی المقدور توجیہ قول و فعل او باید کرد، ممکن کہ او ارادہ گفتن نان داشتہ باشد بر زبان او بہ سہو بنگ گذشت۔

روزی وقت توجہ چاشت غلام حاضر محفل منیف گردید شخصی از مریدان آمد، فرمودند کہ پدر این کس وجد این کس از

غلات روافض بوده اند و این ہم از آنها بود، مهمی داشت که ہر چند سعی کرد سرانجام پذیر نمیشد، شبی می بیند کہ کسی باو میگوید توشہ حضرت ابوبکر صدیق بده حاجت روا خواهد شد، ہمچنان کرد مشکل من حل گردید، پس نزد ما آمدہ توبہ بردست ما کرد و از صدق دل داخل طریقہ انیقہ نقشبندیہ صدیقیہ شد، حالاً سخت سنی است

میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ و وصول الی الذات کہ افغانی جوانی از بلدہ قصور حرسہا اللہ عن التزلزل و الفتور عازم زیارت لازم السعادت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً گردید، در اثنای راہ در مسجدی از قریہ ملک غرب رویہ اتفاق مبیت او افتاد و بامام آن مسجد معرفتی و ارتباتی روداد، امام گفت وقتیکہ بزیارت روضہ فیض حوزہ مشرف شوی ازین غلام بشوق تمام چنین عرض نہائی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان کس اشتیاق ما لایطاق دارد لیکن برای دوشخص کہ دشمنان او ٹند نمی آید کہ گفته اند

واجب است از ہزار دوست برید  
تا یکی دشمنت نباید دید

حاجی سادہ بیخبر از ارادہ آن نازادہ چون مشرف حضور نور علی نور گردید وفای عہد را بجنس پیام آن امام جہنم انجام در خدمت خیر الانام رسانید، چون پیام گذار غافل از سرکار در خواب رفت بزیارت خاتم الانبیاء مشرف گردید، دید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم در مکان عالیشان جلوہ گرفته اند و اصحاب پیرامون آن عالیجناب حلقہ بستہ اند و شیخین بریساں و یمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ اند، درین اثنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بجناب مستطاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عرض سلام نمودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رد فرمودند، باز بتکرار سلام کردند، باز جواب ندادند، بعد از ایاس بحضور خیرالناس عرض کردند کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاء کہ ازین بی سروپا صادر شدہ، ظاہر فرمودہ آید کہ باستغفار و استعفاء تدارک آن نمودہ آید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند ازین کس زیادہ خطاچیسٹ کہ بدطیتی دوستانِ مرا دشمن خود داند و بہ بدی یاد کند و تو او را جزا ندهی، جناب ولایت مآب بمجرد استماع این مقولہ عتاب از آنجا برخاستند دیری نگذشت کہ سر بہاں امام بدانجام حاضر آوردند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجواب سلام پرداختند و بمزید الطاف مشرف ساختند، چون بیدار شدم سررشتہ را دریافتم و از ان پیام گذاری نادم و خجل گشتہ، مستغفر گردیدم و تاریخ آن واقعہ را کاغذ بند ساختم، چون وقت معاودت باز اتفاق بیوتت در ان مسجد افتاد از حال آن بدمآل مستفسر شدم مقتدیانش اظہار ساختند کہ فلان وقت در حلقہ یاران بمحاکات نشستہ مشغول بود و ناگاہ دستہ از پس دیوار ظاہر شد و سرش را بریدہ از شانہ کشیدہ گرفتہ رفت حاجی ناجی تمام قصہ آن شقاوت حصہ پیش آنها بمعرض بیان

آورد و بطاقہ کہ بر آن تاریخ حدوث آن واقعہ شاقہ ثبت نموده بود بانہا نمود ہمگنان سکان آن دہ سنوح این حادثہ عبرت دہ از تہ تشیع برگشتہ، سالک سییل تسنن گردیدند۔

بحمد اللہ آن دہ مسلمان شدہ اگرچہ گدا بود سلطان شدہ ہمچنین اگر بہ تیغ غیب سربیکدو منکران حضرت ایشان ما بریدہ شود شاید کہ از دوزخ انگار بہ بہشت اقرار در آیند و العلم عند اللہ، اما کسانیکہ چون ابو جہل بر شقاوت مجبول اند اگر ہزار کرامت بینند مصر بر نکول اند

ہزاران دل مردہ از یک نگاہ شود زندہ و خصم ناید براہ نیاید ز بد نیکوی در وجود ز ابلیس برگز نیاید سجود من یضللہ فلا ہادی لہ!

روزی فرمودند کہ شخصی نزد ما آمد گفت کہ در لعن یزید چہ میگوی مستحق لعن ہست یا نہ گفتم من مستحق لعن ہستم ہر قدر کہ دلت میخواید بر من لعن بکن، از حال دیگری خبر ندارم، تحقیق این مسئلہ از شاہ عبدالعزیز صاحب رفتہ باید پرسید کہ اوشان درین معاملہ از من دانا تر اند، میگوئد جامع ملفوظات رزقہ اللہ وصول الی الذات کہ جواب حضرت ایشان مطابق حدیث شریف پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودہ اند طوبی لمن شغل عیوبہ عن عیوب غیرہ یعنی خوشی باو مر کسی را کہ باز داشت اورا عیب ہای او از عیب ہای دیگران اگر گوی جواب مسئلہ برفقیہ لازم است گویم نعم اما بر یکی خصوصاً وقتی لازم گردد کہ



در ان شهر فقیہ دیگر نباشد والا نہ، خصوصاً اگر فقیہ صاحب حال باشد چنانچہ حضرت ایشان ما او را متابعتِ حال خود ضرور است کذافی عین العلم، چون ذکر لعن یزید پلید در میان آمد میخوابیم کہ شمه بشرح آن پردازم تا مسئلہ مبہم نہاند، باید دانست کہ در بحر المذائب آورده کہ علماء اہل سنت و جماعت در حق لعن یزید سہ فرقہ شدہ اند لا عنین، ساکتین، مانعین، امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمودہ کہ سکوت احوط است، چرا کہ آخر کار داخل دائرہ مباحات خواهد شد و در مباح چون ترتب ثواب نیست در ارتکاب آن تضييع اوقات است چنانچہ میرزا بیدل گفتہ

اوقات کہ صرف گشت در لعن یزید

اے کاش شدی صرف درودی حسنین

در شہابیہ گفتہ آنانکہ منع از لعن یزید پلید میکنند بنا بر آن است کہ نام آن پلید بر زبان اہل اسلام بتقریب لعن ہم نگذردنہ برای آنکہ او مستحق لعن نیست کذافی لباس برہنہ و ہمچنین است در مصباح الزیت و حضرت امام ربانی در مکتوبی از مکاتیب (۱) فیض اسالیب خود فرمودہ اند کہ بعض اہلسنت و جماعت کہ منع از لعن یزید نمودہ اند بنا بر محافظت بر کلیہ اہل عقائد کہ بکف اللسان عن الشہادتین است والا او مستحق ہزاران ہزار لعن است فعلی کہ از ان خبیث صادر شدہ از ہیچ یہودی و نصرانی نقل نہ کردہ اند، میگوید جامع ملفوظات زرقہ اللہ تعالیٰ و وصول الی الذات کہ لعن

(۱) مکتوبات امام ربانی ۱/۲۵۱

کردن بر آن پلید از جمله غرابم میگردد و ثواب بر آن مترتب می شود چنانچه کسی برای موالات او یا برای عدم استحقاق او مر لعن را منع از لعن او کند، برای مخالفت او لعن کردن البته مثر ثواب خواهد شد چنانچه عادت بعض اہل میل به نصب است دیگر باید دانست کہ لعن بدو معنی مستعمل میگردد، یکے بمعنی تبعید عن اصل الرحمة، دوم بمعنی تبعید عن کمال الرحمة، اختلافی کہ در لعن آن پلید نموده اند معنی بر لعن بمعنی اول است اما لعن بمعنی دوم باتفاق جائز است کما لا یخفی۔

روزی ارشاد فرمودند کہ در عهد نجف خان از غره شعبان انوار و برکات حضرت رمضان شریف مدرک می شدند و بعد از آن از نصف شعبان و چند سال است کہ از مہر ظلمت کفریک دو روز پیش از رمضان معلوم میشوند۔

روزی بتاریخ بیست و نهم ماہ شعبان غلام وقت توجہ عصر حاضر شد، فرمودند بعضی از یاران ما از سبب درود کثرت برکات بر باطن میدانستند کہ امشب شب هلال است، پس مراقب شدند، بعد از زمانی سر مبارک برداشته فرمودند کہ درین ساعت برکات تازه وارد شده است، اما حکم نمیتوانم کرد کہ امشب هلال طالع خواهد شد، پس در آن شب بموجب فرموده حضرت طلوع ہلال شد، واللہ اعلم باسرارہ مع خیارہ۔

روزی بعد العصر غلام حاضر شد، فرمودند کہ دل را از ماسوا نحالی کردن و توجہ بیک ذات حضرت حق سبحانہ تعالی

نمودن در ظهور نور حضور تاثیر تمام دارد فرمودند کہ از بازار می گذشتیم کہ هندو پیش بت متوجہ بدل شدہ نشستہ بود و بزبان ہندی لفظی می گفت یعنی ہری ہری می گفت ، بعد از ان رو مبارک بمولوی محمد عظیم صاحب و مولوی کرم اللہ صاحب نمودہ فرمودند کہ سخنی می گوئیم اگر چہ مولویان آزرده شوند۔ روزی فرمودند اگر چہ ملایان مرا بزندان سبب این توجہ الی الواحد برکت در ان مکان ظاہر بود۔

روزی حاضر حضور پر نور شدم ، سخن در عبادت ہنود افتاد ، فرمودند یاد خدا را تاثیر است اگر چہ ذاکر ہندو باشد و بہر لفظ کہ ذکر کند توجہ الی اللہ پیدا می شود لیکن ذکر با سماء حسنی کہ شرع بدان وارد است تاثیر دیگر دارد از ظہور انوار و جذبات و واردات و قرب الہی و وصول الذات ، فرمودند کہ روزی یک ہندو نزد ما آمد و گفت خواہم کہ یاد رب مرا بیاموز آیند ، ما گفتیم کہ اللہ اللہ وقت صبح یکدو ہزار و وظیفہ خود باید ساخت ، گفت باین لفظ یاد نمی کنم گفتم باری وقت صبح دو ہزار بار متوجہ بدل شدہ توی توی چند روز باید گفت ، بعد از چند روز در دل او حضور و توجہ الی اللہ پیدا شد و بدولت اسلام مشرف گردید۔

روزی بتاریخ بیست و دوئم ماہ رمضان شریف وقت توجہ اشراق حاضر شدم ، فرمودند کہ دیروز وقت ضحوی ہندوی ذاکری کہ از مدتی اخلاص بہامی داشت آمدہ بود ، گفت کہ من در

روز پنجاه ہزار بار نام خدا بطور خود می خوانم از برکت آن اعراض از ماسوا دست داده است، فرمودند کہ باین چشمان خود برکت و کیفیت در دل او دیدم، اما بسبب کفر کیفیت متکدرہ بود، کیفیت نورانی جز بذاکر ایمان پیدا نمی شود و فرمودند کہ آن ہندو مرا خجالت داد کہ باوجود ظلمت کفر یکدم غافل از ذکر نمی شود و من باوجود نور ایمان غفلت می ورزم و فرمودند کہ کیفیت طلب خدا پرست نیست، ذکر باید کرد، کیفیت پیدا شود یا نشود کہ ذکر فی نفسہ عبادت است

گر نباشد از شکر جز نام بہر

زان بسی خوشتر کہ اندر کام زہر

و فرمودند کہ در ہر روز بیست و پنج بار ذکر اسم ذات ضرور تراست، میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ و وصول الی الذات کہ قول حضرت ایشان سلمہم اللہ تعالیٰ کہ من باوجود نور ایمان الخ مبنی بر دید قصور اعمال است کہ غالب بر حال است و الا از یک توجہ ایشان غفلت از ہزار دل دور می شود و نیز اکثر اقوال حضرت تعریض بحال حاضران می باشد، عافہم اللہ و ایانا۔

روزی فرمودند کہ آنچه در دعای از آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مروی است کہ می فرمودند اللہم ارزقنی حبک و حب من یحبک و حب عمل یقربنی الی حبک، مراد از حبک طریقہ مراقبہ است و مراد از من یحبک مرشد است و مراد از عمل یقربنی الی حبک ذکر است، میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ تعالیٰ و وصول الی الذات

کہ اگر گوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرشد کل است، طلب حب مرشد در حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چگونه راست آید گویم کہ بسیاری از دعاہا است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برای امت تعلیم فرمودہ اند خود بدان تکلم نمودہ اند تا آن دعامتبرک و متیمن گردد و مستجاب شود۔

روزی سخن در جمعیت باطن افتاد، فرمودند معنی جمعیت آنست کہ تشویش رفتہ و آئندہ در خاطر او نہاند

روزی غلام حاضر شد سخن در فقر افتادہ، فرمودہ فقر چیست خلوالقلب عن الہراد لاخلوا الید عن الزاد یعنی فقر خالی شدن دل ست از آرزوہانہ خالی شدن دست از توشہ، باز فرمودند مع هذا کمال فقر نزد من آن است کہ ظاہر موافق باطن بودہ باشد یعنی ظاہر ہم اسباب دنیویہ نباشد کہ اتباع سنت درین است۔

روزی غلام حاضر شد، سخن در فنا و بقا افتاد، فرمودند فنا غوطہ زدن در دریا است و بقا سرایت نمودن آب در جمیع اجزای بدن۔

روزی ارشاد فرمودند کہ در تفسیر فنا و بقا اقوال صوفیہ بسیار اند، امام محمد غزالی گفتہ کہ فنا عبارت از زائل شدن اخلاق ذمیمہ است و بقا مستحقق شدن اخلاق حمیدہ و قدمای نقشبندیہ گفتہ اند کہ فنا عبارت از بی شعوری است کہ از کثرت ذکر پیدامی شود و چون علم بہ بی شعوری است نہاند اورا فناء الفنا گویند و در اصطلاح حضرت مجدد فنا عبارت از نسیان ماسوا است بالکلیہ و

این دشوار تر است تا آنکه باین دولت نوازند و نیز فرمودند که حضرت غوث الثقلین فنا را چهار قسم فرموده اند، اول فناء خلق، دوم فناء هوا، سیوم فنا اراده، چهارم فنا فعل و فرمودند که اراده اصل هوا است و هوا فرع اوست، روزی فرمودند که بر حضرت غوث الثقلین حالت بقا غالب آمده بود۔

روزی سخن در تحصیل علم رسمی افتاد، فرمودند علم صرف بقدر یکه صیغه معلوم کند، ضرور است و علم نحو هم تا بشرح ملادر کار است و یکدو کتاب علم معانی هم خواند که فصاحت و بلاغت کلام بدان معلوم کند، بعد از آن توغل در علم تفسیر و حدیث که مورث انوار قلبی است، وقفه کند که علوم دینیہ همین اند و در باقی علوم تزیین اوقات است و یک روز فرمودند که در علم فقه تا کتاب الصلوٰۃ هم انوار مدرک می کردند و در معاملات فقه انوار بدریافت نمی رسند اما در معاملات انوار موجود اند۔

روزی فرمودند که یکبار قدم مبارک حضرت حق سبحانه تعالیٰ بر من ظاهر شد از غایت شوق بران بیفتادم و نابود شدم باز موجود شدم باز نابود شدم تا چند بار این معامله شد، میگوید جامع ملفوظات رزقه الله تعالیٰ وصول الی الذات که حضرت شیخ صدیق جلندهری در شرح مکتوبات پیر خود فرموده اند که بر بسیاری از اولیاء دست قدره برای بیعت و عهد ظاهر شده است و بر عرفاء برای هم هویدا شده، پس اگر قدم قدرت بر حضرت ایشان



ماظاہر شد محل استبعاد نیست و در حدیث صحیح وارد است کہ چون دوزخ هل من مزید گوید او تعالیٰ قدم خود بر آن نہد، پس دوزخ گوئد بس بس

وقتیکہ وقت توجہ بعد از مغرب بندہ حاضر شد، در آن وقت حضرت ایشان را ضعف دل غالب بود آب سرد طلبیدند، آب خورہ آب حاضر آوردند، فرمودند چندان کہ سرد نیست، شخصے از ملازمان فرنگی حاضر بود عرض نمود کہ انگریز صنعتی مہیا ساختہ اند کہ آب فی الفور در ظرف منجمد میگردد لکن بر آن مبلغها بسیار خرچ می شوند، حضرت ایشان صنعتی جدیدہ فرمودند کہ ماہم برای سرد کردن آب صنعتی پیدا کردہ ایم کہ بر آن چیزی خرچ نمیشود، بیکی از حاضران میگوئم کہ دو صد ضرب الا اللہ ہمراہ باد کش بر آب بزند ہمو نوقت آب خنک میگردد، پس بحضرت صاحب خواجہ حسن چشتی مودودی فرمودند کہ بر این آب موجودہ جہراً و قوۃً بطور حضرات چشت ضرب کلمہ ہمراہ باد کش بزن فی الحال آب سرد شد۔

یک روز غلام در حلقہ فیض علقہ نشستہ بود کہ حضرت ایشان بیکی از درویشان متوجہ شدہ فرمودند کہ امروز مخلصی مارا گفتہ فرستادہ است کہ برائے من ماہی بریان کنایندہ بفریسند درین وقت ماہی از کجا پیدا شود، دیری نگذشتہ بود کہ شخصے ماہی کلان تازہ پیش حضرت آورد، حضرت متوجہ بہمہ مریدان شدہ فرمودند بہ بینید عنایت خداوندی را کہ ہر دم شامل حال من است،

خواہش ماہی کردم فی الحال فرستاد، پس بحکم واما بنعمۃ ربك  
فحدث باظهار نعم الہی زبان کشادند، شخصی بود منکر مایک روز  
آنکس سخاوت نمود و بعلماء و فقرا بسیار مبلغ بخشش کرد و  
بحکم عناد و انکار بفقیر چیزی نہ فرستاد من شکستہ خاطر بجناب  
الہی عرض نمودم کہ خداوند اگر او مرا محروم کرد، تو محروم مساز  
دیری نگذشتہ بود کہ یک کس صرہ صدر و پپہ پیش من نہاد۔

روزی بتاریخ بیست و سوم ماہ رمضان مبارک وقت توجہ  
عصر غلام حاضر محفل منیف گردید از سبب حرارت روزہ چنان  
ضعف استیلا یافته بود کہ قوت جلوس و تکلم نداشتند، فرمودند  
کہ در روز قیامت ثواب این دوروزہ اخیرہ از جناب الہی ثواب جمیع  
روزہ امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از زمانی کہ فرض  
شدہ اند تا این زمان خواہم طلبید، دریں اثنا شخصی نو دروپیہ نذر  
حضرت آورد، اول زکوٰۃ آنها حساب کردہ ادا نمودند، بعد از ان  
باقی را در فقرا تقسیم کردند، پس حمد و مدح جناب الہی آغاز  
نہادند و فرمودند سبحان اللہ زبی منعم بلا علة و معطی بلا منته کہ  
من لاشیی ناچیز را کہ نہ تعوید دارم ونہ طومار ونہ از نواسگان  
حضرت شیخ عبدالقادر ونہ از پسرگان خواجہ قطب الدین چنین  
عزیز گردانید آری داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت  
داد اوست۔

روزی یکی از مریدان حضرت ایشان کہ صاحب کشف بود  
فرمود کہ من می بینم کہ فرشتہ ہا آسمان حلقہ بستہ منتظر توجہ

حضرت نشسته اند۔

روزی بعد از عصر بندہ حاضر شد، فرمودند فیض مابدیہی  
شده است کسی منکر آن نمی تواند شد مگر بطریق مکابره و عناد،  
باطراف بعیدہ فیض ما رسیده است در حضرت مکہ معظمہ حلقہ  
مامی نشیند و در حضرت مدینہ منورہ حلقہ مامی نشیند، در بغداد  
شریف و در روم و در مغرب حلقہ مافی نشیند و بطریق مطائبہ  
فرمودند بخارا خود خانہ پدر ما است۔

روزی حضرت ایشان فرمودند کہ بعضے مردم میگویند کہ از  
بخت خواجہ عبدالباقی بود کہ حضرت مجدد مرید ایشان شدند و از  
بخت حضرت مجدد بود کہ حضرت سید آدم بنوری مرید ایشان  
شدند و من میگویم کہ از بخت من است کہ مولانا خالد مرید من  
شد۔

روزی بعد العصر غلام حاضر شد یکی از نو مریدان حضرت  
آمد، عرض نمود کہ در خواب دیدہ ام کہ در بیابان میروم کہ نیمہ آن  
بگرد و غبار و ظلمت پر است و نیمہ دیگر روشن و بی گرد، طرف  
روشن میروم در راہ یکی حجرہ دیدم کہ نیمہ آن سیاہ است و نیمہ آن  
روشن، در آن داخل شدم ناگہاں یکی دیوار گراں بر پشت من افتاد  
چنان عاجز گشتم کہ جنیدن ہم نتوانستم دل بر ہلاک نہادم، یکی  
بر سرم آمد و گفت پیر خود را یاد کن من باواز بلند گفتم یا پیر  
غلام علی، فی الحال دیوار از پشت من دور شد و من سلامت  
برخاستم، فرمودند کہ بیابان بدن است و حجرہ دل است و در دل

دو خانہ است یکی خانہ دیو کہ تاریک است دیگر خانہ فرشته کہ روشن است و بارگراں کہ بر پشت افتادہ بود غفلت و کدورت بود ان شاء اللہ تعالیٰ بتوجہ دور خوابد۔

شبہی این احقر خواب دید کہ من بر چار پائی غلطیدہ ام و حضرت عمی و شیخی رحمۃ اللہ علیہ پہلوی من نشستہ اند من از کثرت خواب پیش ایشان شکوہ میکنم، ایشان می فرمایند غم مخور کہ در ذات می خسبی یا مثل این لفظ و اشارہ بمابین السماء والارض نمودہ، فرمودند کہ این ہمہ ذات است، این خواب پیش ایشان عرض نمودم، فرمودند کہ از قبیل مبشرات است و نیک مبشرہ، اما جانی باید کند کہ از گوش باغوش رسد

روزی بندہ وقت توجہ بعد از عصر حاضر شد، سخن در تاثیر لقمہ افتاد، فرمودند کہ تاثیر لقمہ شبہ تا تحلیل شدن می باشد و تاثیر لقمہ حرام تاسہ روز، فرمودند کہ امروز طعام از خانہ بیگانہ آمدہ بود، یک دو لقمہ خوردیم چنان باطن متکدر شد کہ ہر چند باستغفار و اذکار و تلاوت کلام اللہ پرداختیم، مندفع نگردید، بعد از تحلیل اندفاع یافت، فرمودند مردمان الوان اطعمہ می آرند و تصدیعہ بنان خوردن می دہند اگر نخوریم دل ایشان شکستہ می شود و اگر بخوریم دل ما متکدر می گردد چہ کنیم و فرمودند کہ طعام ما از بازار خریدہ می شود، اینقدر است کہ روبروی ما پختہ می شود بتاثير توجہ ظلمت آن دور میگردد و کیفیت دیگر پیدامی کند

مجنون بخیال زلف لیلی در دشت  
در دشت بجستجوی لیلی میگشت  
میگشت بدشت و بر زبانش لیلی  
لیلی می بود تا زبانش می گشت

و آنکہ معتقدان و وحدت وجود دعوی اجماع اولیاء اللہ بر آن می کنند ممنوع است، چہ از متقدمین حضرت مقبول سبحانی علاء الدولہ سمنانی و از متاخرین امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہا مخالف ایشان اند و ہزاران ہزار اولیای کبار متابعان و متقلدان این بر دو شیخ اند، پس حجت اجماع منخرق شد و از کلام فیض نظام امام الانام حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم تصریح بوحدت وجود معلوم نمیشود بلکہ خلاف آن مفہوم میشود کہ فرمودہ اند، بلغزید حلاج و نبود در زمان او کسی کہ دستگیری او کردی اگر در زمان من بودی ہر آئنے دستگیری او کردی یعنی او را ازین حال بحال فوق تر از او برد، می میگوید جامع ملفوظات رزقہ اللہ و وصول الی الذات کہ عارف کامل صادق المقالہ حضرت شاہ محمد فاضل ساکن بلدہ وٹیالہ کہ اکثر از روحانیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تربیت یافتہ اند و از عاشقان سرشاران آنجناب اند در رسالہ نوریہ آورده اند کہ حکم بوحدت وجود سکری است نہ صحوی کہ آنانکہ واقع اند در حکم کردن بوحدت وجود بنا بر آنست کہ بسبب سکر و غلبہ حال فرق نتوانستند کرد، در میان عدم و اختفا و اما آنکہ بمرتبہ صحور رسیدہ

است، پس فرق است و فرمودند یاد در این تحقیق را کہ از خلص  
رحیق شیخ اجل حقیق است یعنی حضرت غوث الثقلین، فتدبر  
ولا تکن من القاصرین۔

روزی فرمودند شخصی را مرض لقوہ شدہ بود توجہ برای  
دفع مرض او نمودیم، پس مرض او راجع بہا شد، آنگاہ عذار مبارک  
متاثر گردید و قدری اثر بر چشم ہم بہت، آنگاہ فرمودند کہ توجہ  
برای ازالہ مرض برسہ قسم است یکی آنکہ مرض را بر خود گیرد،  
مولانا عبدالرحمن جامی مرض معشوق بر خود گرفتہ اند و بہمان  
مرض انتقال فرمودہ اند، دوم آنکہ آن مرض را بر چیزی دیگر اندازو  
سیوم آنکہ بہمت آن مرض را دفع نماید، فرمودند در بہمت و توجہ  
برای دفع مرض از رجوع بر خود بسیار می ترسم اما فی الجملہ اثر آن  
میشود و فرمودند بہمت خواجگان عجب تاثیر با دارد و در طریقہ  
ایشان دعوت اسماء نیست برای حوائج دینیہ و دنیویہ ہمت میکنند  
می بر آید۔

روزی آفتاب بحالت غروب رسید خواجہ احرار ولی نماز عصر  
نگذارده بود، بہمت او را بلند ساختند و غروب شدن ندادند، وقتی کہ دل  
ایشان خواست او را گذاشتند ہموں وقت جهان تاریک گردید۔

روزی این احقر وقت چاشت از حضرت ایشان حدیث بخاری  
میخواند، چون باین حدیث رسید قال ضمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم وقال اللہم علیہ الكتاب (۱) یکبار حضرت در عالم

(۱) یہ حدیث بخاری شریف ۱/۲۹۰ بہ بعد اور دیگر کتب حدیث میں بھی درج ہے (موسوعۃ اطراف



استغراق رفتند، بعد از زمانی سر مبارک برداشته فرمودند هیچ دانستید که مادر چه کار بودیم گفتیم و الله اعلم، فرمودند بمجردیکه شما این حدیث خواندید مادر حضرت مدینه معظمه رفتیم، لائق تو سل بجناب رسول مقبول صلی الله علیه وسلم نمودیم، خاک زمینی که آنحضرت صلی الله علیه وسلم بارها بران بقدم شریف رفته اند وسیله کردیم و دعا کردیم اللهم علمنی الكتاب بحرمة هذا لتراب، پس بردو دست برداشته دعا کردند، بعد از فراغ دعا فرمودند که دعا برای شما کرده ایم حق سبحانه از ان فیض نصیبی عطا فرماید، الحمد لله والحمد لله رب العلمین و صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه واحبابه اجمعین

اما بعد پس می گوید فافهم غبی فقیر غلام نبی احمدی حنفی للهی عفی عنه که چون جامع علوم ظاہر و باطن محیی سنن نبویه قیم طریقہ احمدیہ قطب العارفین غوث السالکین مرشدنا و ہادینا الشیخ غلام محی الدین قصوری رحمۃ الله علیہ چهل روزه ملفوظات پیر دستگیر خوداعنی قبلۃ المحققین کعبۃ المدققین ہادی الامم شیخ العرب والعجم مظهر کمالات خفی و جلی مرشد مرشدنا شاہ عبداللہ المشہور بشاہ غلام علی رحمۃ الله تعالی علیہ وقت تحصیل علم تصوف بر پرچہ ہای متفرقہ مسودہ فرمودہ بودند و اتفاق تالیف و نظر ثانی از آن واقف اسرار سبحانی نیفتاد، این لاشی گمنام بارہا برای نظم آن لالی منشورہ عرضداشت حضور نمودم لیکن بسبب امور ضروریہ دینیہ حصول این مامول در پردہ تعویق افتادہ بود

حتیٰ کہ ازین دار پر ملال انتقال فرمودند اناللہ وانا الیہ راجعون، پس  
 لا جرم ردای مایوسی بردوش کشیده خود نظر بدرجات آخرویہ  
 نموده، بحسب صوابدید حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب  
 سلمہ اللہ تعالیٰ وبتکرار استخارہ مسنونہ مسودہ معہودہ را بجد تمام  
 و وجہہ مالا کلام ازاں پرچات کہ درین زمان بسبب مضمی مدت  
 مدیدہ کهنہ وپاریدہ شدہ بودند بہ ترتیب لائق و ترکیب فائق نقل  
 برداشتم ودر اثنای این تالیف یکدوبار خوشوفتی و امداد آن  
 حضرت درین باب در خواب مشاہدہ گردید، فجاء بحمد اللہ کنزاً  
 مدفوناً من جواهر الفوائد و بجزاً مشحوناً من دار الفرائد و در بعضی  
 جای کہ بسبب پاریدگی فکر فاطر فقیر بآن نہ رسیدہ فرجہ گذاشتہ  
 شد، شائد کہ حکیمی از حکمای دینی بسر وقت آن رسیدہ درست  
 نماید و صواب جمیل و اجر جزیل از جناب رب الجلیل بیابد و ما  
 توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

## ماخذ مقدمہ و حواشی

### مخطوطات:

- ۱..... امام الدین کھوٹکی: مقامات طیبین ۱۳۰۸ھ، مخزنہ کتابخانہ خانقاہ للہہ شریف، جہلم
- ۲..... غلام حسن: بیاض مولانا غلام حسن مرید مولانا غلام نبی للہی، مخزنہ کتابخانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور
- ۳..... شاہ غلام علی دہلوی: احوال بزرگان۔ مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور
- ۴..... ایضاً: رسالہ درذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد الف ثانی، بہ تقابل نسخہ دیگر از مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محترمہ پاشاہ بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امر و ہوی، اسلام آباد
- ۵..... گول، شیخ بہلول برکی جالندھری: فوائد الاسرار فی رفع الاستار عن عیون الاغیار، مخزنہ لیاقت میموریل پبلک لائبریری، کراچی
- ۶..... محمد اقبال مجددی: مقامات شرافت (سخنان، مکاتیب و تحریرات متفرقہ) حالاً مشمولہ تذکرہ شرافت نوشاہی، مطبوعہ اسلام آباد
- ۷..... مجہول الاسم: رسالہ مسائل فقہ، مملوکہ جی معین الدین صاحب، لاہور
- ۸..... غلام محی الدین قصوری مولانا: مکاتیب طیبہ جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۹..... ایضاً: غلام محی الدین قصوری مولانا: رسالہ علم میراث، بخط مصنف، مخزنہ کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان، اسلام آباد

۱۰..... غلام محی الدین کنجاہی بن مولوی محمد صالح: مجمع التوارخ، مملوکہ محمد اقبال مجددی  
۱۱..... محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، بخط مصنف، مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۲..... مجہول الاسم: رسالہ درحالات حضرت شیخ محمد عابد سنائی، قلمی

۱۳..... محمد عابد سنائی، شیخ: چہل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی (انتخاب) بادیاچہ مولوی نعیم اللہ بہڑا پٹھی، قلمی ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی۔ دانش گاہ پنجاب، لاہور نمبر ۸۶۸/۳۹۰۱

۱۴..... محمد امین بدخشی: نتائج الحرمین، قلمی، مخزنہ کتب خانہ مدرسہ رفیع الاسلام، بھانہ ماڑی، پشاور

۱۵..... محمد صادق: کلمات الصادقین، تصنیف ۱۰۲۳ھ، قلمی مملوکہ پروفیسر قریشی احمد حسین احمد صاحب، گجرات

۱۶..... موسیٰ خان دہ بیدی: نوادر المعارف، قلمی مملوکہ حاجی ملا عبدالغنی، قندھار  
۱۷..... شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری: لباس برہنہ (تلخیص فتاویٰ برہنہ) تصنیف مولوی نصیر الدین لاہوری، قلمی، مملوکہ مولانا محمد طیب ہمدانی، قصور

### مطبوعات عربی

۱۸..... عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ۸ جلدیں، دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد، دکن ۱۹۶۲-۱۹۷۰ء

۱۹..... محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی: البہجۃ السنیۃ فی آداب الطریقہ

الخالدیہ، مصر ۱۳۱۹ھ

۲۰..... علامہ شامی: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی.

مشمولہ رسائل شامیہ، سہیل اکیڈمی، لاہور

۲۱..... محمد زاہد بن حسن الدوزجوی: ارغام الہرید ( فی شرح النظم

العتسید)، ترکی ۱۹۷۷ء

### مطبوعاتِ فارسی

۲۲..... شاہ ولی اللہ: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی،

ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۹ء

۲۳..... ظہور حسن: ارشاد المسترشدین (مناقب و معمولات سید حسن فاضلی)

مطبوعہ، مطبع اکبری، آگرہ، ۱۳۱۳ھ

۲۴..... شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقت، مطبع علوی ۱۲۸۴ھ (رسائل سبع

سیارہ)

۲۵..... رافت، رؤف احمد مجددی: در المعارف، ترکی، ۱۹۷۴ء

۲۶..... شاہ عبدالغنی مجددی: ضمیمہ مقامات مظہری، شامل بطور تکملہ مقامات مظہری،

مطبع احمدی، دہلی ۱۲۶۹ھ

۲۷..... غلام سرور، مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبع شمر ہند، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

۲۸..... شاہ غلام علی دہلوی: رسائل سبعہ سیارہ، مطبعہ، مطبع علوی ۱۲۸۴ھ

۲۹..... ایضاً: مکاتیب شریفہ، ترکی ۱۹۷۵ء

۳۰..... محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، اکمل المطابع، دہلی

۱۲۸۲ھ

۳۱..... عزیز اللہ عطاروی قوچانی: فہرست مخطوطاتِ فارسی مدینہ منورہ، تہران  
۱۲۷۵ھ

۳۲..... شاہ غلام علی: مقاماتِ مظہری، مطبع احمدی دہلی، ۱۲۶۹ھ

۳۳..... نعیم اللہ بہڑا پٹھی: معمولاتِ مظہریہ، مطبع نظامی، کانپور ۱۲۷۵ھ

۳۴..... دانش پڑوہ، محمد تقی: فہرست نسخہ ہای خطی دانش گاہ تہران، جلد ۱۳، تہران

۳۵..... تصدق حسین موسوی: فہرست مخطوطاتِ فارسی کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد،

دکن جلد اول

۳۶..... احمد منزوی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، شش جلد، تہران ۱۳۲۸ھ/

۱۳۵۳ش

۳۷..... غلام محی الدین قصوری مولانا: تحفہ رسولیہ، لاہور ۱۳۰۸ھ

۳۸..... سید محمد، حافظ، صاحبزادہ: بستانِ معرفت (حالاتِ حافظ عبدالرسول

قصوری) لاہور، ۱۳۰۳ھ

۳۹..... محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطاتِ شفیع (ڈاکٹر خان بہادر محمد شفیع)،

لاہور، ۱۹۷۲ء

۴۰..... تسبیحی، محمد حسین: کتابخانہ ہای پاکستان، اسلام آباد ۱۹۷۷ء

۴۱..... مظہر، جانِ جانان، میرزا: مکاتیبِ میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی، بمبئی

۱۹۶۶ء

۴۲..... رفعت جنگ معظم الدولہ: شجرہ آصفیہ مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری، دکن

۱۹۳۸ء

۴۳..... عماد الملک غازی الدین، نظام: مناقبِ فخریہ، دہلی، مطبع مجتہائی، ۱۳۱۵ھ



۴۴ ..... مظفر صدر: شرح احوال و آثار و افکار علاء الدولہ سمنانی،  
تہران۔

۴۵ ..... عبدالرحمن اسفرائینی و علاء الدولہ سمنانی: مرشد و مرید (مجموعہ مکاتبات مابین  
اسفرائینی و سمنانی) تہران، ۱۹۷۲ء

۴۶ ..... بدرالدین سرہندی، مولانا: حضرات القدس مرتبہ مولانا محبوب الہی، لاہور،  
محکمہ اوقاف، ۱۹۷۱ء

۴۷ ..... خیام پور، عبدالرسول: فرہنگ سخنوران، تبریز، ۱۳۴۰ ش

۴۸ ..... محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، لکھنؤ، ۱۳۰۷ھ

۴۹ ..... باقی باللہ، خواجہ: کلیات، لاہور، ۱۹۶۷ء

۵۰ ..... ایضاً: مشائخ طرق اربعہ، ناشر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، کراچی ۱۹۶۹ء

۵۱ ..... محمد رضا شیخ: ریاض الارواح غزنہ، کابل ۱۳۴۶ ش

### مطبوعات اُردو

۵۲ ..... رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ، اُردو ترجمہ مطبوعہ، لاہور (س۔ن)

۵۳ ..... رحمن علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند ترجمہ و حواشی محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱ء

۵۴ ..... خلیق احمد نظامی: ۱۸۵۷ء سے پہلے کے مشائخ دہلی، مقالہ مشمولہ تاریخی

مقالات، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۶۶ء

۵۵ ..... احمد خان، سرسید: آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء

۵۶ ..... زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر (احوال و معارف حضرت شاہ ابوالخیر

مجددی دہلوی)، دہلی ۱۳۹۲ھ

- ۵۷ ..... محمد معصوم، شاہ: ذکر السعیدین فی سیرة الوالدین، رام پور، ۱۳۰۸ھ
- ۵۸ ..... وحید، واحد علی: پشت نامہ ہسوہ، بہرائچ، ۱۹۲۹ء
- ۵۹ ..... غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر: لوائخ خانقاہ مظہریہ، حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۵ء
- ۶۰ ..... محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، لاہور ۱۹۷۲ء
- ۶۱ ..... غلام سرور لاہوری، مفتی: حدیقة الاولیاء تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، المعارف، لاہور ۱۹۷۵ء
- ۶۲ ..... محمد حسن کرپوری: حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مرادآباد ۱۳۲۲ھ
- ۶۳ ..... محمد شفیع: اولیائے قصور (یادداشتہائے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع دربارہ قصور)، لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۶۴ ..... غلام دستگیر قصوری: اباحت فریدکوٹ، مطبوعہ
- ۶۵ ..... شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح مولانا غلام محی الدین قصوری)، لائل پور ۱۸۶۶ء
- ۶۶ ..... مبارک علی شاہ: ذکر خیر (حالات مولانا شاہ عبدالحق محدث قصوری)، لاہور ۱۳۶۲
- ۶۷ ..... ابوالحسنات سید عبداللہ: گلزار اولیاء، حیدرآباد، دکن ۱۹۶۰ء
- ۶۸ ..... محمد حسن کرپوری: ملفوظات حضرت مولوی غلام نبی للہی، لاہور (س۔ن)
- ۶۹ ..... خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت، مطبوعہ بصورت عکس، اسلام آباد، ۱۹۷۵ء
- ۷۰ ..... بحر العلوم ملا عبدالعلی: رسالہ وحدت الوجود مترجمہ زید ابوالحسن فاروقی، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۷۱ء

- ۷۱ ..... خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۲۶ء
- ۷۲ ..... خلیق انجم: میرزا مظہر جانِ جانان کے خطوط، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۰ء
- ۷۳ ..... عبدالقادر رام پوری مولوی: علم و عمل (روزنامچہ) مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۰ء
- ۷۴ ..... محمد عالم شاہ فریدی: مزاراتِ دہلی (طبع دوم - سن - ن)
- ۷۵ ..... نساخ، عبدالغفور: سخن شعراء، لکھنؤ ۱۲۹۱ھ
- ۷۶ ..... شوق، احمد علی: تذکرہ کاملانِ رام پور، دہلی ۱۹۲۹ء
- ۷۷ ..... فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، لکھنؤ ۱۹۰۶ء
- ۷۸ ..... کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، لاہور ۱۳۳۵ھ (اردو ترجمہ) چاررکن (حصے)
- ۷۹ ..... محی الدین: دربار قادریہ فاضلیہ کا قرطاس التعارف، لاہور ۱۹۷۱ء (۱۹۷۸ء)
- ۸۰ ..... غلام نبی للہی، مولانا: مکتوباتِ اعلیٰ حضرت، اردو ترجمہ از عبدالرسول للہی، لاہور، ۲۰۱۳ء
- ۸۱ ..... محمد حسن بجنوری: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت للہی مرتبہ عبدالرسول للہی، لاہور (سن - ن)
- ۸۲ ..... عبدالرسول للہی: تاریخ مشائخ نقشبندیہ للہیہ، لاہور، ۲۰۰۷ء
- ۸۳ ..... ظفر احسن بہڑائی: آثار حضرت مرزا مظہر جانِ جانان شہید، بہڑائی ۲۰۱۵ء

عکسیات

## فہرست عکسیات

صفحہ

- ۱۔ سند بخاری شریف برائے خواجہ غلام محی الدین قصوری  
۲۷۳ بخط حضرت شاہ عبدالعزیز محدث
- ۲۔ خودنوشت تحریر حضرت قصوری، جس میں آپ نے طریقہ قادریہ  
اور مکتوبات امام ربانی کے معارف اپنے چچا حضرت شیخ محمد قصوری  
۲۷۵ سے اخذ کرنے کا ذکر کیا ہے۔
- ۳۔ رسالہ علم میراث تصنیف و کتابت خواجہ قصوری  
۲۷۶
- ۴۔ ملفوظات چہل روزہ، خطی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ  
۲۷۷
- ۵۔ تفسیر حسینی، حواشی خواجہ قصوری  
۲۷۸



سند بخاری تالیف  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی من لا ینبغی  
 الذم منہ تسبیح المذنبین وعلی آلہ واصحابہ الطاهرات  
 اجمعین بعد منہودین شعبین عبد العزیز وھدایت  
 علی اللہ عنہم کہ مولوی محمد علی الدین صاحب  
 احادیث احوالک وعلوم احادیثک وعلوم  
 انعامک لیسرط مرآت لیلک ولیلک ولیلک ولیلک  
 ولیلک ولیلک ولیلک ولیلک ولیلک ولیلک  
 کلام محمد وادوم ولسن لک انک ولیلک ولیلک

۱- سند بخاری تالیف بخط حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی بمقتضی امر آقا ابوبکر انور صاحب ۱۲۹۳ھ



حدیث صحیح بخاری است کہ ستر در دم و سدرہ مندر

احدنا سنجنا و اسنادنا و الوفا الشیح ولی اللہ

عن النبی محمد بن عبد الرحمن الہمدانی قال احبنا سنجنا

ابو طام محمد بن ابراہیم اللہدی المدنی قال احبنا

الی قال بالاحمد الثانی قال نا احمد الشافعی

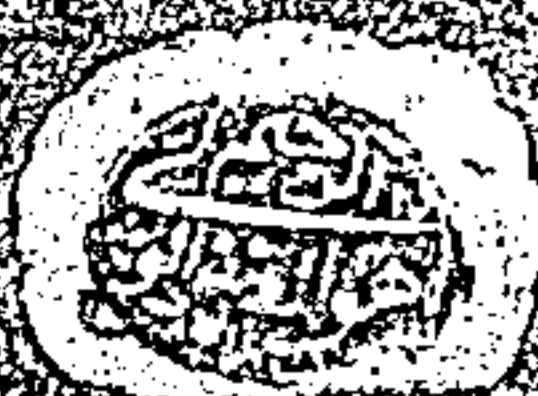
نا الشافعی الہمدانی قال نا الہمدانی قال نا الحافظ ابن حجر

العسقلانی نا البرهان ابراہیم الشافعی نا احمد بن

نا الترمذی نا الحسنی الزینبی نا ابو الوفاء السجستانی نا اللہدی

نا الحموی نا الہمدانی نا الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن

سعیل البخاری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کا در الضعاف سوکالان جمل و کورہ صہ طرہ از خویش تبت و نعمت و نعمت  
 بنی آدم موبت زہلوات ذالک تبت جہت بر کفر مہانت سرور کائنات ہر  
 ہزار و ہزار جہت و جہت لولاک لہفت الافلاک مکررین  
 در ذیل ایضا اولیٰ سہ سون اند واقف بدان خود اند اما بعد مکتوب فقیر غلام محمد علی  
 بن علی در ایضا و شرح جہت جہد و القہر تا بہ ہر کس العیانت و جہد با قہر و عینہ  
 تبت جہت جہت ہر سہ سون و جہت لولاک لہفت الافلاک مکررین  
 قبل الاطاب العاہل بالغ و الکتاب المہاجر فی سبیل اللہ الفہم فی البدایہ النہج  
 المہاجر فی سبیل اللہ الفہم فی البدایہ النہج علی راسہ من الایام اللہ  
 مکررین و از کتاب شیخ زبانی قوم راہی جہت جہد الفہم بہ ہر مکررین

۲۔ خود نوشتہ مولانا غلام محمد الدین قصوری "حسن میں انہوں نے طبعی مادریہ اور  
 مکتوبات حضرت محمد الفاتمی" سے معارف اپنے چچا حضرت شیخ محمد قصوری سے اخذ کرنا کا ذکر  
 کیا ہے۔ - ابن نوشتہ مولانا قصوری - مملوک محمد اقبال قصوری

والرثة فيها لم قبل اللحق عند جمع اصحابنا رحمهم الله  
 وكما مما بعده في بالاجماع وكلامها لا يزال من احد  
 الا اذا اراد اهل قرية ولا سيما مسلم واذا اراد غير  
 وعند عدم العلم بمفقو واذا لم يعلم تقدم موت احد  
 من جماعة جعلوا لهم يوما معا وقال كل لورثته  
 وهو الجنة وعنده الفتوى في احوالهم على اللغاة والاداء  
 وعلى رسول الله صلى الله عليه وسلم واوولهم من اللذون والاداء

كاتب الحروف ومحرر لفظه سلطان المكي اذ في المذنبين في الفجر المحقق  
 فقدم محي الدين ابن حجاب السمرق والصفاء الموصوف لصفته  
 لاداء يفتوا والحقبة التي في المصطفى الحق والحق بالحق  
 في العلم والحق والحق والحق والحق والحق والحق والحق والحق  
 والحق والحق والحق والحق والحق والحق والحق والحق والحق

۳- رسالة في علم ميراث تصنيف وكتاب  
 مولانا غلام محي الدين قصوري  
 جلد ۱۰ حاکم بيد ارشاد حسين - قصور

تمام شد نسخہ متبرکہ مہجورہ ملفوظات چہل روزہ حضرت مرشد مرشد  
 مرشدنا عنہ واقف اسرار خفیہ و جلیق قطب اللدقطناب حضرت  
 شاہ حکیم الامت المشتمل بقلام علی صاحب و ہر وی حکمت اللہ تعالیٰ علیہم یقوم  
 عام رقم مفتقر الی عباد الرحمن منیدہ محمد ابراہیم عنہ یتا بہ ۱۲۰۰  
 محرم الحرام ۱۳۱۰ روز و شبینہ و ربیعہ اللہ تخصیل منیدہ  
 داود خان ضلع جہلم

۲۔ ملفوظات شریفہ کے خطی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ کے آخری ورق کا عکس



تفسیر حسینی، حواشی خواجہ قصوری



کتابمیں تصدیق کرنے پر اسے جبرائیل بوحی الہی بھی کر دے گا جو کہ جبرائیل علیہ السلام سے ہے۔ اس کا بیان در حدیث ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

اس زمانے میں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔ اس کا بیان در حدیث ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

دو امام عہدیت تھے وہما طعن کہ بریدیں مسیحا رطلیہ و پوسطنیہ تھیں یعنی دیکھو یہ بتا رہے ہیں کہ مسیحا آئے ہیں۔

جو کہ پہلے ہو حضرت موسیٰ بن جعفر نے کہا تھا کہ اس کا حال مایوس و مایوسہ و مایوسہ و مایوسہ ہے۔

اسم دروازہ خود دیدہ ہے اور وہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور ان کی کوئی اور نہیں ہے۔

تاکہ غیر ان میں سے کسی کو بھی کہتے ہیں کہ میں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

کہ عمل صحابہ و اولاد انہیں کیا اور انہیں ان کا عبادت و تکریم پر اس میں ضرور کا جو اور ان کی راہی فرمایا ہو۔

مقتضی عمل مکنہ کہ باہر ان حضرت داتا گھڑت علیہ السلام نے عمل فرمایا اور ان کے تکریم پر اس میں ضرور کا جو اور ان کی راہی فرمایا ہو۔

عنا ابی در سند علی اللہ علیہ السلام  
 قال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم ارادت از حضرت علیہ وسلم  
 ہوا و پندرہ گونہ میں علیہ وسلم  
 روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے اور  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور  
 فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

اس کا بیان در حدیث ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

دو امام عہدیت تھے وہما طعن کہ بریدیں مسیحا رطلیہ و پوسطنیہ تھیں یعنی دیکھو یہ بتا رہے ہیں کہ مسیحا آئے ہیں۔

جو کہ پہلے ہو حضرت موسیٰ بن جعفر نے کہا تھا کہ اس کا حال مایوس و مایوسہ و مایوسہ و مایوسہ ہے۔

اسم دروازہ خود دیدہ ہے اور وہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور ان کی کوئی اور نہیں ہے۔

تاکہ غیر ان میں سے کسی کو بھی کہتے ہیں کہ میں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس سے لے کر آؤ۔

کہ عمل صحابہ و اولاد انہیں کیا اور انہیں ان کا عبادت و تکریم پر اس میں ضرور کا جو اور ان کی راہی فرمایا ہو۔

مقتضی عمل مکنہ کہ باہر ان حضرت داتا گھڑت علیہ السلام نے عمل فرمایا اور ان کے تکریم پر اس میں ضرور کا جو اور ان کی راہی فرمایا ہو۔

# تفسیر حسینی

## جلد اول تفسیر

### پہلی تصنیف علامہ حسینی

#### الحق الحق الحق الحق

##### الکاشفی علیہ السلام

## ضمیمہ

نوشتہ ڈاکٹر عارف نوشاہی

شاہ غلام علی دہلوی مجددی کے ملفوظات (۱)

ایک نو دریافت مجموعہ

حضرت میرزا مظہر جانا جانان (شہادت ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے جانشین  
حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی (۱۱۵۶-۱۲۴۰ھ/۱۷۴۳-۱۸۲۴ء)  
کے ملفوظات پر مبنی دو مجموعے ملتے ہیں:

۱..... درالمعارف مرتبہ شاہ رؤف احمد رافت مجددی، جس میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ/  
۱۸۱۶ء سے یکم شوال ۱۲۳۱ھ تک کی مجالس کے تاریخ وار ملفوظات درج ہوئے ہیں،  
آخر میں کچھ ملفوظات بلا تاریخ بھی تحریر ہوئے ہیں، جس میں بعض فرمودات جمادی  
الثانی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء کے ہیں یہ مجموعہ ملفوظات متداول ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکا  
ہے، ایک قدیم اشاعت مطبع نادری، بریلی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء کی ہے۔ (۱)

۲..... ملفوظات شریفہ مرتبہ مولانا غلام محی الدین قصوری (۱۲۰۲-۱۲۷۰ھ/  
۱۷۸۷-۱۸۵۴ء) یہ ملفوظات تقریباً ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں مرتب ہوئے اور بہ  
اہتمام محمد اقبال مجددی صاحب مع اردو ترجمہ از اقبال احمد فاروقی صاحب مکتبہ نبویہ،  
لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئے (۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے سوانح

(۱) ماخوذ از نقد عمر (مجموعہ مقالات ڈاکٹر عارف نوشاہی) مطبوعہ اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور ۷۰۵



نگاروں نے ملفوظت کے انہی دو مجموعوں کا ذکر کیا ہے، مولانا قصوری کا مجموعہ چوں کہ درالمعارف کے بعد ملا اس لئے محققین نے اسے ”نودریافت“ قرار دیا (۳) اب ہمیں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا تیسرا مجموعہ دستیاب ہوا ہے جس کا ذکر نہ تو پہلے کہیں پڑھنے میں آیا اور نہ اس کا نسخہ کہیں پایا گیا، محبی پروفیسر ڈاکٹر غلام معین الدین نظامی صاحب (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ فارسی پنجاب یونیورسٹی اور نیشنل کالج، لاہور) نے ایک قلمی مجموعہ رسائل جس میں شاہ غلام علی دہلوی کا وہ مجموعہ ملفوظات بھی شامل ہے۔ جس کا ذکر ہم آئندہ سطور میں کریں گے۔ مجھے ۲۰۰۲ء میں مرحمت فرمایا جواب میرے ذخیرہ مخطوطات میں شمارہ ۸۶ کے تحت داخل ہے۔

### ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی

یہ پیش نظر مجموعہ رسائل کا دوسرا رسالہ ۱۳ صفحات میں ہے اور اس مجموعہ کے بقیہ رسائل نقشبندیہ کا ہم قلم نسخہ ہے، یہ مجموعہ ملفوظات بھی شاہ رؤف احمد رافت مجددی (وفات ۱۲۴۹ھ؟) کا جمع کردہ ہے اور درالمعارف سے بعد کا کام ہے، دیباچے میں لکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) میں اپنے مرشد حضرت عبداللہ دہلوی معروف بہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کی تدوین سے فارغ ہوئے (۴) تو اس کے بعد آنجناب نے انہیں خلافت سے مشرف فرما کر مالوہ کی طرف رخصت فرمایا، اس سفر سے واپسی کے بعد جب وہ دوبارہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پھر یہ خیال دل میں گذرا کہ ان کی زبان سے معارف کے جو موتی جھڑتے ہیں، انہیں کتابی صورت میں جمع کر دینا چاہئے لیکن حلقے اور مراقبے کے باعث کوتاہی ہوتی رہی آخر ان کے سات روزہ ملفوظات جمع کر دیئے (۵) یہ سات روزہ مجالس سہ شنبہ (منگل) ۲۵ ربیع الآخر ۱۲۳۶ھ سے شروع ہو کر دو شنبہ (پیر) ۲ جمادی الاول ۱۲۳۶ھ تک

مسلسل ہیں، مرتب نے پہلی مجلس کا دن، مہینہ اور سال لکھا ہے، لیکن باقی چھ مجالس کا صرف دن اور ماہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے، چونکہ دیباچے میں وضاحت کر دی ہے کہ یہ ”تقریرات ہفت روزہ“ ہیں، اس لئے باقی مجالس کے ساتھ سال لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور معلوم ہے کہ تمام ملفوظات ۱۲۳۶ھ سے متعلق ہیں:

یہ مجموعہ بھی اسلامی حقائق و معارف کے بیان میں ہے، ہم یہاں ساتوں مجالس کے مضامین کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

**مجلس اول:** آیت ”و فی انفسکم افلا تبصرون“ کی تفسیر

**مجلس دوم:** شاہ ابوسعید (مجددی) کی مجلس میں آنے والی ایک عورت کا واقعہ جو کہتی تھی کہ خدا کے فریادی ہیں، مسئلہ رفع سبابہ پر رائے، نسبت ”یادداشت“ کی نقشبندیہ میں اہمیت، صفات سلبیہ کا بیان، کلمہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کے ورد کی خاصیت کا بیان۔

**مجلس سوم:** دلِ سالک پر فیض الہی کے نزول کی کیفیت کا بیان، مکتوباتِ حضرت مجدد کے ایک ٹکڑے کی وضاحت کہ افعال اختیار کرنے کا حق آدمی کو دیا گیا ہے۔

**مجلس چہارم:** جب سینہ کھل جائے تو اعتقادات میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ عذابِ قبر کا بیان، حدیث ”من راءنی فقد راء الحق“ کی صحت کا بیان۔ حضرت میرزا مظہر جانجاناں کا اپنے شیخ طریقت شیخ محمد عابد (سنامی، متوفی ۱۱۶۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہء قادریہ میں بیعت ہونے کی درخواست کرنا اور شیخ عابد سنامی کا مراقبے میں جا کر میرزا مظہر جانجاناں کو شیخ عبدالقادر جیلانی سے خرقہ دلوانا۔

**مجلس پنجم:** مرتب ملفوظات نے شاہ غلام علی سے عرض کیا کہ آنجناب نے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ اور حضرت میرزا صاحب قدس سرہ کے احوال پر جو رسالے تصنیف کیے ہیں (۶) وہ لکھوا کر مالوہ کی طرف بھجوائے جائیں کیوں کہ مولوی ضیاء الدین

بھوپالی اور اس علاقے کے دیگر دوستوں نے جو مرتب ملفوظات سے فیضیاب ہوئے تھے، ان سے ان رسائل سے متعلق اشتیاق ظاہر کیا تھا اور بار بار درخواست کی تھی، پیرانِ نقشبندیہ اور پیرانِ جنیدیہ کا تقابل۔

**مجلس ششم:** مراقبہ معیت کے وقت کا تعین (سب سے مختصر مجلس ہے)۔

**مجلس ہفتم:** شاہ غلام علی دہلوی کا فضیلت بشر بعد از انبیاء کا عقیدہ اور اہل بیت کے ساتھ ان کی محبت کا انداز جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے تصور میں جب طواف کعبہ کرتا ہوں تو وہاں سے مدینہ منورہ حاضر ہو کر (آنحضرت پر) قربان ہوتا ہوں، وہاں سے حضرت امام حسین کی مرقد مطہر پر کر بلا میں حاضر ہوتا ہوں اور عرض کرتا ہوں اے کاش میں بھی اس وقت ہوتا اور اپنا سر آنجناب کے ساتھ ہو کر آپ کا مقابلہ کرنے والوں سے مقاتلہ کرتے ہوئے کٹا دیتا۔

اس قلمی نسخے کے کاتب نے ملفوظات نقل کرنے کے بعد ترقیے کے مقام پر یہ عبارت لکھی ہے: ”نقل از رسالہ احوال خود تصنیف حضرت مولانا رؤف احمد مجددی نسباً و طریقتاً از خلفای حضرت قیوم زمان المسمیٰ بعبد اللہ المعروف غلام علی شاہ“ (ص ۱۳)

شاہ رؤف احمد مجددی نے اپنے خودنوشت حالات جو اہر علویہ میں لکھے ہیں: جس میں مشائخ نقشبندیہ کے بالعموم اور شاہ غلام علی دہلوی کے بالخصوص حالات اور ملفوظات نقل کئے ہیں، جو اہر علویہ شاہ رؤف احمد نے تقریباً ۱۲۳۴-۱۲۴۰ھ / ۱۸۱۹-۱۸۲۴ء میں مکمل کی، یہ کتاب (فارسی) تا حال شائع نہیں ہوئی، اس کا ایک قلمی نسخہ آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے (۷) اور اس کا عکس ابوالحسن زید فاروقی صاحب، چتلی قبر، دہلی کے ہاں دستیاب ہے، جو اہر علویہ کی ایک تلخیص معہ اضافات شاہ عبدالغنی مجددی (م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) نے تیار کی تھی جو

مقامات مظہری کے تکملہ کے طور پر پہلے ۱۲۶۹ھ میں مطبع احمدی، دہلی سے اور بعد میں مقامات مظہریہ، طبع حقیقت کتابوی، استنبول، ۱۹۹۰ء کے ساتھ صفحات ۱۵۸-۲۰۲ میں شائع ہوئی (۸) اس فارسی تلخیص و تکملہ کا اردو ترجمہ محمد اقبال مجددی صاحب نے کیا ہے جو ان کے مقامات مظہری کے دونوں ایڈیشنوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ جوہر علویہ کا ایک غیر مربوط اردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کا جوہر در احوال حضرت مجدد کنز الہدایات کے ساتھ شائع کیا تھا۔ (۹) جوہر علویہ کی مذکورہ بالا فارسی تلخیص اور ملک فضل الدین کے اردو ترجمے سے ہم نے اپنے مجموعہ ملفوظات کا تقابل کر لیا ہے، یہ دو مختلف کتابیں ہیں:

## حواشی

(۱) محمد اقبال مجددی، مقدمہ ”مقامات مظہری“ تالیف حضرت شاہ علی دہلوی، اردو

سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، طبع دوم، ص ۱۶۹

(۲) ایضاً، ص ۱۶۹-۱۷۰

(۳) ایضاً، ص ۱۷۰

(۴) یقیناً یہ درالمعارف کی تدوین کی طرف اشارہ ہے کیوں اسی مجموعے میں

۱۲۳۱ھ کی مجالس کے ملفوظات ہیں۔

(۵) شاہ رافت کی اپنی عبارت یہ ہے اور یہی زیر نظر مجموعے کا ابتدائی بھی ہے:

”بعد حمد و صلوة فقیر رؤف احمد مجددی جعلہ اللہ سبحانہ لذاتہ

گزارش می نماید کہ چون در سنہ یک ہزار و دو صد و سی و دویم

(۱۲۳۲) سعادت تالیف ملفوظات حضرت پیر دستگیر قیوم زمان

قطب دوران مرشدنا و امامنا حضرت عبداللہ دہلوی معروف

حضرت شاہ غلام علی مدظلہ العالی حاصل نمودم بعد ازان،

آنجناب این بندہ گندہ را مشرف بخلافت فرمودہ برائے ترویج

طریقہ بطرف مالوہ رخصت نمودند بعد از مراجعت از آن سفر

چون حاضر حضور شد باز بخاطر ریخت کہ چندی از دررغرر

معارف کہ از زبان گوہر فشان حضرت ایشان میریزند، در رشتہ

تحریر انتظام دہم و کتابی دیگر جمع نہایم بسبب عدم فرصت از حلقہ

و مراقبہ مقصر این امر ماندم، آخرش چندی از تقریرات ہفت روزہ رشحہ ای از آن سحاب و نفعہ از آن گلستان برای شاداب ساختن کشت قلوب طالبان صادقان و معطر نمودن دماغ صوفیان صوفیان در سلک تحریر در آوردم“ (ص ۲-۳)

(۶) یہ ”رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد“ اور ”مقامات مظہری“ ہو سکتے ہیں۔

(۷) شاہ عبدالغنی اس کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں ”قدری ذکر شریف آنحضرت (شاہ غلام علی) مع ذکر خلفا مجملا و منتخباً از جواہر علویہ کہ عم فقیر شاہ روف احمد مرحوم تالیف فرمودہ اندونیز چیز کی کہ علم فقیر بران رسیدہ بود ایراد نمود“ (طبع استنبول، ص ۱۵۸) اس ایڈیشن کی فراہمی ترک محقق ڈاکٹر نجدت طوسون، استنبول کے ذریعے ہوئی جس کیلئے میں ان کا ممنون ہوں۔

(8) Catalogue of Manuscripts in the Maulana Azad Library (Added during 1970-77) Aligarh, 1980, Vol.I, P.60)

(۹) محمد اقبال مجددی، حوالہ مذکور، ص: ۶۹



## ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوة ، فقیر رؤف احمد مجددی - جعلہ اللہ سبحانہ لذاتہ - گزارش می نماید کہ چون در سنہ یکہزار و دو صد و سی و دوم (۱۲۳۲ھ - ق) سعادت تالیف ملفوظات حضرت پیر دستگیر ، قیوم زمان ، قطب دوران ، مرشدنا و امامنا حضرت عبداللہ الدہلوی معروف (بہ) حضرت شاہ غلام علی - مد ظلہ العالی - حاصل نمودم ، بعد از ان ، آن جناب این بندہ گندہ را مشرف بہ خلافت فرمودہ ، برای ترویج طریقہ ، بہ طرف مالوہ رخصت نمودند - بعد از مراجعت از آن سفر ، چون حاضر حضور شدم ، باز بہ خاطر ریخت کہ چندی از دُررِ عُزْرِ معارف کہ از زبان گوہر فشان حضرت ایشان می ریزند ، در رشتہ تحریر [2a] انتظام دہم و کتابی دیگر جمع نمایم - بہ سبب عدم فرصت از حلقہ و مراقبہ ، مُقَصِّرِ این امر ماندم - آخرش چندی از تقریرات ہفت روزہ رشحہ ای از آن سحاب و نفحہ ای از آن گلستان برای شاداب ساختن کشت قلوب طالبان صادقان و مُعَطَّرِ نمودن دماغ صوفیان در سلب تحریر در آوردم - اللہ تعالیٰ بہ وسیلہ این امر جلیل القدر مزرعہ جان ویرانم را از ترشحات انوار معرفت خود سرسبز فرماید و از بُوی گلزار فیضانِ قُربِ خود مشامِ دلہم (را) مُعَطَّرِ نماید - اللہم ارزقنی رائحة المحبت والعرفان بحرمة النبی وآلہ الکرام -

۱ متن مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی، مشمولہ (مجلد) سفینہ (شمارہ ۳، ۱۳۸۳ ش) شعبہ فارسی، اورینٹل کالج، لاہور

[مجلس یکم]

روز سه شنبه ، بیست (و) پنجم ماه ربیع الآخر ۱۲۳۶ هجری (ق) شرف آستانه بُوسی دریافتیم - مذکور فقیری در مجلس مُعلی افتاد - حضرت ایشان فرمودند که (در) معنی آیت: وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ [۵۱/۲۱] قایلانِ توحید و جودی می گویند که ذات او سبحانه در ذاتهای شما است ، آیا پس نمی بینید؟ معلوم نیست از کجا می گویند! معنی کریمه این است که آیات قدرت حق تعالی در ذاتهای شما است ، پس شخصی که بر دل خود نگاه کرد ، دانست که فهم و ادراک و حفظ و خوض و باریک بینی و نکته سنجی که در او است ، نشانی از نشانهای قدرت او است - تعالی و تقدس - و معیت او سبحانه که ثابت است از کلام اقدس او " وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ " [۵۷/۴] اگر چه خطاب به انس و جن است اما به هر ذره از ذرات عالم شامل است - [2b] ، معاینه نمود ، و احاطه و اقریبیت بیچون - که کلام الله بر آن ناطق است - وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْخَنَازِيرِ [۵۰/۱۶] به ادراک بیچون او درآمده و هر فعل را ناشی از فعل الهی سبحانه دید - یا از تقدیر " الْأَضْرَارُ هُوَ اللَّهُ وَالنَّافِعُ هُوَ اللَّهُ به مجرد وقوع نفع و ضرر نگاهش بلا تأمل و تأویل بر فعل الهی افتاد ، آن کسی فقیر و عارف است - بعد از آن ، این شعر خواند (ند):

از شب هجر تو شد دیده خورشید سبل

چشم روح الامین (کذا) در شوقی جمالت احول

جبرئیل امین دو بین شده است ، هر که را می بیند ، با او ترا می بیند -

بعد از آن ، مذکور حضرت خواجه علی رامیتنی آمد - حضرت ایشان فرمودند که

حضرت شاه نقشبند به دو واسطه به ایشان می پیوندند - هر يك رباعی ایشان بنای طریقه نقشبندی است -

رُبَاعِي

با هر که نشستی و نشد جمع دلت      و از تو نرמיד ز حمت آب و گلت

ز هزار زُحبتش گریزان می باش ورنه نکند رُوح عزیزان بحلت  
 "جمع شدن دل" گم شدن خواطر است و "رفتن زحمت آب و گل"، تبدیلِ رذایل به  
 حماید.

بعد از آن مذکور صفات ثبوتیه الهیه آمد. فرمودند که اکثر صوفیه، صفات را عین  
 ذات و عین یکدیگر گفته اند که هم عین ذات و هم عین قدرت است. همچنین [3a] قدرت  
 از ذات و دیگر صفات عینیت دارد. وجود صفات در خارج اعتبار نمی کنند. و ما که متبع  
 حضرت مجدد ایم، صفات را عین ذات نمی دانیم، و دلیلی برای این حدیث قدسی داریم:  
 إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ یعنی پیدا کرد حق سبحانه، آدم را بر طور خود. ای صفات  
 کامله که حق سبحانه داشت، به آن صفات خلق ساخت، چنان چه سمع که از صفات  
 کامله او است، نظر کن به آدم که در او است. و بصر که صفت او تعالی است، در آدم بین  
 که جلوه آرا است. همچنین سایر صفات از حیات و علم و قدرت و ارادت و کلام. و ظاهر  
 است که نقصان صفتی از صفات انسان، مستلزم نقصان ذات انسان نیست، اگر چه اعمی و  
 اَصَمّ بود. پس معلوم شد که صفات، عین ذات انسان نیستند بل که در خارج وجود مستقل  
 هم دارند. فافهم.

### [مجلس دوم] روز چهارشنبه ماه مذکور

در حضور حاضر گردیدم. حضرت ایشان فرمودند که عورتی به خدمت حضرت  
 ابوسعید رحمة الله علیه آمده، گفت که "ما فریادی خدا ایم!" ایشان حیران شدند و  
 سببش پرسیدند. گفت که امر کرد پیغمبر خدا. صلی الله علیه وسلم. حضرت زهرا را. رضی  
 الله عنها. و در ضمن آن جناب همه امت را که دعا کنند از حق سبحانه: "فَلَا تَكُنِي اِلٰى  
 نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ" و من می خواهم که مرا به من گذارد و او تعالی نمی گزارد.  
 و نیز حضرت شیخ الاسلام هروی عبد الله انصاری [3b] فرمود که کسی که مرا يك  
 ساعت از حق غافل سازد، امید است که همه گناهان او بخشیده شوند. حال من هم در  
 بعضی اوقات همین می باشد که مرا به من نمی گزارند و فرصت کلام نمی دهند!

بعد از آن ، آه های مُتصل کشیدند۔ همه اهل مجلس در کیفیات و انوار غرق شدند۔ پس فرمودند که آن حضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دُعا فرموده اند : "اللهم اجعلنی اواها لک" و در شأن حضرت ابراهیم۔ علیہ السلام۔ آمده : "کان اواها منیبا"۔

بعد از آن ، شخصی مسئله "رفع سبابه" پرسید۔ حضرت ایشان فرمودند که در مذهبِ حَنَفی مکروه گفته اند۔ و (به) حدیث ابن عباس تمسک دارند که فرمود : "من پس آن حضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و حضرت ابوبکر و عُمر نماز گزار ده ام ، هیچ یکی رفع سبابه ننمود۔" و احادیث در اشارت هم بسیار آمده اند۔ لیکن در این دیار که مذهب حَنَفی رایج است ، اتباع آن ضرور است۔ و از یک مذهب بر آمده ، اتباع مذهب دیگر نمودن وقتی تجویز کنند که در آن مذهب اهل اللہ نباشند و اولیاء نشوند۔ در این مذهب اصلا حق سبحانه ، مثل حضرت شاه نقشبند و حضرت عید اللہ احرار و حضرت خواجه باقی باللہ و حضرت نظام الدین و حضرت نصیر الدین چراغ دهلوی و حضرت مجدد۔ رحمة اللہ علیہم۔ ظهور فرموده اند و دلیل افضلیت این مذهب گردیده اند۔ و ما منع اشارت هم نمی کنیم [4a] که فعل پیغمبر ما است۔ علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ اتمها۔

بعد از آن فرمودند که یاد دارید که هر کس را چنان که پرداخت نسبت یاد داشت در این طریقہ لازم است که یک نفس بی حضور مع اللہ نه بر آید۔ هم چنین نزد من در همه امور عبادات باشند بالحاظ عادات آن سرور۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ باید تا که نسبت خاص به آن جناب۔ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ۔ میسر آید۔ مثلاً شخصی اگر در مسجد رُود، نیت کند که آن حضرت در مسجد رفته اند۔ و فرض خواند ، نیت کند که امر خدا است۔ جل شانہ۔ و آن حضرت خوانده اند۔ همچنین در نشستن و برخاستن و خواب نمودن و بیدار شدن و به بازار رفتن و اختلاط به اهل و عیال کردن و کاروبار خانه نمودن ، در هر امر نیت اتباع آن جناب ملحوظ دارد۔ ان شاء اللہ مناسبتی از آن جناب۔ علیہ الصلوٰۃ و السلام۔ حاصل شود۔

باز به غلبه احوال شوق در آمدند و آه های مُتصل کشیده ، سر به مُراقبه فرو بُردند۔ بعد لحظه سر برداشته ، به تکرار ندای "نعم أنت" حضاران مجلس را مُتکلیف فرمودند و ارشاد کردند که سر به پای بیچونش می نهیم و "نعم أنت" می گوئیم۔ همه را

ہمیں باید کہ محبت را غیر از این نشاید۔ او تعالیٰ حُسن و جمال و خیر و کمال کہ بذاتہ دارد، سزاوارِ گفتنِ "نَعْمَ أَنْتَ" است۔ یا تقریرِ دیگر می کنیم۔ انعاماتی کہ بر ما کرده است از حیوۃ و عافیت و شنوایی و بینایی [4b]، بہ این انعامات لایق است کہ "نَعْمَ أَنْتَ" بگوییم۔

بعد از آن، نامِ این کمینہ بر زبانِ مبارک آورده، فرمودند: "رؤف! بشنو این انعامات زیورِ چہرہٴ محبوب اند۔"

پس، مذکورِ صفاتِ سلبنہ آمد کہ او تعالیٰ جسم و جسمانی نیست، از مکان مُبَرَّأ است۔ از ظرافت فرمودند کہ حَنَفِیہ می گویند کہ خدا فوق نیست، تحت نیست، پیش و پس نیست، چپ و راست نیست۔ ما لکنہ می گویند کہ از این معلوم شد کہ خدا هیچ جای نیست!

بعد از آن فرمودند کہ استواءِ او بُبُحانہ بر عرش، ثابت است از نَص و نُزولِ او تعالیٰ در ہر آخرِ شب بر آسمانِ دُنیا، از حدیثِ صحیح بہ ثبوت پیوستہ۔ پس استوی و نزول۔ کہ شایانِ جنابِ قُدسِ او است۔ بر آن ایمان باید آورد، نہ آن استوا کہ ما می فہمیم و نہ آن نزول کہ ما می دانیم۔ همچنین بدو "وَجْه" ثابت است، آن چہ لایقِ او است۔ بیچون، ساق و پا آن چہ سزاوارِ او است بیچگون۔ در قیامت ہمہ مردمان جمع خواهند شد و پایۃ عرشِ مُعلیٰ بر صخرۃ بیت المقدس خواهند نہاد و خدای تعالیٰ۔ عَزَّوَجَلَّ۔ خواهد فرمود کہ ہر کس عبادتِ معبودی کردہ است، از او اجر گیرد۔ پس کافران و منافقان متوجہ معبود ہای باطلۃ خود خواهند گشت و در بلیۃ عظیم خواهند افتاد، و مؤمنانِ صادق ایستادہ خواهند ماند۔ باز مخاطب خواهند شد کہ شما ہم اجر از معبود خود بگیری۔ عرض خواهند کرد کہ ما معبود خود را می بینم، باز اجر گیریم۔ تجلی واقع خواهد شد، اما نہ تجلی بیچون۔ باز ایستادہ خواهند ماند۔ باز مخاطب خواهند شد کہ معبود را دیدید؟ عرض خواهند کرد کہ این معبود ما نیست کہ دیدہ ایم۔ معبود ما بیچون و بیچگون است۔ باز تجلی ساقِ مبارکِ بیچون واقع خواهد شد۔ ہمہ سر بہ سجدہ خواهند بُرد۔ [5a] پس مؤمنان را بہ بہشت بُردہ شود و کافران را بہ دوزخ۔ و دوزخ بہ ندای "کُلْ مِنْ مَزِيد" گرم خواهد بود۔ ہر چند جبال و اشجار و منافقان و کفار انداختہ

شوند، سیر نخواهد شد۔ آخرش اُو تعالیٰ۔ جل سلطانہ۔ پای بیچون خود در آن جا خواهد نهاد، و دوزخ خواهد گفت: "قَطَّ قَطَّ" یعنی بس، بس۔ سیر شدم۔

بعد بیانِ قضهٔ لهذا، حضرت ایشان فرمودند که از این جا معلوم شد که تا نور الهی در قلب متجلی نمی شود، هوا و هوس نمی رود۔ فافهم!

پس، شخصی دُعایِ وسعتِ رزق خواست۔ فرمودند: "لَا جَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" خواننده باشی، برای فراخیِ رزق مجرب است۔ و فرمودند که پیغمبر۔ صلی الله علیه وآله وسلم۔ فرموده اند که این کلمه دَوایِ نُوْدُوْنُهٗ مرض است که آسان تر آن هَم است۔ و فرق میان غم و هَم آن است که اسبابِ غم ظاهر می شوند و اسبابِ هَم پنهان۔ و خَفَقَانِ هَم از قَبیلَةُ هَم است۔ پس هر کس که این را برای هر مرض خوانده، به جنابِ الهی۔ سبحانه۔ عرض نماید که خدایا! پیغمبرِ تو فرموده است که این کلمه دوا و شفای نُوْدُوْنُهٗ مَرَضِ است من يك مرض دارم، شفا بخش! ان شاء الله تعالی اثری ظاهر شود۔

### [مجلس سوم] روز پنجشنبه، بیست (و) هفتم ربیع الآخر

حاضر حضور گردیدم۔ حضرت ایشان فرمودند که فیض الهی۔ سبحانه۔ که بر دلِ سالک می آید، وقتِ عنایتِ مرشد یا از مشغولیِ خود صاحبِ کشفِ عیاناً می بینند، و اهلِ وجدان و جداناً ادراکِ آن می کنند۔ و آن مانند بارانِ بزرگِ قطره می باشد یا باریکِ قطره شبیم وار یا نسیم آسا یا سحابِ نمطِ ظهور می کند، و اثرِ آن یا اجرای ذکر است از لطایف یا توجه در آن یا بی خطرگی یا جذبات یا واردات۔ پس [5b] چیزی از مکتوبات حضرت مجدد به حضور خواندم۔ در عقاید نوشته بودند که فعلِ عباد، مخلوق وی اند۔ تعالیٰ۔ اما اختیار در کسبِ آن عباد را داده اند۔ حضرت ایشان فرمودند که از این آیت شریفه: "وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" [۳۷/۹۶] این مطلب برمی آید۔ یعنی حق سبحانه پیدا کرد شما را و آن چه شما عمل می کنید۔ عمل را نسبت به عباد کرد۔ پس معلوم شد که بنده را در کسبِ عمل اختیار داده است؛ و برای کسبِ علم و قدرت و ارادتِ لایبندی است که اولِ علمِ شیئی می شود، بنده قدرت بر کردن و نکردن آن شیئی۔ بعد از آن اراده از کردن و



یا نکردن آن چیز به ظهور می آید که کسب عبارت از آن است. پس از لفظ "وَمَا تَعْمَلُونَ" هر سه صفات در بنده ثابت شدند. فافهم!

### [مجلس چهارم] روز جمعه، بیست (و) هشتم ربیع الآخر

قدمبوسی حضور حاصل کردم. حضرت ایشان فرمودند: "وقتی که شرح ضدر شود، در اعتقادیات (به) دلیل احتیاج نمی ماند. نظری، بدیهی می گردد و دلیلی، کشفی. و این انشراح وقتی که توجه به انای سالک کرده می شود، حاصل می شود. و این احوال در دائره و لایت گیری پیش می آید. و در این مقام استهلاك و اضمحلال در نسبت باطن و زوال عین و اثر دست می دهد. مثلاً آهو در نمکسار افتد و نمک شود. زوال عین شد ولی صورت او باقی است. وقتی که آن را ساییده شود، زوال اثر گشت."

بعد از آن، مذکور عذاب قبر افتاد. فرمودند که شخصی مسمارهای آهنی فروخت. یکی خرید کرده، در آتش نهاد. گرم شدند و نرم نشدند. حیران شده، به بائع و سپس کرد. سببش پرسید. بائع گفت که در صحرا از استخوانهای مُرده خشک شده بر آورده بودم! معاذ الله.

[6a] شخصی مُرده در گور کردند. تیشه گور کن در قبر به فراموشی ماند.

به جهت تیشه قبر کشادند. دیدند که دسته تیشه در اندامش کرده اند!

و مردی دیگر نقل کرد. برای دفن گور کندیدند. پُر از مارها شد. جای دیگر کندیدند. آن هم پُر از مارها شد. مرتبه ثالث نیز همین معاینه نمودند. آخرش به همین مارها دفن ساختند.

عبدالله ابن زیاد. که بی ادبی از امام حسین. علیه السلام. کرده بود. وقتی که کشته شد و سرش از تن جدا گشت، مار سیاه آمد. همه مردمان کناره کردند. سر وی را گزیده، رفت. باز آمد، باز گزید و رفت. معاذ الله.

بعد از آن، مذکور حدیث آمد. فرمودند: "روزی، در رؤیا به زیارت آن حضرت. صلی الله علیه وسلم. مشرف شدم. عرض کردم که یا رسول الله! این حدیث صحیح است؟"

”مَنْ رَأَى فَقَدَرًا الْحَقَّ“ فرمودند: ”صحیح است“۔ پس حضرت ایشان را بلا واسطہ۔  
 سَنَدِ این حدیث شریف از آن حضرت حاصل شد و مرا بہ یک واسطہ۔  
 بعد از آن ، مذکور نسبت طریقہ قادریہ آمد۔ فرمودند کہ حضرت مرزا صاحب و  
 قبلہ از پیر بزرگوار خود۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمدعابد رحمۃ اللہ علیہما۔ برای  
 بیعت طریقہ قادریہ عرض نمودند۔ فرمودند کہ شما را بالمعائنہ اجازت از آن حضرت۔  
 صَلَّى اللہ علیہ وسلم می دهانم۔ پس در مراقبہ شدند، و حضرت میرزا صاحب و قبلہ ہم بہ  
 مراقبہ نشستند۔ بہ مجلس آن حضرت۔ صَلَّى اللہ علیہ وسلم۔ حاضر شدند۔ حضرت  
 شیخ از آن حضرت عرض کردند کہ ایشان اجازت طریقہ قادریہ می خواهند۔ آن حضرت  
 فرمودند کہ از سید عبدالقادر بگوئید۔ حضرت شیخ عبدالقادر۔ رَضِيَ اللہ عنہ۔ در آن جا  
 حاضر بودند۔ بعد عرض حضرت شیخ ارشاد کردند [6b] کہ از این چہ بہتر اِپس خادم بہ  
 موجب اشارت حضرت غوث الاعظم خرقہ از سُندس گران بها آورده ، بہ گردن حضرت مرزا  
 صاحب و قبلہ نهاد۔ پس بلا واسطہ یا بہ یک واسطہ ، حضرت شیخ ، خلافت از حضرت غوث  
 الاعظم یافتند۔

### [مجلس پنجم] رُوزِ شنبہ ، بیست (و) نهم ربیع الآخر

در محفل فیض منزل حاضر گردیدم۔ عرض نمودم کہ رسالہ احوال حضرت  
 مجدد۔ رَضِيَ اللہ عنہ۔ و رسالہ احوال حضرت میرزا صاحب و قبلہ۔ قدس سرہ کہ  
 آن جناب نوشته اند ، نویسانیدہ بہ طرف مالوہ فرستادہ شود۔ مولوی ضیاء الدین بہوپالی و  
 دیگر اعزّہ آن دیار۔ کہ فیض باطن حضور فیض گنجور از این نالائق کسب کردہ اند  
 ۔ کمال مشتاقی اند و مکرّر ایما نمودہ اند۔ حضرت ایشان فرمودند کہ احوال پیران ما مثل  
 احوال جنیدیان نیست و بہ ریاضات شدیدہ و مجاہدات شاقہ کہ این بزرگواران بنا، طریقہ  
 بہ توسط نہادہ اند و ہمین است طور صحابہ و تابعین۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔  
 و بعضی مردمان کہ اعتراض بہ ریاضات شاقہ دارند، جواب آن نزد من کہ مرضی  
 مبارک آن سرور۔ علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات۔ کہ بہ ریاضات شاقہ نیست ، برای آن است کہ

در جهاد کسل نیاید که در آن جا کار به شمشیر آبدار ، با کُفار ، لیل و نهار بود۔ والعلم عند الله سبحانه ۔

### [مجلس ششم] رُوزِ یکشنبه ، غرّة جمادی الاوّل

شرف آستانه بوسی دریافتم ۔ فرمودند تا وقتی که بی خطرگی به چهار گهری نرسد ، مراقبه معیت نباید گفت ۔

### [مجلس هفتم] رُوزِ دو شنبه ، دوّم جمادی الاوّل

مُشرف به آستانه بوسی شدم ۔ مذکور صحابه و اهل بیت آمد ۔ فرمودند که از عقاید ما است که افضل [7a] بعد انبیا، حضرت صدیق اند ، بعده حضرت فاروق ۔ رضی الله عنهما ۔ و این افضلیت از راه ترویج دین و ملت متین و بذل جان و مال در راه خدا است ، نه از راه مناقب ، که مناقب حضرت امیر چندان که آمده اند ، در شأن یکی از صحابه وارد نشده اند ۔ از راه مناقب و برادری فضل است آن جناب را بر همه صحابه ۔ پس فرمودند که محبت من از اهل بیت بی اختیاری است ۔ محبت دو قسم است : یکی عقلی که به دریافت احسانها و نعمتها میلی پیدا شود و دیگر طبعی که بلا ملاحظه احسانات ، در جبلت خلق شده باشد ، و در آن ، شخص را اختیاری نبود ۔ همچنین مرا است ۔ وقتی که به خیال خود طواف کعبه می نمایم ، از آن جا به مدینه منوره حاضر شده ، تصدق می شوم و از آنجا به مرقد مطهر حضرت امام حسین ۔ رضی الله عنه ۔ در کربلا حاضر شده ، عرض می کنم : " ای کاش ! من در آن وقت بودم تا سر خود را تصدق آن جناب کردم و همراه آن جناب شده ، مقاتله مقابلان آن جناب نموده ، کشته شدم ۔ "

وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ ۔

نقل از " رساله احوال خود " تصنیف حضرت مولانا رؤف احمد مجددی نسباً و طریقناً  
از خلفای حضرت قیوم زمان المسمی به عبدالله المعروف (به) غلام علی شاه

## محمد اقبال مجددی

(مرتب کتاب حاضر)

### تالیفات

- ۱۔ احوال و آثار سید شرافت نوشاہی، لاہور
- ۲۔ احوال و آثار عبد اللہ خوئیگی، قصوری، لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۳۔ تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند، لاہور، ۲۰۱۳ء

### مرتبات

- ۴۔ مقامات مظہری (احوال و افکار میرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء))
- ۵۔ حسات الحرمین (ملفوظات خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء)) تالیف خواجہ عبید اللہ مروج الشریعت (تحقیق متن، ترجمہ، حواشی، مفصل مقدمہ) موسیٰ زئی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۸۱ء
- ۶۔ ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی دہلوی، جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری، تحقیق و تعلیق و تقدیم، لاہور ۱۹۷۸ء۔
- ۷۔ اثبات المولد والقیام، تحقیق و تقدیم، استنبول، ترکی۔
- ۸۔ رشحات عنبریہ (احوال و مقامات شاہ احمد سعید مجددی) تحقیق و تقدیم، استنبول، ترکی۔
- ۹۔ حدیقتہ الاولیاء (پنجاب و نواحی آں کے صوفیہ کا تذکرہ) تالیف مفتی غلام سرور لاہوری، لاہور، ۱۹۷۵ء، دوم ۲۰۰۰ء۔
- ۱۰۔ لطائف الدینیۃ (احوال خواجہ محمد سعید سرہندی ف ۱۰۷۱ھ / ۱۶۶۱ء) تالیف شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ، لاہور، ۲۰۰۳ء۔
- ۱۱۔ مقامات معصومی (احوال و تعلیمات خواجہ محمد معصوم سرہندی) تالیف صفراحم معصومی، تحقیق و تعلیق و ترجمہ (جلد اول) مقدمہ مجددی تحریک جلد دوم، (اردو ترجمہ) جلد سوم فارسی متن، جلد چہارم (تعلیقات و توضیحات)، لاہور، ۲۰۰۳ء۔

- ۱۲۔ احوال مشائخ کبار (ملفوظات شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری ف ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۳ء) تالیف شیخ سلیمان بن سعد اللہ لاہوری) تحقیق و تقدیم، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء
- ۱۳۔ زاد المعاد (تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد ف ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء) تالیف خواجہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ جلد اول (نقشبندی مشائخ کی سعی ہای احیائے دین، احوال و آثار حضرت خواجہ باقی باللہ، خواجہ حسام الدین احمد، خواجہ کلاں) جلد دوم (اردو ترجمہ)، جلد سوم (فارسی متن) جلد چہارم (تعلیقات و توضیحات)، گوجرانوالہ، ۲۰۱۳ء۔
- ۱۴۔ معمولات مظہریہ (احوال و ملفوظات و معمولات حضرت مظہر جانِ جانان شہید) تالیف شیخ نعیم اللہ بہرائچی، ترجمہ و تعلیقات، زیر طبع
- ۱۵۔ بشارات مظہریہ (احوال و مکتوبات حضرت میرزا مظہر جانِ جانان شہید) تالیف نعیم اللہ بہرائچی تحقیق و تعلیق و ترجمہ، زیر طبع
- ۱۶۔ کمالات مظہریہ (احوال حضرت میرزا مظہر جانِ جانان شہید) تالیف شاہ غلام علی دہلوی، زیر چاپ
- ۱۷۔ تذکرہ علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ) تالیف محمد شہنواز الدین، تحقیق و حواشی، لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۱۸۔ تذکرہ شرافت نوشاہی (احوال و سخنان) شریک مرتب ڈاکٹر عارف نوشاہی، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء
- ۱۹۔ رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی مولفہ دکیل احمد سکندر پوری، لاہور، ۲۰۱۱ء
- ۲۰۔ دفاع حضرت مجدد الف ثانی (رسائل کا مجموعہ)، گوجرانوالہ، ۲۰۱۲ء

### مقالات

اب تک تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات دنیا کے موثر جراند میں طبع ہو چکے ہیں یعنی معارف (دارالمصنفین، اعظم گڑھ، برہان (ندوۃ المصنفین، دہلی)، مجلہ علوم اسلامیہ، (علی گڑھ)، اور نیشنل کالج میگزین (لاہور) مجلہ تحقیق (لاہور)، صحیفہ (لاہور)، المعارف (لاہور) بصائر (کراچی)، اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور)، دانشنامہ جہان اسلام، (تہران ایران)، دانشنامہ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ (تہران، ایران)۔